ریاست بہار کے پٹنہ کمشنری کے مدارس میں
اندراج، ترکِ مدرسہ اور حصولیابی کا مطالعہ

مقالہ برائے

ڈاکٹر آف فلاسفی (ایجوکیشن)

مقالہ نگار

کفیل احمد

زیر نگرانی

پروفیسر صدیقی محمد محمود

شعبۂ تعلیم و تربیت

اسکول برائے تعلیم و تربیت

مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، گچی باؤلی، حیدرآباد - 500032

2017

A Study of the Madrasas of Patna Commissionary of the Bihar State, with Reference to Enrollment, Dropout and Achievement

Thesis submitted for the award of the Degree of Doctor of Philosophy (Ph.D.) in Education

By

KAFIL AHMAD

Under the Supervision

of

Prof. Siddiqui Mohd. Mahmood
Dept. of Education & Training

School of Education & Training
Maulana Azad National Urdu University, Hyderabad - 32

DECLARATION

I hereby declare that this thesis entitled "***A Study of the Madrasas of Patna Commissionary of the Bihar State, with Reference to Enrollment, Dropout and Achievement***" is an original research carried out by me. No part of this thesis was published, or submitted to any other University / Institution for the award of any Degree / Diploma.

Kafil Ahmad
Research Scholar
Ph.D. in Education
Enrollment No.: 0906010101
Dept. of Education & Training,
Maulana Azad National Urdu University

Place: Hyderabad
Date:

मौलाना आज़ाद नेशनल उर्दू यूनिवर्सिटी مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی
MAULANA AZAD NATIONAL URDU UNIVERSITY
(A Central University established by an Act of Parliament in 1998)
(Accredited "A" Grade by NAAC)

SCHOOL OF EDUCATION AND TRAINING

Prof. Siddiqui Mohd. Mahmood

C E R T I F I C A T E

This is to certify that the thesis entitled "***A Study of the Madrasas of Patna Commissionary of the Bihar State, with Reference to Enrollment, Dropout and Achievement***", submitted for the Award of the Degree of **Doctor of Philosophy (Ph.D.) in Education**, School of Education and Training, Maulana Azad National Urdu University, Hyderabad is the result of the original Research Work carried out by **Mr. Kafil Ahmad**, under my supervision and to the best of my knowledge and belief, the work embodied in this thesis does not form part of any Thesis / Dissertation / Project alredy submitted to any University / Institution for the award of any Degree / Diploma.

SUPERVISOR

Head
Dept. of Edn. & Trg.

Dean
School of Edn. & Trg.

Place: Hyderabad
Date:

فہرست ابواب

صفحہ نمبر	عناوین	نمبر شمار
i	پیش لفظ	
iv	فہرست جدول	
v	فہرست گراف	
	باب۔اول (تمہید)	
1	تمہید	1.0
2	تعلیم اوراس کی تعریفات	1.1
2	تعلیم کے معنی اور تصور	1.2
3	اسلام میں علم کی اہمیت	1.3
10	مسلمانوں میں تعلیم کی تاریخ	1.4
13	اسلامی حکومت میں علمی مراکز	1.5
20	مدارس اسلامیہ کی تاریخ اور تعلیم کا طریقہ کار	1.6
35	ہندوستان کے اہم مدارس	1.7
49	مدارس اسلامیہ اور نصاب تعلیم	1.8
54	مقاصد	1.9
55	مطالعہ کے حدود	1.10
56	تحقیقی سوالات	1.11
57	مطالعہ کی تنظیم (تقسیم ابواب)	1.12
58	مطالعہ کی ضرورت اور اہمیت	1.13

	باب۔دوم (تحقیقی مواد کا جائزہ)	
2.0	تعارف	59
2.1	قومی درسیات کا خاکہ ۲۰۰۵ء	62
2.2	اسکولوں میں طلبہ کے اندراج، ترکِ مدرسہ کے واقعات اور حصولیابیوں کا جائزہ	63
2.3	موجودہ مطالعہ میں متعلقہ ادب کے جائزے کا اطلاق	98
	باب۔سوم (تحقیق کا طریقۂ کار)	
3.0	تمہید	100
3.1	اصطلاحات کی کارکرد تشریحات	100
3.2	طریقۂ تحقیق	102
3.3	موجودہ مطالعہ کا تحقیقی خاکہ	103
3.4	آلات کی تیاری	109
3.5	معطیات جمع کرنے کے لئے اختیار کردہ طریقہ	109
	باب۔چہارم (مواد کا تجزیہ اور تشریح)	
4.0	مواد کا تجزیہ اور تشریح	111-137
	باب۔پنجم (خلاصہ، نتائج، مشورے اور مزید تحقیق کے لئے تجاویز)	
5.0	تعارف	138
5.1	تمہید	139
5.2	مطالعہ کے مقاصد	139
5.3	مطالعہ کے حدود	140
5.4	تحقیقی موضوع کی اہمیت	140
5.5	متعلقہ مواد کا تنقیدی جائزہ	141
5.6	مسئلہ کا بیان	142

142	مطالعہ کے مفروضات	5.7
143	طریقۂ تحقیق	5.8
145	محاصلات	5.9
147	خلاصہ	5.10
148	تعلیمی مضمرات	5.11
148	تجاویز اور مشورے برائے حکومت	5.12
149	اساتذہ کے لئے مشورے	5.13
150	مدارس کی انتظامیہ کے لئے مشورے	5.14
150	مزید تحقیق کے لئے تجاویز	5.15
152-176	**کتابیات**	
177-192	**ضمیمہ**	

پیش لفظ

تمام تعریفیں خدا کے لئے ہیں جو علیم و بصیر ہے، اوراسی نے انسان کو وہ علم دیا جو وہ نہیں جانتا تھا۔قرآن کی نازل ہونے والی پہلی سورہ کی پہلی آیت ''پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے تجھے پیدا کیا'' سے بھی علم کی اہمیت وافادیت واضح ہوتی ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو علم جیسی اعلیٰ صفات سے متصف فرمایا۔ تمام جہاں کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر لاکھوں درود وسلام جنھوں نے فرمایا کہ 'علم کا طلب کرنا ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے' اور 'علم حاصل کرو اگر چہ تمہیں چین جانا پڑے'۔اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ماں کی گود سے قبر تک علم حاصل کرو، ان اقوال رسول ﷺ سے بھی علم کی اہمیت جگ ظاہر ہے۔علم کی دنیا میں تحقیق و ریسرچ ایک اہم کام ہے اور بنیادی علم کی اساس بھی اسی سے علم میں وسعت آتی ہے اور بہت سے بند راستے وا ہوتے ہیں تو تنگ راستے کشادہ ہوتے ہیں۔تحقیق کے متعلق پروفیسر نثار احمد فاروقی نے ریسرچ کیسے کریں؟ نامی کتاب میں تحریر کیا ہے: ''ریسرچ اصل میں سرچ سے اگلا قدم ہے۔نئی معلومات فراہم کرنا، نیا مواد ڈھونڈ نکالنا ،نئے مصادر کی تلاش کرنا ''سرچ'' ہے۔اوراس دریافت شدہ مواد کی تفسیر وتعبیر،توضیح وتشریح،تاویل و توجیہ جس سے کسی مسئلے کے نئے پہلو سامنے آئیں،سوچنے کی ایک نئی جہت ملے۔معلوم حقائق سے ایسے نتائج نکلیں جو نگاہوں سے اوجھل تھے۔یہ سب ریسرچ کے ذیل میں آتا ہے''۔

اللہ کا شکر ہے کہ آج یہ تحقیقی کام مکمل ہوا۔میں نے حتی الامکان اس میں خوب سے خوب تر کی کوشش کی۔مگر مجھے اس بات کا اعتراف ہے کہ ان سب کے باوجود بھی کوئی انسانی کام مکمل یا حرف آخر نہیں ہوتا۔باوجود انتہائی احتیاط کے بھی کوئی نہ کوئی غلطی،کوتاہی و کمی باقی رہ گئی ہو تو اس کا تنہا ذمہ دار میں

ہوں۔اس امید و یقین کے ساتھ کہ الانسان مرکب من الخطاء والنسیان، معافی کا خواستگار ہوں۔اور اگر ایک لفظ و جملہ بھی اچھا اور پسندیدہ ہے تو یہ میرے اساتذۂ کرام کا عطیہ ہے اور انہی کا ہے اور بس۔

ان مربیوں، مخلصوں، مہربانوں اور بہی خواہوں کا تذکرہ ضروری ہے۔جن کے تعاون کے بغیر یہ تحقیقی کام مکمل نہ ہوتا۔سب سے پہلے بالخصوص میرے مشفق استاد ونگراں ڈاکٹر صدیقی محمد محمود، پروفیسر شعبۂ تعلیم و تربیت مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسیٹی ،حیدرآباد کا تذکرہ ضروری سمجھتا ہوں جنہوں نے اپنی بے پناہ مصروفیات اور انتظامی امور سے گہرے تعلق کے باوجود رہنمائی اور اصلاح کے لئے اپنا وقت دیا شکریہ ادا کرتا ہوں جن کی مشفقانہ و مربیانہ محنت ولگن اور سرپرستی سے میں اس لائق ہوا کہ اس مقالہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچا سکا۔دیگر اساتذۂ کرام شعبہ تعلیم و تربیت ،مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسیٹی اور عملہ میں جن کی دعائیں اور مشورے شامل حال رہے ان میں، پروفیسر خدیجہ بیگم صدر شعبہ، پروفیسر فاطمہ بیگم، ڈین اور خاص طور سے ڈاکٹر نجم السحر ،ڈاکٹر محمد مشاہد، ڈاکٹر نوشاد حسین ، ڈاکٹر تلمیذ فاطمہ ، ڈاکٹر محمد افروز عالم اور شعبۂ تعلیم وتربیت کے تمام اساتذہ کرام و غیرہ اسی کے ساتھ شعبۂ سیاسیات کے ڈاکٹر خورشید عالم اور شعبۂ انتظامیہ کے ڈاکٹر محمد وسیم اختر اس کے علاوہ غیر تدریسی عملہ خصوصاً سیکشن آفیسر صلاح الدین کا بھی شکر گزار ہوں کہ انھوں نے حسب ضرورت دفتری امور میں میری مدد فرمائی۔

میں ان تمام ثانوی مدارس کے پرنسپل، اساتذہ اور طلبا کا بھی بے حد مشکور ہوں جنھوں نے اس مطالعہ کے دوران اعداد وشمار اور معطیات کے حصول میں میری ہر ممکنہ مدد فرمائی۔ساتھ ہی ساتھ سید حامد مرکزی لائبریری مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسیٹی حیدرآباد۔کتب خانہ عثمانیہ یونیورسیٹی حیدرآباد، خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ، اردو گورنمنٹ لائبریری پٹنہ۔مدرسہ شمش الہدی پٹنہ کے پرنسپل اور پٹنہ یونیورسیٹی کے عملہ کا بھی شکر گزار ہوں۔اور بہار مدرسہ ایجوکیشن بورڈ پٹنہ، پٹنہ کمشنری کے مدارس کے اساتذہ اور غیر تدریسی عملہ پروفیسر شمشاد حسین خان، چیئرمین بہار مدرسہ ایجوکیشن بورڈ اور ان کے رفقائے کار کا بھی دلی شکریہ کہ ان تمام افراد کے بغیر یہ مقالہ مکمل نہیں ہو پاتا۔

اس مقالہ کی تکمیل میں والد محترم اور بھائی ظفر احمد صاحب کی دعائیں شامل ہیں۔میں اپنی شریک حیات نجمہ ناز مکتومی کا بھی دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔جن کی وجہ سے آج یہ تحقیقی

مقالہ آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل ہورہی ہے اور جنھوں نے ہر مشکل گھڑی میں میرا ساتھ دیا۔ کمپوزر محمد زبیر کا بھی ممنون ہوں جنہوں نے مقالہ کی کمپوزنگ محنت اور لگن کے ساتھ عمدہ طریقے سے انجام دی اور خاص کر اپنے ان تمام ساتھیوں، دوستوں کا اور رفیقوں کا جن کا ساتھ ہر لمحہ رہا ہے، شکرگزار ہوں۔ میں تمام کا فرداً فرداً شکریہ ادا کرتا ہوں۔ انفرادی طور پر بھی اور اجتماعی طور پر بھی۔

کفیل احمد

فہرست جدول

گراف نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
3.1	پٹنہ کمشنری کے مدارس میں 2012 سے 2015 تک طلبہ کا سطح وار اندراج	107
3.2	پٹنہ کمشنری کے مدارس میں 2012 سے 2015 تک طلبہ کا ضلع وار اندراج	107
4.1.A	اضلاع کے حساب سے تمام مدرسوں کا کل داخلہ	111
4.1.B	درجے کے مطابق تمام مدرسوں کا کل داخلہ جنس کے لحاظ سے	113
4.2.A	پٹنہ کمشنری میں کل اندراج بہ لحاظ جنس	115
4.2.B	ترکِ مدرسہ، کامیاب اور ناکام	117
4.2.C	جواب دہندگان کی عمر	119
4.2.D	ترکِ مدرسہ اور اندراج کا تناسب	121
4.3.A	جنس کے اعتبار سے پٹنہ کمشنری کے تمام مدارس کا اندراج	123
4.3.B	پٹنہ کمشنری کے کامیاب، ناکام اور ترکِ مدرسہ تمام جماعت کے اعتبار سے	126
4.3.C	جنس کے اعتبار سے پٹنہ کمشنری کے کامیاب، ناکام اور ترکِ مدرسہ	130

فہرست گراف

صفحہ نمبر	عنوان	گراف نمبر
112	اضلاع کے حساب سے تمام مدرسوں کا کل داخلہ	4.1.A
114	درجے کے مطابق تمام مدرسوں کا کل داخلہ جنس کے لحاظ سے	4.1.B
116	پٹنہ کمشنری میں کل اندراج بہ لحاظ جنس	4.2.A
118	ترکِ مدرسہ، کامیاب اور ناکام	4.2.B
120	جواب دہندگان کی عمر	4.2.C
122	ترکِ مدرسہ اور اندراج کا تناسب	4.2.D
125	جنس کے اعتبار سے پٹنہ کمشنری کے تمام مدارس کا اندراج	4.3.A
129	پٹنہ کمشنری کے کامیاب، ناکام اور ترکِ مدرسہ تمام جماعت کے اعتبار سے	4.3.B
133	جنس کے اعتبار سے پٹنہ کمشنری کے کامیاب، ناکام اور ترکِ مدرسہ	4.3.C

باب۔اول

تمہید

CHAPTER-1

INTRODUCTION

CHAPTER - 1 : INTORDUCTION

باب۔اول : تمہید

1.0 تمہید Introduction

کوئی بھی باشعور معاشرہ تعلیم کی اہمیت ومعنویت سے انکارنہیں کرسکتا۔تعلیم نہ صرف انسانی زندگی کے بلکہ معاشرتی زندگی میں جنم لے چکے اندھیرے کوئی صبح عطا کرتی ہے۔تعلیم خوابوں کی تکمیل کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہے۔تعلیم انسانی ترقی کے مدارج میں لازوال کردار عطا کرتی ہے اور ترقی کی راہ میں حائل رکاوٹوں،مزاحمتوں کوختم کردیتی ہے۔تعلیم ایک طاقتورہتھیار ہے جوکسی بھی خون خرابے کے بغیرعوام میں فکری شعوراجاگرکرکے امن قائم کرتی ہے۔غرضیکہ تعلیم ایسازیورہے جوجانورکوانسان بنادیتا ہے۔

تعلیم صرف نصابی کتب کے مطالعے تک محدودنہیں ہے بلکہ تعلیم سے توعلم ودانش اورمعرفت وعرفان کے ایسے دریچے واہوتے ہیں جس سے انسانی معاشرے کی تہذیب وتمدن کی بنیادیں ہی یکسرتبدیل ہوجاتی ہیں۔تعلیم کے مینارۂ نورتلے انسان شعوروآگہی کی روشنی حاصل کرتا ہے اور پھرعلم کی خوشبو بن کر پورے معاشرے میں سرایت کرجاتا ہے کہ معاشرتی زندگی گل وگلزار کا عکس دکھائی دیتی ہے۔تعلیم انسان کی ذات میں سوچنے سمجھنے اور پرکھنے کی صلاحیت پیدا کرتی ہے۔سوچنے سے انسان کی زندگی میں تجسس جنم لیتا ہے اور تجسس کی بیداری سے انسان کے اندرسوالات جنم لیتے ہیں جوتحقیق وجستجو کا باعث بنتے ہیں اور یہ تحقیق وجستجو ایجادات کی راہ دکھاتی ہے اور پھرترقی کی نئی منازل کا حصول انسان کا مقدرٹھہرتا ہے۔

تعلیم کا مقصد طالب علم کے دل ودماغ پراخلاق وسیرتِ انسانی کا دیرپا اور پائندہ نقش قائم کرنا ہے۔تعلیم چونکہ اصلاًایک ذہنی،اخلاقی اور جمالیاتی عمل ہے،اس لئےکسی مضمون،علم وفن یازبان کی تدریس کے وقت استاد کا کام ہے کہ وہ اخلاقی قدروں پربھی زوردے۔طلباء میں انصاف،حق پسندی،انسانیت کے لئے احترام،باہمی رواداری،محنت وجفاکشی کی صفات پیدا کرے۔کیونکہ تعلیمی ادارہ وہ کارگاہ ہے جہاں صرف کتابیں نہیں پڑھائی جاتیں بلکہ طالب علم کی شخصیت کی مکمل نشوونما کی فکرکی جاتی ہے۔

تعلیم دراصل مثبت کردار کی پرورش اور منفی رجحانات سے طلبہ کو بچانے کا نام ہے۔تعلیم پروفیشن نہیں بلکہ مشن ہے۔ یہ ایک باعزت، باوقار اور موٴقر پیشہ ہے۔تعلیمی نظام میں استاد کی حیثیت جہاز کے کپتان کی مانند ہوتی ہے۔تعلیم گاہ کی روح اور جان استاد ہوتا ہے۔ وہ طلباء و طالبات کی خفیہ صلاحیتوں کو بیدار کرنے اور انہیں شعور وادراک،علم وآگہی نیز فکر ونظر کی دولت سے مالا مال کرنے میں اہم کردار عطا کرتا ہے۔

1.1 تعلیم اور اس کی تعریفات

(Education and its Definitions)

تعلیم کی اصطلاح ’علم‘ سے ماخوذ ہے،جس کے معنی ہیں ’جاننے‘ کے۔لفظ ’تعلیم‘ کے لئے انگریزی میں لفظ ہے Education۔ایجوکیشن لاطینی لفظ ’Educare‘ سے ماخوذ ہے۔جس کا معنی پرورش کرنا ہے۔ اس مناسبت سے لفظ ایجوکیشن کا مطلب بچے کی دماغی،جسمانی اور اخلاقی تربیت کرنا شامل ہے۔لفظ ’تعلیم‘ دراصل عربی لفظ ’علم‘ سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں ’جاننا‘ ’واقف ہونا‘ یا ’معلوم کرنا‘۔ یونانی زبان کا لفظ ’Pedagogy‘ بھی تعلیم کی نمائندگی کرتا ہے۔اسی طرح سنسکرت زبان کا لفظ ’شکچھا‘ تعلیم کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔جس کے لفظی معنی ہیں ’’سیکھنا‘‘ اس طرح لفظ Education لاطینی زبان کے مندرجہ ذیل الفاظ سے ماخوذ ہے۔

1. Educare پرورش کرنا
2. Educere باہر نکالنا
3. Edcatum اندر سے باہر نکالنا

اس طرح تعلیم سے مراد انسان کی مخفی صلاحیتوں کو اجاگر کرنا اور ترقی دینا ہے۔ دوسرے الفاظ میں تعلیم کا مطلب ومقصد تہذیبی اقدار اور ورثہ کی نگہداشت اور ترسیل ہے۔

1.2 تعلیم کے معنی اور تصور

(Concept and Definition of Education)

مختلف مذاہب، مختلف ادوار اور مختلف ماہرین نے تعلیم کی الگ الگ تعریف کی ہے۔ان میں چند

اہم اس طرح ہیں:

مذہب اسلام کے مطابق: علم حاصل کرنا ہر مومن مرد اور عورت پر فرض ہے۔

رگ وید کے مطابق: جو چیز انسان کو خود مکتفی اور بے غرض بناتی ہے وہ تعلیم ہے۔

اپنیشد: تعلیم ہی سے آزادی ملتی ہے۔

بھگوت گیتا: زمین پر علم سے زیادہ کوئی دوسری چیز پاکیزہ نہیں ہوتی۔

عظیم فلسفی اور عہد یونان کے ماہر نفسیات 'سقراط' (Socrates) نے تعلیم کی تعریف یوں کی ہے:

''انسان کی پوشیدہ صلاحیتوں اور معقول آفاقی تصورات کو اجاگر کرنا ہی تعلیم ہے۔''

پستالوزی (Pistalozi) کے مطابق: ''تعلیم ایک قدرتی عمل ہے جو تمام صلاحیتوں کو متناسب نشوونما کرتی ہے۔''

ارسطو (Aristotle) کے مطابق: ''فرد کی سیرت میں توازن پیدا کرنا، جسم و ذہن اور عقل کی متوازن نشوونما کا نام تعلیم ہے۔''

پلیٹو (Plato) کے مطابق: '' تعلیم سے مراد حصول خودی ہے''۔

امام غزالیؒ (Imam Ghazali) کے مطابق: ''اخلاقی کردار اور زندگی گزارنے کے اوصاف نکھارنے کا نام تعلیم ہے۔''

بابائے قوم مہاتما گاندھی (Mahatama Gandhi) کے مطابق: تعلیم کے ذریعہ فرد کی نہ صرف ذہنی اور شخصی تربیت ہو بلکہ تعلیم کے ذریعہ قلب اور روح کی تطہیر بھی درکار ہے۔''

1.3 اسلام میں علم کی اہمیت

اسلام نے حصول علم کی دعوت دی ہے اور لوگوں کو اس سے آراستہ ہونے کی ترغیب دی ہے۔ نبی ﷺ کو ﴿وقل رب زدنی علما﴾ (طٰہ: ۱۱۴) ''اور دعا کرتے رہو کہ اے میرے رب! میرے علم میں اضافہ فرما!'' دعا مانگنے کا حکم دے کر تحصیل علم پر زور دیا گیا ہے۔ آل عمران میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ﴿شهد الله أنه لا اله الا هو والملائكة و أولو العلم قائماً بالقسط﴾ (آل عمران: ۱۸) ''اللہ، فرشتوں اور اہل علم کی گواہی ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ عدل وقسط کا قائم رکھنے والا ہے''، اس

میں اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اپنی ذات کا ذکر کیا پھر فرشتوں کا اوران کے بعد اہل علم کا۔ یہ چیز علم کی اہمیت وفضیلت اور مقام ومرتبہ ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ﴿قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون﴾ (الزمر: ۹) ''پوچھو کیا علم وبصیرت رکھنے والے اور وہ جو علم وبصیرت نہیں رکھتے' دونوں برابر ہوں گے؟'' سب سے پہلی وحی جو رسول ﷺ پر نازل کی گئی اور جس کا آغاز اللہ نے اپنی ربوبیت کے ذکر سے کیا ہے وہ ﴿أقرأ باسم ربک الذی خلق. خلق الانسان من علق. اقرأ و ربک الاکرم. الذی علم بالقلم. علم الانسان مالم یعلم﴾ (سورۂ العلق' ۱.۵) ''پڑھ اپنے اس خداوند کے نام سے جس نے پیدا کیا' پیدا کیا انسان کو خون کے لوتھڑے سے' پڑھ اور تیرا رب بڑا ہی کریم ہے' جس نے تعلیم دی قلم کے واسطے سے' اس نے سکھایا انسان کو وہ کچھ جو وہ نہیں جانتا تھا'' ہے۔ اس میں رب العزت نے قرأت یعنی حصول علم اور علم وعرفان کے راستوں سے واقف ہونے کا حکم دیا ہے' پھر اللہ رب العزت یہ ہدایت بھی دے رہا ہے کہ رب کا نام لے کر تحصیل علم میں اس سے مدد طلب کی جائے جو تمام مخلوق کی پرورش بھی کرتا ہے اور ان کو مختلف النوع وسائل بھی فراہم کرتا ہے۔ اپنے رب سے مدد طلبی کا یہ حکم اس لیے دیا گیا ہے تاکہ انسان علم کی اہمیت اور مقام ومرتبہ کو محسوس کرے اور یہ جان لے کر تحصیل علم کا کام عظیم الشان بھی ہے اور خطرات سے پر بھی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ بندوں کی تخلیق وتکوین کا ذکر کرتا ہے اور پھر اسے علم کی نعمت سے بہرہ ور کرتا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے ﴿الذی علم بالقلم. علم الانسان ما لم یعلم﴾' ان آیات میں انسان کو پیدا کرنے اور اسے علم عطا کرنے کی نعمتوں کو برابر کا درجہ دیا گیا ہے۔ یہ بات جہاں اس طرف اشارہ کرتی ہے کہ جاہل اوران پڑھ لوگوں کا اس دنیا میں ہونا اور نہ ہونا یکساں ہے۔ وہیں علم کی اہمیت اور معرفت وآگہی میں انسان کے مقام ومرتبہ کو بھی سراہتی ہے' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو ان کی قوم کی طرف سے لگائی گئی ایک شدید تہمت یعنی جنون اور پاگل پن سے بری قرار دیتے ہوئے قلم کی قسم کھائی ہے۔ ﴿ن والقلم و ما یسطرون. وما آنت بنعمة ربک بمجنون﴾ . (سورة القلم: ۱.۳) ''یہ سورۂ ن ہے' قسم ہے قلم کی اور اس چیز کی جو وہ لکھتے ہیں! کہ تم اپنے رب کے فضل سے کوئی دیوانے نہیں ہو''۔

علم بصارت اور بصیرت دونوں کا نور ہے۔ جہالت تاریکی بلکہ اندھاپن ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ﴿ افمن یعلم أنما أنزل الیک من ربک الحق کمن ھو آعمی' انما یتذکر أولو الالباب﴾ (الرعد:۱۹)'علم ہی وہ بنیاد ہے جس کے سبب انسان کو اس دنیا میں دوسری تمام مخلوقات کے مقابلے میں اللہ کی خلافت کا شرف حاصل ہوا ہے۔﴿ واذقال ربک للملائکۃ انی جاعل فی الارض خلیفۃ. قالوا أتجعل فیھا من یفسد فیھا و یسفک الدماء و نحن نسبح بحمدک و نقدس لک. قال انی أعلم مالا تعلمون. وعلم آدم الاسماء کلھاثم عرضھا علی الملائکۃ فقال أنبئونی بأسماء ھولاء ان کنتم صادقین. قالوا سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک أنت العلیم الحکیم. قال یا آدم آنبئھم بأسمائھم فلما أنبأھم بأسمائھم قال ألم أقل لکم انی أعلم غیب السموات و الأرض و أعلم ما تبدون وما کنتم تکتمون﴾ (سورۃ البقرۃ: ۳۰.۳۳) ''اور (یادکرو) جب کہ تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔ انھوں نے کہا: کیا تو اس میں اس کو خلیفہ مقرر کرے گا جو اس میں فساد مچائے اور خونریزی کرے اور ہم تو تیری حمد کے ساتھ تیری تسبیح کرتے ہی ہیں اور تیری پاکی بیان کرتے ہی ہیں؟ اس نے کہا: میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے اور اس نے سکھا دیے آدم کو سارے نام۔ پھر ان کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور کہا کہ اگر تم سچے ہو تو مجھے ان لوگوں کے ناموں سے آگاہ کرو۔ انھوں نے کہا کہ تو پاک ہے۔ ہمیں تو تو نے جو کچھ بتایا ہے اس کے سوا کوئی علم نہیں۔ بے شک تو ہی علم والا اور حکمت والا ہے' کہا: اے آدم! ان کو بتاؤ ان لوگوں کے نام۔ تو جب اس نے بتائے ان کو ان لوگوں کے نام تو اس نے کہا: کیا میں نے تم سے نہیں کہا کہ آسمانوں اور زمین کے بھید کو میں ہی جانتا ہوں اور میں جانتا ہوں اس چیز کو جس کو تم ظاہر کرتے ہو اور جس کو تم چھپاتے تھے۔''

ان آیات سے فرشتوں پر واضح ہوتا ہے کہ انسان کو کن حکمتوں اور مصلحتوں کے پیش نظر زمین پر خلیفہ مقرر کیا گیا ہے چنانچہ وہ انسان کی عظمت اور بلندی کا اعتراف کر لیتے ہیں۔

احادیث رسول بھی اہل علم کے بلند مقام و مرتبہ کے ذکر سے بھری پڑی ہیں۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ (اس زمین پر علماء کی وہی حیثیت ہے جو آسمان پر ستاروں کی ہے۔ بحر و بر کی تاریکیوں میں ان سے رہنمائی

ملتی ہے۔ستارے غروب ہوجائیں تو سیدھے راستے پر چلتے ہوئے لوگ بھی گمراہ ہوسکتے ہیں)۔دوسری جگہ آپ نے فرمایا کہ (جو شخص حصول علم کی خاطر نکلتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کردیتا ہے اور فرشتے طلبہ کی کارکردگی سے خوش ہوکر ان کی خدمت میں اپنے پر بچھادیتے ہیں اور طلبہ کی مغفرت کے لیے زمین وآسمان کی ہر چیز' یہاں تک کہ سمندروں میں (موجود) مچھلیاں بھی دعا کرتی ہیں اور ایک عالم کو ایک عابد پر وہی فضیلت حاصل ہے جو چاند کو تمام ستاروں پر۔علما ہی انبیاء کے حقیقی وارث ہیں' انبیاء نے ورثے میں درہم و دینار نہیں علم چھوڑا ہے لہٰذا جسے یہ علم حاصل ہوجائے' اسے بہت بڑی نعمت حاصل ہوگئی)۔ (ترمذی' ابن ماجہ' ابوداؤد' دارمی' ابن حنبل)

یہاں علم سے مراد صرف حرام وحلال یعنی احکام شرعیہ کا علم نہیں ہے بلکہ اس سے مراد ان چیزوں سے واقفیت ہے جن کے ذریعہ انسان اپنے ان فرائض اور ذمہ داریوں کو کماحقہ پورا کرسکے' جس کے لئے اسے زمین کا خلیفہ بنایا گیا ہے یعنی زمین کی تعمیر' اس کے خزانوں کی دریافت اور اس میں چھپے ہوئے اسرار ورموز کا انکشاف۔

اس میں وہ علم بھی شامل ہے جو نباتات اور پیڑ پودوں کی ترقی ونشوونما میں مددگار ہو اور زمین کی بہتر پیداوار نیز اس کی زرخیزی میں معاونت کرے۔قرآن اس علم کی طرف بھی دعوت دیتا ہے جس کے ذریعہ حیوانات اور جانوروں کی بہتری ہوسکے' انھیں انسان کی خدمت کے لیے مسخر کیا جاسکے اور ان سے پوری طرح فائدہ اٹھایا جاسکے۔اس علم کا حصول بھی ضروری ہے جس کے ذریعہ جائز طریقوں سے کسب معاش اور دولت کا حصول ممکن ہو اور اسے اس انداز سے صرف کیا جائے کہ اس سے اس کے وسائل اور مصارف کو منظّم اور مربوط کیا جاسکے۔

اِس میں اُس علم کی تحصیل بھی شامل ہے جس کے ذریعہ انسان مختلف امراض اور بیماروں سے نجات حاصل کرتا ہے' علاج ومعالجہ کے مختلف طریقوں سے ان بیماریوں کا دفاع کرتا ہے' یعنی وہ علم جو انسان کی صحت وعافیت کی بحالی کے لیے ضروری ہو۔اسی طرح امن وسلامتی کے قیام کے لیے بھی اس علم کا حصول ضروری ہے جس کے ذریعہ تکلیفوں اور پریشانیوں کا ازالہ ممکن ہوسکے اور امن وسلامتی کے ساتھ کھلواڑ کرنے والے عناصر پر قابو پایا جاسکے' یہ اور اس طرح کے وہ تمام علوم جو انسانیت کے لیے مفید اور نفع بخش ثابت ہوں'

قرآن کریم اور سنت نبویؐ کی رو سے ہر انسان کو حاصل کرنا چاہئے۔

یہی وجہ ہے کہ اسلام کی نظر میں علم کو انسانی زندگی کے تمام عناصر میں اولین عنصر کی حیثیت حاصل ہے۔اسی بنا پر بعض مفسرین نے عمل صالح سے وہ عمل مراد لیا ہے جس کی بنیاد علم پر ہو نہ کہ وہم وگمان پر۔

چنانچہ شیخ محمد عبدہؒ اس آیت کریمہ ﴿ **يؤتي الحكمة من يشاء ومن يؤت الحكمة فقد أوتي خيراً كثير** ﴾ (سورۃ البقرۃ:۲۶۹)''وہ جس کو چاہتا ہے حکمت بخشتا ہے اور جسے حکمت ملی اسے خیر کثیر کا خزانہ ملا۔'' کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ:

یہاں حکمت سے مراد وہ علم ہے جو صحیح ہو' جس کی وجہ سے نفس میں استحکام اور عزم وارادہ میں پختگی آتی ہو اور جس عمل کی بنیاد علم صحیح پر ہوگی وہی عمل موجب سعادت بھی ہوگا۔کچھ لوگ مختلف نوع کی معلومات حاصل کر کے اپنے دماغ میں محفوظ کر لیتے ہیں تا کہ مخصوص اوقات میں اسے پیش کر سکیں لیکن اس قسم کی معلومات حقیقت اور توہم میں امتیاز کرتے وقت مفید ثابت نہیں ہوتیں کیونکہ اس کے دل میں وہ اس طرح محکم نہیں ہوتیں کہ اپنے عزم وارادہ کے وقت انہیں کام میں لاسکیں۔بس وہ چند تصورات اور خیالات ہوتے ہیں جو عمل کے وقت غائب ہو جاتے ہیں اور بحث ومباحثہ کے وقت حاضر رہتے ہیں۔

وہ جس کو چاہتا ہے اپنی حکمت سے نوازتا ہے' اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ جسے چاہتا ہے مکمل عقل عطا کرتا ہے اور ساتھ ہی صحیح علم کے حصول کے لیے عقل کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے کی توفیق بھی عطا کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حکمت کے ساتھ دوسری بہت سی بھلائیوں کو بھی ایک کڑی میں منسلک کر رکھا ہے۔ چنانچہ حکمت ہی وہ چیز ہے جو عمل نافع اور کار خیر پر ابھارتا اور آمادہ کرتا ہے۔حکمت کا ذریعہ عقل سلیم ہے جو علمی مسائل میں استحکام اور پختگی بخشتا ہے' عقل جب بھی فیصلہ کرتی ہے مدلل اور پختہ فیصلہ کرتی ہے اور اسے نافذ بھی کرتی ہے۔چنانچہ ہر حکیم صاحب علم وعمل اور بھلائیوں کا مخزن ہوتا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''**وما يذكر الا اولو الألباب**'' (**البقرة: ٢٦٩**) ''مگر یاددہانی وہی حاصل کرتے ہیں جو عقل والے ہیں'' یہ اللہ کی سنت ہے کہ شکوک وشبہات سے پاک عقل والے ہی علم سے نصیحت حاصل کرتے ہیں اور عمل کے لیے اسی کے ذریعہ اپنے آپ کو مہمیز کرتے ہیں''۔

ابتدا میں مسلمانوں نے قرآن کریم کے اس اشارے کی روح کو سمجھ کر علم کی قدر و قیمت کا اندازہ کرلیا اور افراد و اقوام کی سعادت و خوش بختی میں اس کی اہمیت و ضرورت کو اچھی طرح پہچانا' حالانکہ اس سے پہلے وہ بالکل ''اُمّی'' یعنی ان پڑھ تھے۔ بلاذری اپنی کتاب ''فتوح البلدان'' میں لکھتا ہے کہ جب قریش میں اسلام کی آمد ہوئی تو صرف سترہ آدمی لکھنا جانتے تھے۔ ان میں عمرؓ بن الخطاب' علیؓ بن ابی طالب اور عثمانؓ بن عفان وغیرہ شامل تھے۔ جب قبیلہ قریش کا ہی یہ حال تھا کہ اس میں صرف سترہ لوگ ہی لکھنا جانتے تھے تو دوسرے قبیلوں کی صورت حال کیا ہوگی! لکھنے پڑھنے کی اسی اہمیت کی بنا پر کتابت اور تیر چلانے میں ماہر لوگوں کو حامل کہا جاتا تھا جیسے سعد بن ابی عبادہؓ۔

ناخواندگی کو مٹانے کے لیے مسلمانوں نے تمام وسائل کا استعمال کیا۔ اس کے ازالے کے لیے اسلامی معاشرے میں پہلا قانون غزوہ بدر کے بعد لایا گیا۔ وہ اس طرح کہ مسلمانوں نے اس جنگ میں ستر لوگوں کو قید کیا تھا جن کی رہائی فدیہ (مقررہ مال) ادا کرنے کے بعد ممکن تھی۔ فدیہ نہ ادا کر پانے والا اگر لکھنا پڑھنا جانتا تو وہ دس مسلمانوں کو لکھنا پڑھنا سکھاتا اور آزاد کر دیا جاتا۔

اللہ کے رسولؐ نے صحابہ کو دوسری زبانوں کو جاننے کی بھی ترغیب دی۔ حضرت زید بن ثابتؓ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اگر میں ایک قوم کی طرف کچھ لکھ کر بھیجوں تو مجھے ڈر ہے کہ وہ اس میں کمی یا زیادتی نہ کردیں چنانچہ تم سریانی زبان سیکھ لو۔ اس کے بعد حضرت زیدؓ نے سترہ دن میں سریانی زبان سیکھ لی۔

اللہ کے رسولؐ نے پڑھنے پڑھانے کو صرف مردوں کے لیے ہی خاص نہیں کیا بلکہ آپ چاہتے تھے کہ عورتیں بھی اس میں بھرپور حصہ لیں۔ حضرت ابو سعدؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت آپ کے پاس آئی اور کہا اے اللہ کے رسولؐ مردوں نے آپ سے حدیثیں حاصل کیں' آپ ہمارے لیے بھی ایک دن مقرر کردیں' جس میں ہم آپ کے پاس آجایا کریں اور آپ ہمیں کچھ سکھا دیا کریں تو آپؐ نے فرمایا کہ فلاں فلاں دن ایک جگہ جمع ہوجایا کرو۔ اس طرح آپ ان کے پاس آتے اور انھیں کچھ سکھا دیا کرتے۔

بلاذری نے اپنی کتاب فتوح البلدان میں لکھا ہے کہ شفاء عدویہ جو بنی عدی کی سردار بھی تھیں' عہد جاہلیت میں لکھنا جانتی تھیں اور عورتوں کو پڑھنا لکھنا سکھاتی تھیں۔ حضرت عمرؓ کی صاحبزادی حضرت حفصہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں آنے سے پہلے شفاء سے پڑھنا لکھنا سیکھا کرتی تھیں۔ جب وہ آپ کی

زوجیت میں آئیں تو آپ نے شفاء عدویہ سے درخواست کی کہ ان کی تعلیم جاری رکھیں اور جس طرح لکھنا سکھایا ہے اسی طرح خوش خطی بھی سکھا دیں۔ واقدی نے روایت کیا ہے کہ آپ کی بیویوں میں حضرت عائشہؓ اور ام سلمہؓ نے پڑھنا لکھنا سیکھا اور دوسروں کو بھی پڑھایا۔ عہد نبوی کے بعد بھی بہت سی مثالیں ہیں کہ عہد بنی امیہ سے لے کر آج تک عرب خواتین کے لیے مختلف علوم وفنون اور ثقافتوں کو جاننے کے دروازے ہمیشہ کھلے رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سی باصلاحیت عرب خواتین ابھر کر سامنے آئیں اور قرآن، حدیث، فقہ، لغت نیز دیگر علوم وفنون اور معارف میں نمایاں مقام حاصل کیا، یہی نہیں بلکہ ان کے حلقۂ درس سے مستفید ہو کر بڑی بڑی مسلم شخصیتیں بھی سامنے آئیں، چنانچہ ابن خلکان نے ذکر کیا ہے کہ سیدہ نفیسہ بنت حسین بن زید بن حسنؓ بن علیؓ بن ابی طالب علم کی مصر میں علمی مجلس سجا کرتی تھی جس میں امام شافعی بنفس نفیس حاضر ہوئے اور ان سے حدیث پڑھی۔ ابوحیان نے اپنے اساتذہ میں تین خواتین کا بھی ذکر کیا ہے جن کے نام یہ ہیں: منوسہ ایوبیہ بنت الملک عادل (صلاح الدین ایوبی کا بھائی)، شامیہ تیمیہ اور زینب بنت صباح عبداللطیف بغدادی جو مشہور مورخ ہیں۔

اسلام نے دیگر حقوق کے ساتھ ساتھ تعلیمی اور ثقافتی حقوق میں بھی تمام لوگوں کے تئیں یکساں اور مساوی رویہ اپنایا ہے، شریف ورذیل، امیر وغریب، شناسا وغیر شناسا، مسلم وغیر مسلم اور مرد وزن کے درمیان کوئی تفریق نہیں کی ہے۔ اسلامی عدالت کے پیمانے میں سب یکساں ہیں۔

اسلامی ریاست میں خواندگی کی تحریک شروع ہوئی اور پھر اس کے مراکز مساجد سے مکاتب، مکاتب سے مدارس اور مدارس سے جامعات میں منتقل ہوتے چلے گئے۔ ان مراکز سے بہت سی عظیم شخصیات اور علماء نے فراغت حاصل کی اور پھر ان سے بہت سے علما، فقہا اور مفکرین نے علم حاصل کیا۔

مکہ کی درس گاہ سے جو علما سامنے آئے ان میں، صحابہ میں سے معاذؓ بن جبل، عبداللہؓ بن عباسؓ ہیں، تابعین میں سے، مجاہد، ابن جبیر، عطاء بن ابی رباح اور طاؤس بن کیسان ہیں اور بعد کے علماء میں امام شافعی کا نام بھی مکہ کے علما میں شامل ہے۔

مدینہ میں صحابہ نے آپ ﷺ سے دینی علوم حاصل کئے، انھوں نے آپ کی درس گاہ سے فراغت حاصل کی، اس درس گاہ سے علم حاصل کرنے والے صحابہ میں علیؓ بن ابو طالب، زیدؓ بن ثابت، عبداللہؓ بن عبداللہؓ

بن مسعودؓ وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔ان میں سے بعض علماء دوسرے علاقوں کی طرف منتقل ہو گئے تا کہ دینی معاملات میں لوگوں کی رہنمائی کر سکیں‘ انھوں نے مساجد میں اپنی علمی مجالس قائم کیں۔مختلف ممالک میں علمی تحریک کی بنیاد رکھی۔

اسلام کے آغاز میں صرف دینی اور شرعی علوم ہی مسلمانوں کی توجہ کا مرکز بن سکے لیکن اموی سلطنت کے قیام کے ساتھ ہی دوسرے علوم یعنی علوم عقلیہ ونقلیہ کی طرف بھی توجہ دی گئی۔عباسی دور میں علمی و تعلیمی تحریک ان دونوں میدانوں میں اپنی بلندی کو پہنچ گئی۔

1.4 مسلمانوں میں تعلیم کی تاریخ

اسلام میں تحصیل علم اور ترویج علم کی غیر معمولی اہمیت کے پیش نظر عہد نبویؐ میں ہی مدارس کی ابتدائی شکل وجود میں آ گئی تھی۔صفہ کا چبوترہ‘ مسجد نبویؐ کا صحن‘ دارِارقم‘ شعب ابو طالب‘ غار حرا‘ کوہِ صفا‘ نبیؐ کا حجرہ‘ مساجد کے حلقے اور ازواجِ مطہراتؓ کے کمرے وغیرہ اسلام کے اولین مدارس اور ترویج علم کے مراکز تھے‘ جہاں حکام وعوام‘ کالے گورے‘ عرب وعجم اور حر وغلام بلا کسی امتیاز کے حصول علم میں مصروف رہتے تھے اور یہی حلقے دراصل ''تعلیم بالغان'' کی بالکل ابتدائی شکل تھے۔

مدرسہ عربی لفظ ''درس'' سے ماخوذ ہے‘ جس کے لغوی معنی ''سیکھنے کی جگہ'' ہیں‘ جب کہ اصطلاح میں اعلیٰ تعلیم کے ادارے کو مدرسہ کہا جاتا ہے۔جیسا کہ ذکر کیا گیا باضابطہ مدارس کی ابتدا سے پہلے مساجد درسگاہ کی حیثیت رکھتی تھیں‘ جن میں امام یا عالم کے گرد لوگ حلقہ بنا کر علم حاصل کرتے تھے‘ لیکن جیسے جیسے مساجد میں حلقوں کی تعداد بڑھی اور حلقوں میں بحث ومباحثہ اور سوال وجواب کا سلسلہ تیز ہوا تو مساجد میں عبادات میں خلل پڑنے لگا۔لہٰذا‘ ایسے مقام کی تلاش شروع ہوئی جہاں آزادی سے حصول علم ہو اور بحث ومباحثہ کیا جاسکے‘ ساتھ ہی جہاں بیٹھنے کا مناسب انتظام ہو۔ایسی ہی ابتدائی درسگاہوں کو ''کتاب'' کا نام دیا گیا جو مکتب کے ہم معنی ہے۔مرورِایام کے ساتھ ساتھ ''مکاتب'' محض مساجد سے وابستہ ابتدائی تعلیم کے ادارے بن گئے‘ جب کہ ''مدارس'' نے اعلیٰ تعلیمی اداروں کی حیثیت اختیار کر لی جن میں قرآن وحدیث اور عربی زبان وقواعد کی تعلیم دی جانے لگی‘ آگے ان میں منطق وفلسفہ‘ قدیم عربی ادب وشاعری کا بھی اضافہ کیا گیا۔نیز انتظامی امور اور زندگی کے جملہ مسائل سے متعلق تربیت دی جانے لگی۔لیکن بعد میں صرف قرآن وحدیث‘

تفسیر (دینیات) صرف ونحو، منطق وفلسفہ اور قدیم عربی ادب وشاعری کی تعلیم مدارس میں مقید ہوگئی۔

اسی ابتدائی دور میں ایک لفظ ''بادیہ'' کا ذکر ملتا ہے جس کے معنی دیہی علاقہ ہے۔ حضرت معاویہؓ نے اپنے بیٹے کو وہیں بھیج کر تعلیم دلوائی۔ اسی طرح عرب اپنے بچوں کو شہر کی کثافت سے دور رکھنے اور تعلیم وتربیت کے ساتھ تیراندازی وشہسواری کی تربیت حاصل کرنے کے لیے وہاں بھیجا کرتے تھے۔ اس طرح تعلیم و تربیت حاصل کرنے والے کو 'الکامل' کہا جاتا تھا۔ اسی دور میں استاد کے لیے ''مودِب'' کا لفظ ملتا ہے۔ اسلام کے ابتدائی دور میں اساتذہ ''قراء'' بھی کہلاتے تھے۔ ۱۷ ویں ہجری میں حضرت عمرؓ نے ایسے ہی اساتذہ کو اسلامی مملکت کے مختلف علاقوں میں بھیجا تاکہ مساجد میں لوگ ان سے مل کر قرآن کی تعلیم حاصل کریں۔ اس طرح خلافت راشدہ کے ابتدائی دور میں ہی عرب اور دوسرے مفتوحہ علاقوں میں قرآن کی تعلیم کے لیے تعلیمی اداروں کا قیام عمل میں آچکا تھا۔ بعد میں ان کے نصاب میں صرف ونحو اور خوش نویسی کو بھی شامل کرلیا گیا۔ عباسی عہد تک یہ ابتدائی مدرسے عام طور پر مساجد میں قائم کئے گئے۔ اسی زمانے میں ایک ایسے صحابی کا حوالہ بھی ملتا ہے جنھیں ''معلم'' کہا جاتا تھا۔ اس وقت تک تدریس کے کام کی کوئی اجرت نہ لی جاتی تھی اور اسے کارِثواب تصور کیا جاتا تھا۔ بنی اُمیہ کے دور تک ابتدائی تعلیمی ادارے قائم ہو چکے تھے۔ اسی عہد میں حجاج بن یوسف کا پیشہ تدریس سے وابستہ ہونے کا ذکر ملتا ہے۔ اسی طرح اور کئی عظیم شخصیات ہیں جن کی زندگی کی ابتدا معلم کے پیشے سے ہوئی اور بعد میں وہ بلند ترین عہدوں پر فائز ہوئے۔ دوسری صدی ہجری کے ابتدائی سالوں میں تدریس کی اجرت لینے کا بھی ذکر ملتا ہے۔

یوں تو چوتھی صدی ہجری کے آخر تک مدارس کا ذکر عموماً نہیں ملتا ہے لیکن وسیع اسلامی سلطنت کے مختلف مقامات پر علم کے قدرداں ترویج علم میں مصروف تھے۔ باقاعدہ تعلیمی اداروں کے قیام کا سہرا تو سلجوقیوں یا فاطمیوں کے سر جاتا ہے، تاہم عباسی دور اس لحاظ سے ممتاز ہے کہ مسلمانوں کی ساری دماغی ترقی، علمی کارنامے اور علم وفن کے بہترین ذخیرے اسی دور کی یادگار ہیں۔ مدینۃ العلم بغداد میں دور دراز مقامات سے آکر تشنگانِ علم سیراب ہو رہے تھے۔ مساجد کے صحن، خانقاہوں کے حجرے، علما وامرا کے مکانات، اس وقت کے علمی مراکز تھے۔ عباسی دور میں بااثر اور دولتمند حضرات نے مدارس کے قیام میں سبقت لے جانے کی کوشش شروع کردی جس کے نتیجے میں متعدد تعلیمی ادارے قائم ہوئے اور مسلمان علم وحکمت کے حصول اور

ترویج میں آسمان کی بلندیوں کو چھونے لگے۔عبدالرحمٰن سوم نے اسپین میں جامعہ قرطبہ کی بنیاد ڈالی جو اپنے دور میں دنیا کا عظیم ترین تعلیمی ادارہ تھا۔اس کا قیام ''جامع ازہر'' اور ''مدرسہ نظامیہ'' سے پہلے ہوا۔اس میں نہ صرف مسلمان بلکہ عیسائی بھی تعلیم حاصل کرتے تھے۔اس جامعہ میں نہ صرف یورپ کے مختلف ممالک سے بلکہ افریقہ اور ایشیا سے بھی طلبہ علم کی پیاس بجھانے آتے تھے۔عبدالرحمٰن سوم کے جانشینوں نے نہ صرف ''جامعہ قرطبہ'' کو ترقی دی بلکہ علما کی عزت افزائی اور سرپرستی کی اور دارالخلافہ قرطبہ میں ۳۲ مدارس قائم کیے جن میں مفت تعلیم کا انتظام تھا۔

اعلیٰ تعلیمی اداروں کے قیام اور علم وحکمت کی ترویج میں ۵ ویں صدی ہجری کے وسط کا دور انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔اسی عہد میں ۱۰۶۵ء میں سلجوقی وزیر نظام الملک (جس کا اصل نام حسن بن علی تھا) نے بغداد اور نیشاپور میں دو عظیم تعلیمی اداروں کی بنیاد ڈالی جنھیں اس کے نام کی نسبت سے ''نظامیہ'' کہتے تھے اور جن کا دائرہ کار اور نصاب تعلیم محض دینی علوم تک محدود نہ تھا بلکہ دیگر علوم کی تدریس وتحقیق کا نہایت اعلیٰ پیمانے پر انتظام تھا۔''نظامیہ'' میں اقامتی طلبہ کو وظائف بھی دیے جاتے تھے۔امام غزالی اسی ادارے میں ۴ سال یعنی ۱۰۹۵ء تک تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔ابواسحٰق شیرازی، امام طبری، ابن الخطیب تبریزی اور آخری عہد میں شیخ سعدی وغیرہ یکتائے علم وفن اس سے وابستہ رہے۔یہ ادارہ ۱۳۹۳ء تک جاری رہا۔پھر نظامیہ طرز کے مدارس کا خراسان اور دیگر جگہوں میں جال بچھ گیا۔دلچسپ بات یہ ہے کہ ان اداروں کا نصاب تعلیم محض دینی علوم تک محدود نہ تھا بلکہ ان میں منطق وفلسفہ، علم طب اور فلکیات وغیرہ کی تدریس اور تحقیق کا بھی انتظام تھا۔فلکیات کے مطالعے کے لیے رصدگاہیں قائم ہوئیں۔علم طب نے غیر معمولی ترقی کی۔متعدد اسپتال کھلے جن میں معروف وماہر طبیب فن طب میں درس دیتے تھے۔اسپتال طب کی تدریس کے لیے علمی تجربہ گاہ کی حیثیت اختیار کر گئے۔اس دور میں بغداد، کوفہ، نیشاپور وغیرہ مقامات پر اعلیٰ تعلیمی ادارے اور مدارس قائم ہوئے۔اس طرح اسپین میں جامعہ قرطبہ، قاہرہ میں جامع ازہر، بغداد اور نیشاپور میں مدرسہ نظامیہ جیسے اداروں نے گراں قدر شخصیات پیدا کیں جن میں امام غزالی، برہان الدین زرنوجی، ابن خلدون، ابن اثیر، فخر الدین رازی، بوعلی سینا، نظام الملک طوسی، عمر خیام، شیخ سعدی، حافظ شیرازی اور البیرونی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

1.5 اسلامی حکومت میں علمی مراکز

مساجد:

اسلام میں مسجد کو اولین مدرسہ کی حیثیت حاصل تھی۔ عبادت کے ساتھ مساجد میں درس و تدریس کے حلقے بھی قائم ہوا کرتے تھے۔ مسجد نبوی' مدینے میں زندگی سے بھرپور ایک دھڑکتا ہوا دل ہی نہیں' سماجی فلاح و بہبود کا مرکز بھی تھی اور اصحاب رائے اور اہل شوریٰ کے اکٹھا ہونے کی جگہ بھی۔ یہیں سے حکومت کی سرگرمیاں چلتی تھیں اور اس کے متعدد امور انجام پاتے تھے۔ ابن تیمیہ اس مسجد کے بارے میں کہتے ہیں: ''نبیؐ نے اس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی تھی' اس مسجد میں نماز' قرأت' قرآن' ذکر الٰہی' خطابت اور دیگر علوم سکھائے جاتے تھے۔ اس میں سیاسی مسائل بھی حل ہوتے اور جنگوں کے علم بھی تیار کیے جاتے تھے۔ امراء وافسران کا تقرر یہیں سے کیا جاتا تھا اور جب دین یا دنیا کا کوئی اہم مسئلہ مسلمانوں کو درپیش ہوتا تو وہ اسے حل کرنے کے لیے یہیں اکٹھا ہوتے تھے۔

اللہ کے رسول حضرت محمد ﷺ اسلام کے پہلے استاذ تھے۔ آپؐ مسجد نبوی میں درس و تدریس کا فریضہ انجام دیا کرتے تھے۔ خلفائے راشدین کے عہد تک مسجد نبوی کو درسگاہ کی حیثیت حاصل رہی۔ استاذ مسجد کے کسی گوشہ میں بیٹھ جاتا اور اس کے اردگرد طلبہ کے حلقے جمع ہو جاتے۔ طالب علم اپنے استاذ یا شیخ کے حلقہ میں حاضر ہوتا اور جب استاذ کی تعلیم مکمل ہو جاتی اور طالب علم انھیں اچھی طرح یاد کر لیتا تو اسے درس و تدریس کی اجازت دے دی جاتی اور وہ ایک الگ حلقہ قائم کر کے تدریس کی خدمت انجام دینے لگتا۔

جو علما مساجد میں درس دیا کرتے تھے وہ درس کی کوئی فیس وصول نہیں کرتے تھے۔ ان کا مقصد رب کی خوشنودی کے سوا کچھ بھی نہ تھا۔ طلبہ محض حصول علم کی خاطر اپنے وطن اور اعزا و اقارب کو چھوڑ کر دور دراز سے ان کے پاس آیا کرتے تھے۔

اموی عہد خلافت میں مسجدیں نہ صرف کشادہ ہونے لگیں بلکہ ان کی تعداد میں بھی اضافہ ہوا۔ ان مساجد کے حلقے جامع مطالعہ کا عملی نچوڑ ہوا کرتے تھے۔ ان کا اسلوب مناقشہ اور مناظرہ کا تھا۔ قرآن کریم مسلمانوں کے علم کا محور و مرکز تھا۔ اسی درس و تدریس کی وجہ سے علم تفسیر اور علم حدیث کے دو ممتاز فن وجود میں آئے اور اسی طرح لغت اور تاریخ کی طرف بھی توجہ ہوئی۔ اس کے بعد دوسرے عملی علوم کا نمبر آتا ہے۔ اموی عہد میں درس و تدریس کا کام مساجد کے ساتھ ساتھ مکاتب اور مدارس میں بھی ہونے لگا۔

مکاتب:

مکاتب کا آغاز ہوا۔ (عربی میں اس کا واحد کتاب آتا ہے)۔اس سے مقصود ابتدائی تعلیم' قرآن کریم کا حفظ اور حساب کے مبادی کی تعلیم دینا تھا۔مسجد کے بعد عالم اسلام میں جن تعلیمی اداروں کی بنیاد پڑی' وہ مکاتب ہی ہیں۔ان کی ابتداءعہد اموی میں ہوئی۔ان میں بچے بچیاں بغیر کسی امتیاز وتفریق کے علم حاصل کرتے تھے۔اس سے یہ بات بھی منکشف ہوتی ہے کہ عورتوں کو تعلیم کا حق ہزاروں سال قبل عرب مسلمانوں نے دیا۔عالمی تہذیب وثقافت پر عربوں کا یہ ایک عظیم احسان ہے جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

یہ مکاتب اسلامی دنیا میں برابر تعلیمی کردار ادا کرتے رہے اور موجودہ دور میں بھی اپنا کردار ادا کررہے ہیں۔لیکن یہ جان کر آپ کو افسوس ہوگا کہ عالم اسلام کے بیشتر مما لک میں اس صدی کے اندر مکاتب کے نظام کو ختم کردیا ہے اور اگر کچھ مما لک میں باقی بھی ہیں تو اسکا نام ''زوایا'' یا ''خلاوی'' رکھ دیا گیا۔

بڑے مدارس:

مکاتب کی ابتدائی تعلیم حاصل کر لینے کے بعد طلبہ قرآنی تعلیم کی تکمیل' زبان وقواعد کی جانکاری اور علم الحساب میں کمال حاصل کرنے کی خاطر مدارس کا رخ کرتے تھے۔یہ خصوصی مدارس تھے جہاں طلبہ مختلف علوم میں سے کسی ایک میں اختصاص (Specialisation) حاصل کرتے۔

اس قسم کے مدارس کی ابتدا چوتھی صدی ہجری / دسویں صدی عیسوی میں ہوئی۔سب سے پہلے مدرسے کا نام ''المدرسہ الصادریۃ'' تھا' جس کی بنیاد شام میں ۳۵۰ ہجری میں پڑی۔پانچویں صدی ہجری کے نصف میں مدرسہ صادرہ کے نہج پر کئی دوسرے مدارس بھی قائم ہوئے۔ان میں قابل ذکر ''مرسہ بیہقیہ'' اور ''مدرسہ سعدیہ'' ہیں جن کی بنیاد نیشاپور میں پڑی تھی۔

اس کے بعد بغداد میں ''مدرسہ نظامیہ'' قائم ہوا۔یہ وہ مشہور مدرسہ تھا جو نمونے کے طور پر قائم کیا گیا۔اس کے بعد عالم اسلام کے مرکزی شہروں میں مدارس قائم کر کے یہی تعلیمی نظام رائج کیا گیا۔مدرسہ نظامیہ سلجوقی بادشاہ ''الپ ارسلان'' (متوفی ۴۵۹ ہجری) کے وزیر اعظم نظام الملک طوسی کی طرف منسوب ہے کیوں کہ اس نظام کا موجد وہی تھا۔

بغداد میں ساتویں صدی تک مدارس قائم ہوتے رہے، عباسی خلیفہ مستنصر باللہ نے ۶۲۵ ہجری میں مدرسہ مستنصریہ کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا۔ ۶۵۶ ہجری میں اس طرح کے مدارس کی تعداد صرف بغداد میں ۳۸ تک پہنچ چکی تھی۔

اسلامی ثقافت کے تمام گہواروں میں اس طرح کے مدارس قائم کرنے کا سلسلہ رائج ہو چکا تھا۔ یہ بات مشہور سیاح مسلم بن جبیر نے کہی ہے۔ انہوں نے چھٹی صدی ہجری کے اواخر میں شام، عراق اور مصر کا سفر کیا اور اپنے سفر نامہ میں وہاں کے مدارس اور ان کے حالات کو محفوظ کیا تھا۔

فاطمی اور ایوبی عہد میں مدارس کے اعتبار سے مصر کو برتری حاصل رہی۔ عہد فاطمی میں صرف قاہرہ کے مدارس کی تعداد ۲۰ تھی۔ خلیفہ حاکم بامراللہ نے وہاں دارالعلم یا دارالحکمۃ کے نام سے ایک بڑی دانش گاہ تعمیر کرائی تھی۔ اس میں مدرسین اور ماہر علم وفن مقرر کیے گئے۔ اس سے ایک بہت بڑی لائبریری بھی ملحق کر دی گئی جس میں نادر کتابوں کا عظیم ذخیرہ تھا۔

ایوبیوں کے مشہور مدارس میں سے ایک قدس کا مدرسہ ''المدرسۃ الصلاحیۃ'' ہے جس کی بنیاد سلطان صلاح الدین ایوبی نے ڈالی تھی۔ دوسرا دمشق کا مدرسہ ''المدرسہ العادلیہ'' ہے، جسے صلاح الدین ایوبی کے بھائی ملک عادل نے بنوایا تھا۔ اسی طرح ''المدرسہ المہذبیہ'' قاہرہ میں اور ''المدرسۃ الناصر'' یہ فسطاط میں قائم کیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ مصر میں ایوبیوں کے مدارس کی تعداد ۲۵ تک پہنچ چکی تھی۔ اسپین کے چند مرکزی شہروں میں مثلاً قرطبہ، اشبیلیہ اور غرناطہ میں بڑے بڑے مدارس قائم تھے۔ صرف قرطبہ کے مدارس کی تعداد الحکم المستنصر الثانی ابن عبدالرحمٰن الناصر (۳۵۰۔۳۶۶) کے دور خلافت میں ۸۰ تھی۔ غرناطہ میں جامعہ علمیہ کبری کے علاوہ سترہ مدارس تھے۔ جامعہ علمیہ کبری کی بنیاد بنی نصر کے ساتویں سلطان یوسف ابوالحجاج نے ڈالی تھی۔

ان مدارس میں نہ صرف یہ کہ تعلیم کی کوئی فیس نہیں تھی بلکہ طلبہ کو ان کی حوصلہ افزائی کے طور پر اسکالرشپ بھی دی جاتی تھی۔ اسلامی حکومت کے مختلف حصوں اور عیسائی دنیا کے تمام گوشوں سے یکساں طور پر تشنگان علم نے اس کا رخ کیا۔ ان تمام لوگوں میں علم کی سچی محبت اور پرخلوص دوستی کی روح رچی بسی تھی۔

تاریخ سے یہ بات ثابت ہے کہ ان تشنگان علم میں بارہواں پوپ سلفسٹر (Silvestre) بھی تھا جس نے راہبیت کے زمانے میں حصول علم کی خاطر قرطبہ کا سفر کیا تھا۔ بعد میں اس کا شمار پوپ کے علماء میں ہوا۔

ابوبکر بن معاویہ ان ممتاز علماء میں ہیں جنھوں نے نئی نسل کی تربیت پر توجہ دی تھی اور علوم عربیہ و اسلامیہ کی تعلیم و تدریس کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیا تھا۔ انھوں نے حدیث کی تدریس کے لیے حلقہ قائم کیا۔ دوسرے ابوعلی قالی بغداد کے عالم ہیں' انھوں نے 'الأ مالی' نام کی ایک مشہور کتاب بھی لکھی ہے۔ یہ سلطان ناصر کے زمانہ میں اندلس پہنچے۔ وہاں عربی ادب اور تاریخ پر ان کا لکچر ہوا کرتا تھا۔ اسی طرح ایک ممتاز عالم ابن قوطیہ بھی تھے جو زبان اور نحو کے استاد تھے۔

جون ثالث فالنتیا (Jone III Valentia) علامہ دوزی (Dozy) کے حوالہ سے کہتے ہیں کہ یونیورسٹی کی اعلیٰ تعلیم میں درجہ ذیل مضامین پڑھائے جاتے تھے: پڑھنا' لکھنا' قرآن کریم کا حفظ' قرآن کی تفسیر' حدیث نبوی کی شرح' وراثت کا علم' فقہ' لغت کے اصول اور وہ تمام علوم جن کا کسی نہ کسی طرح سے قرآن کریم سے تعلق ہو مثلاً علم توحید' عربی زبان کے قواعد' عرب کی تاریخ' نظم' نثر' طب' فلسفہ' علم نجوم اور علم موسیقی وغیرہ۔

وہ طالب علم جس سے پوری طرح استاد مانوس ہو جاتا اور اس میں تدریس کی صلاحیت کا احساس کر لیتا تو اسے تحریری اجازت دے دیتا۔ اب یہ طریقہ ڈگریوں کی شکل میں ترقی پا چکا ہے۔

علمی مجالس:

مکاتب اور نظامیہ مدارس کے ساتھ علمی نشستوں نے بھی اسلامی معاشرے میں علم و ثقافت کی ترویج میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ یہ نشستیں خلفاء' وزراء' امراء اور گورنروں کے محل میں منعقد ہوتی تھیں۔ ان نشستوں میں بڑے بڑے علما شریک ہوتے اور مناظرہ کی مجلسیں بھی منعقد کرتے تھے۔ ان میں مختلف مسائل پر بحث ہوتی اور مکمل آزادی کے ساتھ مناقشہ ہوتا تھا۔

کتب خانے:

قاہرہ، بغداد، دمشق اور قرطبہ اپنے بڑے بڑے کتب خانوں کی وجہ سے بھی مشہور ہیں جن میں ہزاروں کتابیں اور بے شمار نادر مخطوطات محفوظ ہیں۔ علمی و تعلیمی تحریک اور اس کے عروج میں ان کتب خانوں کا بڑا حصہ رہا ہے۔ ان سے محققین کو بڑا فائدہ حاصل ہوا اور ایک زبان کو دوسری زبان میں منتقل کرنے کی وسیع پیمانے پر تحریک شروع ہوئی۔ ترجمہ کا کام سب سے پہلے عباسی دور میں ہوا۔ اس سلسلے میں خاص طور پر مامون رشید کا دور نمایاں ہے۔

شروع میں یا تو کتب خانے مساجد میں بنائے گئے یا انہیں مساجد سے ملحق رکھا گیا لیکن مستقل اور آزاد کتب خانوں کے قیام کا آغاز عباسی خلافت کے پہلے دور میں ہوا اور یہ سلسلہ آخری اسلامی عہد تک جاری رہا۔ان کتب خانوں میں کتابوں کی حفاظت کی خاطر بڑی بڑی الماریاں بنائی جاتی تھیں۔اسی طرح تالیف و ترجمہ کے لیے بنے کمروں کے ساتھ مطالعہ کے لیے بھی بڑے بڑے ہال موجود تھے۔

بیت الحکمہ اور خزانۃ الحکمہ نامی کتب خانے بغداد کے شہرت یافتہ کتب خانوں میں شمار ہوتے ہیں۔ اس کی بنیاد ہارون رشید نے ڈالی تھی اور مامون کے عہد خلافت میں اس کا کام مکمل ہوا تھا۔ جہاں کتابوں کا ایک عظیم ذخیرہ تھا۔ بیت الحکمہ میں تالیف و ترجمہ کے لیے مخصوص کمرے بنے ہوئے تھے۔ مامون رشید نے قیصر روم کو خط لکھ کر اس کے پاس موجود نادر کتابیں منگائی تھیں اور اس کتب خانہ کے مترجمین کو حکم دیا تھا کہ ان کتابوں کو جو یونانی اور سریانی زبانوں میں تھیں، عربی زبان میں منتقل کریں۔

بغداد کے مشہور کتب خانوں میں سے ایک، مدرسہ نظامیہ سے ملحق تھا۔اس کتب خانہ میں مطالعہ کی خاطر بڑے بڑے ہال بنائے گئے تھے۔اس کی ایک بڑی خوبی یہ تھی کہ اس میں پینے کے پانی کا شاندار حوض بنا ہوا تھا۔ کتب خانہ کے اندر موجود کتابوں کی تعداد تقریباً ۸۰ ہزار تھی۔ابن جوزی کہتے ہیں کہ مدرسہ نظامیہ میں وقف کردہ کتابوں کی تعداد چھ ہزار تھی۔

قاہرہ کے مشہور کتب خانوں میں ایک ''خزانۃ الحکمہ'' نامی کتب خانہ ہے۔اس کی تعمیر فاطمیوں نے کرائی تھی۔ مقریزی دارالحکومت سے متعلق رقمطراز ہیں کہ ''خود مختار بادشاہ محمد بن عبداللہ مسیحی نے کہا ہے کہ اسی شنبہ کو یعنی ۱۰ جمادی الاخری ۳۹۵ ہجری کو میں نے دارالحکومت کے نام سے قاہرہ میں ایک ادارہ کی بنیاد رکھی۔اس میں فقیہ حضرات مسند نشیں ہوئے اور محلوں کی بھری ہوئی الماریوں سے کتابیں نکال کر وہاں لے جائی گئیں۔ اس میں لوگ آئے اور جو کچھ اس سے لکھنا چاہا لکھا، اسی طرح جس نے پڑھنا چاہا پڑھا۔ جب اس عمارت کا فرش تیار ہو گیا اس کی زیبائش ہوگئی اور اس کے سبھی دروازوں اور گلیوں میں پردے لٹکا دیے گئے اور ہر کام کے لیے الگ الگ لوگ متعین کر دیے گئے یعنی جب ہر طرح سے کام مکمل ہو گیا تو قراء، ماہرین لغت، زبان داں اور اطباء بھی اس کتب خانے کے رونق بنے اور امیر المومنین الحاکم بامر اللہ کی الماری سے حاصل کردہ کتابیں بھی اس کی زینت بنیں جو علم و فنون، آداب اور ان کی طرف منسوب خطوط پر مشتمل ہیں۔

یہ اتنی تعداد میں ہیں کہ ان کے علاوہ کسی بادشاہ کے پاس اتنی کتابوں کا خزانہ سنا نہیں گیا۔ امیر المومنین نے اسے ہر طبقہ کے لیے وقف کر دیا تھا۔ جو شخص پڑھنا یا غور وخوض کرنا چاہتے وہ بغیر کسی تردد کے کر سکتا تھا۔ ان لائبریریوں کی ایک بے مثال خوبی یہ بھی تھی کہ وہاں ان تمام افراد کے کھانے پینے کا انتظام ہو جاتا جو وہاں بیٹھنے آتے یا وہاں کسی خدمت پر مامور ہوتے' وہ خواہ فقیہ ہوں یا کوئی اور۔ اس کتب خانہ میں طرح طرح کے لوگ آتے۔ کوئی کتاب کے مطالعہ کی غرض سے' کوئی کتاب کی تصنیف و تالیف کے لیے تو کوئی محض جان کاری حاصل کرنے کے لیے۔ اس میں روشنائی' قلم' کاغذ اور دوات وغیرہ ساری ضروری اشیاء بھی موجود رہتی تھیں۔

ان کے علاوہ ملک شام کا مشہور کتب خانہ جسے فاطمیوں نے شہر طرابلس میں تعمیر کرایا تھا۔ الخزائن النوریہ نامی کتب خانہ جسے نور الدین محمود زنگی نے بنوایا اس کے علاوہ انطاکیہ' دمشق و حلب کے وہ کتب خانے جو مدارس سے ملحق تھے، کافی مشہور ہیں۔

اندلس کا کتب خانہ:

حکم بن ناصر (وفات: ۳۶٦ھ) نے قرطبہ میں اپنے محل کے اندر ایک لائبریری کی بنیاد رکھی۔ اس لائبریری میں ۴ لاکھ سے بھی زیادہ کتابیں تھیں۔ ایک یورپین مصنف کونڈے (Conde) کہتا ہے: ''اسپین نے جب مسلمانوں سے قرطبہ حکومت چھین لی تو ایک دن میں کتابوں کی ستر لائبریریوں کو نذر آتش کر دیا۔ جس میں تقریباً ایک ملین سے زیادہ کتابیں تھیں۔

فرانسیسی مؤرخ گستاؤ لیبان (Gustave Le Bon) کہتا ہے ''اندلس کا اسقف اعظم ثمینیس (Pope Thmines) نے تقریباً ۸۰ ہزار سے زیادہ مخطوطات کو جلا ڈالا۔ اس کا خیال تھا کہ اس نے ایسا کر کے اندلس کی تاریخ سے عربوں کا نام ونشان تک مٹا دیا ہے۔ وہ یہ نہیں سمجھ سکا کہ عرب کے فکری سرمایوں کے علاوہ شہر اندلس میں جاری وساری ان کے دوسرے آثار و باقیات ہی قیامت تک ان کے نام کو زندہ رکھنے کے لیے کافی ہیں''۔

ان عام کتب خانوں کے علاوہ کچھ ذاتی کتب خانے بھی تھے جن کے مالک وزراء امراء، علماء اور تجار ہوا کرتے تھے چونکہ انہیں علم ومعرفت سے والہانہ شغف تھا اس لیے وہ کتابیں جمع کرتے۔ ضرورت کی

کتابیں ان کی دسترس میں رہتیں تا کہ ان سے ایسے محققین اور دانشور فائدہ اٹھا سکیں و علمی بحث و تحقیق کے لیے ان کی ضرورت محسوس کرتے ہوں۔

اسلامی عہد میں کتابوں کی توجہ کا دائرہ کتاب کی تصنیف اور ان سے فائدہ اٹھانے تک ہی محدود نہ تھا بلکہ طلبہ کی توجہ بھی کتابوں کی طرف مبذول کرائی جاتی اور انھیں ان سے فائدہ اٹھانے کے طریقوں سے واقف کرایا جاتا۔ ابن جماعہ (المتوفی ۷۳۳ہجری) نے اپنی کتاب "**تذکرۃ السامع والمتکلم فی ادب العالم و المتعلم**" کے اندر ایک خاص باب رکھا ہے جس میں ان موضوعات پر گفتگو کی ہے کہ کتابوں کا (جو حصول علم کے لیے بطور آلہ استعمال ہوتی ہیں۔) کس طرح ادب کرنا چاہیے، اس کی کس طرح حفاظت کرنی چاہئے، ان کے خریدنے اٹھانے اور ان کے لکھنے میں کیا آداب بجالانا چاہئے وغیرہ۔ اس نے اس باب میں اسی قسم کے آداب سے متعلق دوسرے بہت سے امور پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ ابن جماعہ نے "باب" کے آغاز میں کتابوں کے حصول پر طلبہ کو ابھارا ہے خواہ یہ خرید کر ہو یا کرایہ پر ہو یا عاریتاً لے کر ہو۔ وہ کہتے ہیں: مناسب ہے کہ انتہائی ناگزیر حالات میں ہی طلبہ کتابیں نقل کریں اور کیا ہی اچھی بات ہوگی کہ کتاب اس شخص کو عاریتاً دی جائے جو کتابوں کا صحیح خیال رکھے۔ مستعار لینے والے ہر شخص کے لیے ضروری ہے کہ بلاضرورت کتاب کو اپنے پاس زیادہ دنوں تک نہ رکھے بلکہ جب ضرورت پوری ہو جائے تو جلد از جلد واپس کر دے جب مالک کتاب طلب کرے یا اس کی ضرورت محسوس کرے تو کتاب اپنے پاس ہرگز نہ روکے رہے۔ اسی طرح جب کتاب نقل کر لے یا اس کا مطالعہ کر لے تو اسے زمین پر نہ بکھیر دے بلکہ اسے دو کتابوں یا کئی چیزوں کے درمیان میں رکھے یا آفس کی میز پر تا کہ وہ اس سے بے خیال نہ ہو سکے۔ ابن جماعہ نے کتاب خریدنے یا مستعار لیتے وقت اس پر پوری نگاہ ڈال لینے کی بھی نصیحت کی ہے۔

وہ مزید کہتے ہیں کہ "جب کوئی کتاب مستعار لے تو مناسب ہے کہ کتاب لینے اور واپس کرنے کے وقت کتاب کو غور سے دیکھ لے اور جب کوئی کتاب خریدے تو کتاب کے اول آخر اور بیچ کے صفحات کو دیکھ لے اور ساتھ ہی یہ بھی جائزہ لے لے کہ اس کے ابواب با ترتیب ہیں یا نہیں۔ یا صفحات صحیح ہیں یا نہیں۔ وقت کی کمی ہو تو اس چیز پر ضرور نگاہ ڈالے جس میں غلطی ہونے کا امکان یا گمان ہو' کتاب نقل کرتے وقت طالب علم کو باریک کتابت سے باز رہنے پر زور دیا ہے۔ چونکہ تحریر ایک علامت ہوتی ہے لہٰذا وہ جتنی واضح ہوگی اتنی ہی بہتر

ہوگی۔انہوں نے کچی کے بجائے پکی روشنائی استعمال کرنے کی تلقین کی ہے۔''کیونکہ وہ دیرپا ہوتی ہے۔'' لوگوں کا کہنا ہے کہ قلم اتنا سخت نہ ہو کہ تیز رفتاری میں رکاوٹ آئے اور نہ اتنا نرم کہ خم آجائے۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ اگر تم چاہتے ہو کہ تمہاری کتابت اچھی ہو تو اپنے سرکنڈے کو لمبا اور موٹا رکھو اور نوک دائیں طرف کاٹو۔

ابن جماعہ نے طالب علم کے لیے کتاب کی تصحیح اور اسے اصل سے ملانے یا شیخ کے سامنے پیش کرنے کے طریقوں کی وضاحت کی ہے۔حواشی' فوائد اور اہم تنبیہات لکھنے کا طریقہ بیان کیا ہے اور ہر حالت کے لیے رموز متعین کیے ہیں۔ان تمام باتوں کے بعد انہوں نے ابواب' تراجم اور فصل کے لکھنے کے لیے لال روشنائی کے استعمال کرنے کی اجازت دی ہے۔ابن جماعہ نے یہ باب' تاریخ اور جگہ کا نام لکھ کر ختم کیا ہے۔

ابن جماعہ نے ہمیں یہ بھی بتایا ہے کہ کس طرح ہم طالب علم کو کتاب کی خدمت اور اس کی رعایت کی تلقین کریں اور کس طرح اس کے لکھنے اور فائدہ اٹھانے کے طریقے بتائیں۔

1.6 مدارس اسلامیہ کی تاریخ اور تعلیم کا طریقہ کار

اسلام ابتداء ہی سے علم و آگہی کا موئید رہا ہے۔علم کی اسی غیر معمولی اہمیت کے پیش نظر عہد نبویؐ میں ہی تعلیم و تعلم کے تعلق سے درسگاہوں کی ابتدائی شکل وجود میں آجاتی ہے۔غار حرا' شعب ابو طالب' کوہ صفا' صفہ کا چبوترا' مسجد نبویؐ کا صحن' دار ارقم' نبیؐ کا حجرہ' ازواج مطہراتؓ کے کمرے اور مساجد کے حلقے' ترویج علم اور تحصیل علم کے اولین مدارس قرار دیے جا سکتے ہیں۔رسمی تعلیم گاہوں کی ابتدا سے قبل مساجد ہی درسگاہوں کی حیثیت رکھتی تھیں' جن میں ائمہ و علما سے لے کر عوام الناس تک تحصیل علم کا فریضہ ادا کرتے تھے لیکن جب کثرت تعداد عبادات میں خلل کا سبب بنی تو باقاعدہ مکاتب و مدارس کا وجود عمل میں آیا' ''مکاتب'' عموماً مساجد سے وابستہ ابتدائی تعلیم کے ادارے بن گئے جب کہ ''مدارس'' اعلیٰ تعلیمی ادارے کہلائے۔

ہندوستان کے طول و عرض میں مسلم بادشاہوں اور امرا کے دور حکومت میں کثیر تعداد میں مدارس قائم ہوئے۔دلچسپ بات ہے کہ کئی بیگمات نے بھی کئی مدارس کی بنیاد ڈالی۔مسلم حکمرانوں نے مدارس کی دامے' درمے، قدمے اور سخنے خوب مدد کی۔اس وقت مدارس کے دروازے غیر مسلموں کے لیے بھی کھلے ہوئے تھے۔مختلف دور میں مختلف مسلم حکمرانوں نے مدارس کے نظام تعلیم' نصاب اور طریقہ تدریس میں تبدیلیاں کیں۔قابل ذکر ہے کہ پہلے مدارس کا نظام و نصاب دینی تعلیم اور دنیوی علوم میں تقسیم نہیں تھا۔مدارس کے

فارغ التحصیل طلبہ جہاں عالم ومفتی اور قاضی بنتے تھے، وہیں ماہر تعلیم، ماہر دفاع، ماہر صیغہ مال، فلسفی، تاریخ داں، ادیب وشاعر، یہاں تک کہ وقت کے حکمراں بھی۔غرض یہ کہ مدارس کا نظام ونصاب تعلیم اس وقت کے جملہ دینی، فقہی، سیاسی، معاشی، انتظامی، دفاعی اور تعلیمی ضروریات کی تکمیل کرتا تھا۔ان مدارس میں دینی علوم کے علاوہ علوم ہندسہ، زراعت، اقلیدس، علم الادویہ، جغرافیہ، تاریخ، علم طبیعات اور علم فلکیات کی بھی تعلیم دی جاتی تھی۔ سیر وتفریح اور ورزش کا بھی رواج تھا۔مختلف پیشہ ورانہ تعلیم مثال کے طور پر کشیدہ کاری، سوناری، سلائی، پینٹنگ وغیرہ کا بھی انتظام تھا۔

ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد سے پہلے گروکل، پاٹھ شالائیں اور اعلیٰ تعلیم کے وشوودیالیہ تھے جن میں ہندو دھرم، فلسفہ (ہندو درشن) سنسکرت، ویاکرن، ساہتیہ وغیرہ کی تعلیم دی جاتی تھی۔ان میں مشہور تعلیمی ادارے بنارس، ندیا، متھلا، متھرا، پریاگ، ہری دوار، اجین اجودھیا، مدورا، تجور وغیرہ میں واقع تھے۔ بنگال میں بعض مکانات پرٹولز (Tools) کا ذکر ملتا ہے جو مذہبی رہنماؤں کے ذاتی تعلیمی ادارے تھے۔جن میں خالص مذہبی تعلیم دی جاتی تھی۔اب ان اداروں کا وجود زوال پذیر ہے۔

ہندوستان میں مسلمان وسطی اور شمالی ایشیا سے شمال مغرب میں پہاڑی دروں کے راستے سے آئے اور اپنے ساتھ تعلیم وتدریس کے وہ طریقے لائے جو ان ممالک میں رائج تھے۔ ہندوستان کے قدیم ہندو اداروں کے عالموں نے علم ہندسہ، زبان وادب، علم نجوم وغیرہ میں بہت کچھ دیا تھا جس کا تذکرہ مستشرقین کی تحریروں میں تفصیل سے ملتا ہے۔ایسے ترقی یافتہ تعلیمی نظام سے ایک دوسرے ترقی یافتہ تعلیمی نظام کا متاثر ہوئے بغیر رہنا ممکن نہ تھا اور یہ اثر نہ صرف تعلیم پر بلکہ زندگی کے مختلف شعبوں پر ہوا لیکن یہاں یہ بات ملحوظ رہے کہ مسلمانوں میں دینی تعلیم کا نظام (مدارس کا نظام تعلیم) بذات خود بہت منظّم تھا، اس لیے اس کے بنیادی ڈھانچے اور اس کے نصاب پر خاص اثرات مرتب نہیں ہوئے۔دلچسپ بات یہ ہے کہ مسلمانوں کی آمد کے ساتھ ہی ہندوستانی علوم میں انھیں دلچسپی پیدا ہوئی۔محمود غزنوی کے ساتھ ابوریحان البیرونی نے ہندوستان آکر یہاں کی مادی دولت کی بجائے اس ملک کے بیش بہا علمی خزانے پر اپنی توجہ مرکوز کی۔ ہندوستان میں کئی سال کے قیام کے دوران اس نے سنسکرت زبان پر عبور حاصل کیا اور یہاں کے مختلف علوم کی بعض اہم کتب کا عربی میں ترجمہ کیا اور اس ذخیرے کو اپنے ساتھ وسط ایشیا لے گیا۔

دراصل ہندوستان میں مسلمانوں کے تعلیمی نظام کی ابتدا قطب الدین ایبک سے ہوتی ہے۔ معروف مورخ نریندر ناتھ لا کے مطابق اس دور میں سینکڑوں کی تعداد میں مسجدیں تعلیم وتدریس کا مرکز تھیں جن میں دینی علوم کے علاوہ دیگر علوم وفنون کی بھی تعلیم دی جاتی تھی۔اس دور میں آج کل کی طرح مدارس کے لیے احاطہ، عمارت اور دیوار ودر کی کوئی خاص قید نہ تھی بلکہ درس وتدریس کا بیشتر کام مساجد، خانقاہوں، حلقوں، حجروں، امراوعلما کی حویلیوں اور ڈیوڑھیوں میں انجام پاتا تھا۔علما، صوفیا اور ذی علم امرا اپنے کاموں کے علاوہ درس وتدریس کی خدمت اپنی زندگی کا عزیز ترین مشغلہ تصور کرتے تھے۔اس طرح بیشتر گھروں میں تعلیم کا رواج تھا۔ اُچ ملتان، لاہور، جونپور، خیرآباد، پٹنہ، سورت، دہلی اور آگرہ وغیرہ اس وقت علماء مشائخ کے مراکز تھے۔موجودہ حکومت کی سرپرستی بیشتر تعلیمی اداروں کو حاصل تھی۔اس دور کا ''مدرسہ معزیہ'' خاص طور پر قابل ذکر ہے جسے ۱۲۹۱ء میں سلطان شمس الدین التمش نے قائم کیا تھا۔فتوحات فیروز شاہی کے مطابق التمش نے بدایوں اور دہلی میں بھی کئی مدارس قائم کیے تھے۔ دلی کا ''مدرسہ ناصریہ'' (۱۲۴۵ء) خاصا مشہور ہے۔اس وقت دلی کے سلاطین وامرا کے دربار علما وفضلا کے مراکز تھے۔حکمراں اور ان کے امیر تعلیم کی ترویج کے لیے بے دریغ روپیہ خرچ کرتے تھے حالانکہ تعلیم کے لیے الگ سے کوئی شعبہ نہیں ہوتا تھا۔

خلجی سلاطین کا عہد بھی مدارس کے قیام اور علما کی سرپرستی کے تعلق سے اہم رہا ہے۔اس دور کے جید علما میں خواجہ حسن، امیر ارسلان، مولانا مغیث الدین اور امیر خسرو قابل ذکر ہیں۔تاریخ فرشتہ میں خلجی سلاطین کی علم دوستی کا خصوصی طور پر ذکر کیا گیا ہے۔اس دور کے ''مدرسہ مقبرہ علاءالدین خلجی'' کا نام یہاں خصوصیت کے ساتھ لیا جاسکتا ہے۔

اسلامی تعلیم وتدریس اور قیام مدارس کے تعلق سے تغلق دور بھی خاصا اہم رہا ہے۔محمد تغلق خود ایک جید عالم اور ماہر طبیب تھے۔فلسفہ اور منطق اس کے پسندیدہ مضامین تھے۔اس کے دربار میں علما کی کثیر تعداد تھی۔اس دور میں فیروز شاہ نے اپنے نام سے بہت ہی عالیشان ''مدرسہ فیروز شاہی'' قائم کیا تھا۔مولانا ضیاء الدین برنی نے اپنی کتاب ''تاریخ فیروز شاہی'' میں اس عظیم مدرسے، اس سے ملحقہ مسجد اور حوض کی بڑی تعریف کی ہے۔فیروز شاہ نے لڑکیوں کے لیے بھی معقول تعلیم کا انتظام کیا تھا۔اس نے متعدد قدیم مدارس کی مرمت بھی کرائی۔ان جملہ مدارس کے اخراجات سرکاری خزانے سے پورے کیے جاتے تھے۔

مدارس کے قیام کے سلسلے میں لودھی عہد بھی قابل ذکر ہے۔ سکندر لودھی نے نہ صرف تعلیمی ادارے قائم کیے بلکہ وہ علما کی غیر معمولی عزت بھی کرتا تھا اور بعض علما کے درس میں خود شریک ہوتا تھا۔ اسی کے زمانے میں ہندوؤں میں فارسی زبان وادب کے حصول کا شوق پیدا ہوا۔ اسی کے دور میں بدایوں اور کاٹھیاواڑ علمی مرکز کی حیثیت سے ابھرے۔ تاریخ کی کتب میں جن مدارس کا ذکر ملتا ہے وہ ہیں مدرسہ شمس الدین التمش، مدرسہ قلعہ خرم آباد، مدرسہ حوض خاص، مدرسہ دارالبقا، مدرسہ سکندر لودی وغیرہ۔

جنوبی ہند بھی تعلیم کے میدان میں کسی طرح پیچھے نہ تھا۔ یہاں نہ صرف متعدد مدارس قائم ہوئے بلکہ ان میں خالص مذہبی مضامین کے علاوہ ادب، تصوف، فلکیات، تاریخ اور دیگر علوم کی بھی تعلیم دی جاتی تھی۔ بہمنی سلطان فیروز (۱۴۲۲۔۱۹۳۷) نے ۱۴۰۷ء میں دولت آباد کے قریب ایک درس گاہ قائم کی۔ خاندیش کے فاروقی سلاطین نے عظیم الشان مدارس قائم کیے۔ ان سلاطین کے قائم کردہ مدارس میں مدرسہ عادل پور، مدرسہ برہان پور، مدرسہ دولت آباد قابل ذکر ہیں۔ جنوبی ہند کی تعلیمی ترقی دراصل علم نواز ایرانی امرا اور علما کی مرہون منت ہے، جن میں محمو گاواں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان کے قائم کردہ مدارس کے آثار آج بھی بیدر میں موجود ہیں۔ بہمنی سلاطین میں محمود شاہ نے ۱۳۷۸ء میں ایک عظیم مدرسہ قائم کیا تھا۔ اس کے علاوہ گلبرگہ، خاندیش، بیدر، ایلچ پور، دولت آباد اور دیگر مقامات پر متعدد مدارس قائم تھے جن کے جملہ اخراجات شاہی خزانہ برداشت کرتا تھا۔ بیجا پور اور گولکنڈہ بھی علم وفن کے مراکز رہے ہیں، جہاں اردو زبان وادب نے ابتدائی ترقی کی منازل طے کی ہیں۔ بیجا پور سلطنت کے بانی عادل شاہ نے ایک مدرسہ قائم کیا تھا جس کے صدر مدرس مشہور عالم امیر فتح اللہ شیرازی تھے۔ قلی قطب شاہ نے بھی حیدرآباد کی مشہور عمارت چار مینار میں ایک مدرسہ قائم کیا تھا۔ گولکنڈہ کے قلعہ کے باہر بھی ایک مدرسہ تھا۔ احمد نگر میں برہان نظام شاہ نے عقیدے کے اہل تشیع لوگوں کے لیے ایک مدرسہ قائم کیا تھا۔ اسی طرح ہندوستان کے دوسرے حصوں میں بھی مدارس کا جال بچھا ہوا تھا، قابل غور بات یہ ہے کہ ان میں لڑکیوں کے لیے بھی تعلیم کا معقول انتظام تھا۔ گجرات میں احمد آباد ایک عظیم تعلیمی مرکز کی حیثیت سے مشہور تھا۔ تاریخ کی کتب میں گجرات کے متعدد مقامات پر مدارس کا ذکر ملتا ہے۔

مدارس کے تعلیمی نظام کے سلسلے میں اگر مشرقی ہند میں بنگال کا تذکرہ نہ کیا جائے تو شاید بات نامکمل رہے گی۔ مشرقی ہند میں بنگال میں مختلف مقامات پر متعدد مدارس قائم ہوئے تھے، ان میں ڈھاکا، ندیا،

رنگپورہ، گوڑ، عمر پور وغیرہ مقامات پر خاصے مدارس موجود تھے۔ خاص بات یہ ہے کہ ان میں ہندو مسلم دونوں مذاہب کے لوگ تعلیم حاصل کرتے تھے۔ اس طرح یہ مدارس درس و تدریس کے ساتھ ساتھ لوگوں کو قریب لانے کا فرض بھی انجام دیتے تھے۔ بردوان میں ایک مدرسہ ۱۸ویں صدی میں قائم ہوا جس کا ایک بڑا کتب خانہ بھی تھا۔ اس مدرسے کے بند ہونے کے بعد کتب کا مکمل ذخیرہ امپیریل لائبریری کلکتہ منتقل کر دیا گیا۔ اسی طرح منگل کوٹ نامی مقام پر ایک مدرسہ قائم تھا۔ مرشد قلی خاں نے مرشد آباد میں کٹرہ مدرسہ قائم کیا تھا۔ وسطی دور میں قائم شدہ ان مدارس کا نصاب تعلیم کم و بیش وہی تھا جو اس دور میں رائج تھا۔ اہم بات یہ ہے کہ بنگال میں مدرسے کی تعلیم سے ہندو مسلم دونوں استفادہ کرتے تھے۔

شمالی ہند کشمیر میں بھی بہت سے مدارس قائم تھے جن میں زمانے کے مشہور علما درس و تدریس میں مصروف تھے۔ اکیلے ٹھٹھ میں چار سو تعلیمی ادارے تھے۔ سلطان قطب الدین کشمیری نے ۱۴۲۰ء میں قطب الدین پورا میں ایک بہت بڑا مدرسہ قائم کیا تھا جس میں حدیث کی تدریس کے لیے سجاد جمال الدین کو بحال کیا تھا۔ اس مدرسے نے کثیر تعداد میں جید علما پیدا کیے۔ سلطان زین العابدین نے بھی سرینگر کے قریب ایک رہائشی مدرسہ کی بنیاد ڈالی تھی۔ اس میں خاص بات یہ تھی کہ طلبہ کے ساتھ ساتھ اساتذہ کے بھی قیام و طعام کا معقول انتظام تھا۔

ہندوستان میں مدارس کے نظام تعلیم کو مستحکم کرنے میں مغل دور کی عظیم خدمات رہی ہیں۔ مغل شہنشاہ، شہزادے، شہزادیاں، امرا وغیرہ علم و ادب وغیرہ علم و ادب سے گہری دلچسپی رکھتے تھے۔ بعض نہ صرف عالم تھے بلکہ کئی کئی زبانوں کے ماہر اور علمی ذوق کے حامل تھے۔ تعلیم گرچہ صرف اعلیٰ طبقے تک محدود تھی لیکن سب کے پاس اپنی کتب کے ذخائر تھے۔ سبھی علما، ادبا اور شعرا کی قدر کرتے تھے اور توسیع علم پر معقول رقم صرف کرتے تھے۔ مغل خاندان کے اولین تاجدار بابر کی زندگی کا بیشتر حصہ حالانکہ جدوجہد میں گزرا لیکن ''تزک بابری'' کے مطابق وہ کتابوں کا ذخیرہ ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ اسی طرح ہمایوں کا زمانہ زیادہ تر پریشانی میں گزرا لیکن ''آئین اکبری'' کے مطابق اس نے دہلی میں ایک مدرسہ قائم کیا۔ دہلی میں خود ہمایوں کے مقبرے کو ایک طویل عرصہ تک ایک مدرسے کی حیثیت حاصل رہی ہے۔ آگرے میں بھی اس زمانے میں کئی مدارس قائم ہوئے۔ ان میں سے ایک مدرسے کا ذکر انگریزی اخبار ''پانیر'' نے اپنی ۲۱/اپریل ۱۹۹۴ء کی اشاعت میں کیا

ہے جو ''بلند دروازے'' کے پاس آج بھی چل رہا ہے۔ اکبر گرچہ خود علم سے محروم تصور کیا جاتا ہے لیکن اس نے نہ صرف متعدد مدارس قائم کیے بلکہ ایک بڑے کتب خانے کی بنیاد بھی ڈالی۔ مشہور کتب کے ترجمے کرائے، نصاب اور طریقہ تدریس میں اصلاحات کیں۔ مدارس کے نصاب میں علم الحساب، جیومیٹری، علم نجوم وغیرہ کا اضافہ اکبر ہی کے حکم سے ہوا۔ اکبر نے غیر مسلموں کی تعلیم و تدریس کی طرف بھی توجہ دی اور ہندوؤں کے لیے بھی مدارس کے دروازے کھول دیے، ''عبادت خانے'' میں مختلف مذاہب کے علما کے ساتھ بحث و مباحثہ کا رواج قائم کیا۔ اس کے دور میں رامائن، مہابھارت، اتھروید، بھاگوت گیتا، سنگھاسن بتیسی، راج ترنگی وغیرہ کے فارسی میں ترجمے ہوئے۔ عظیم تاریخی کتب آئین اکبری، اکبر نامہ، منتخب التواریخ، تاریخ الفی اور طبقات اکبری وغیرہ اسی دور کی تصانیف ہیں۔ راجہ ٹوڈرمل، ابوالفضل، فیضی، شیخ مبارک، ملا عبداللہ سلطان پوری، شیخ عبدالنبی، بیربل اور عبدالقادر بدایونی جیسے جید علما، منتظمین، سائنس داں اور صاحب قلم حضرات اس کے دربار کی زینت تھے۔ مجموعی طور پر تعلیم نے اکبری دور میں غیر معمولی ترقی کی۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ اس نے نہ صرف مدارس کے نصاب تعلیم اور نظام تعلیم میں تبدیلیاں کیں بلکہ سنسکرت کی تدریس میں بھی اصلاحات کیں۔ اس عہد کے مدارس میں مدرسہ خاص، مدرسہ میر جملہ، مدرسہ خیر المنازل (۱۵۶۱ء) ابوالفضل قابل ذکر ہیں۔

جہانگیر نے بھی کئی مدارس قائم کیے۔ اہم بات یہ ہے کہ اس نے نہ صرف مدارس قائم کیے بلکہ ان کی ترقی کے لیے ایک فرمان جاری کیا جس کی رو سے اگر کوئی امیر متمول مسافر لاوارث مر جاتا تو اس کا مال و دولت مدارس اور خانقاہوں کی تعمیر وغیرہ میں خرچ ہوتا تھا۔ اسی دولت سے قدیم مدارس کی مرمت بھی کی جاتی تھی۔ یوں تو شاہ جہاں کا زمانہ تعمیرات کے لیے مشہور ہے۔ لیکن اس نے نہ صرف اپنے اجداد کے زمانے میں قائم شدہ مدارس کو جاری رکھا بلکہ جامع مسجد کے نواح میں ایک مدرسہ ''دارالبقا'' کی بنیاد ڈالی جس کا ذکر سرسید کی تصنیف ''آثار الصنادید'' میں ہے۔ یہ مدرسہ ۱۶۵۰ء میں قائم ہوا تھا۔ اس کے ساتھ ایک اسپتال بھی تھا دونوں ۱۸۵۷ء کے غدر میں تباہ ہوگئے۔ اس دور کی ایک امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ بیگمات نے بھی چند مدارس قائم کیے جن میں اکبر آبادی بیگم اور جہاں آرا بیگم کے قائم کردہ مدارس قابل ذکر ہیں۔ فتحپور سیکری میں شاہی محل کے قریب ایک مدرسہ لڑکیوں کے لیے ''مدرسۃ البنات'' کے نام سے قائم کیا گیا تھا۔

اورنگ زیب بذات خود عالم اور علم و ادب کے شیدائی تھے۔ انھوں نے متعدد مکاتب و مدارس قائم

کیے،اس کارِ خیر میں معقول رقم صرف کی اور تعلیم کو وسعت عطا کی۔ان کا اپنا نقطہ نظر تعلیم و تدریس کے بارے میں بہت وسیع تھا۔اپنے دور کے نصاب تعلیم میں اہم تبدیلیاں کیں۔ پورے ملک میں اسلامی تعلیم کو عام کرنے کی کوشش کی۔ مدارس کے طلبہ کو وظائف دیے۔احمد آباد میں ایک مدرسے کے اخراجات کے لیے دو گاؤں وقف کیے۔اسی حکمراں نے ایک ڈچ تاجر کی کوٹھی خرید کر فرنگی محل کے نام سے ایک مدرسے کی بنیاد لکھنو میں ڈالی اور ملا نظام الدین کو اس میں استاد مقرر کیا۔یہی ملا نظام الدین تھے جنھوں نے ''درس نظامیہ'' کی تاسیس رکھی جو کہ آج بھی نہ صرف زندہ ہے بلکہ مدارس کے نصابات میں نمایاں مقام حاصل ہے۔اورنگ زیب نے اپنے حکام کو فرمان بھی جاری کیے تھے کہ وہ رعایا کی تعلیم میں دلچسپی لیں۔اسی دور میں محمد بن طاہر پٹنی نے ۱۷۱۶ء میں ''مدرسہ کنز مرغوب مہسانہ'' کی بنیاد گجرات میں رکھی جو کہ آج تک قائم ہے اور بقول ڈاکٹر قمر الدین ۵۵۰ طالب علموں کو عالمیت کی تعلیم دے رہا ہے۔آزادی سے قبل تک یہاں پشاور' بخارا' افغانستان اور بنگال کے طلبہ زیر تعلیم تھے۔

اگر چہ اورنگ زیب کو کٹر مذہبی نقطہ نظر کا حامل حکمراں تصور کیا جاتا ہے لیکن تعلیم کے بارے میں ان کی فکر میں بڑی وسعت تھی۔ مدارس کے نصاب میں انھوں نے دینی علوم کے علاوہ دیگر علوم کی شمولیت پر بھی زور دیا جنھیں آج کی اصطلاح میں ہم ''عصری علوم'' کہتے ہیں۔اس طرح وہ مدارس کے نصاب و نظام تعلیم کے تعلق سے اپنے وقت سے بہت آگے تک کی فکر کے حامل حکمراں تھے۔انھوں نے گجرات کے بوہروں کے لیے بھی مدارس قائم کیے اور ان کی تعلیم میں دلچسپی کا یہ عالم تھا کہ ان مدارس کے امتحان کے نتائج براہ راست ان کے پاس بھیجے جاتے تھے۔دیوبند میں اورنگ زیب کے زمانے کے ایک مدرسے کا ذکر ملتا ہے جو سرائے پیرزادگان میں تھا جسے دہلی کی مرکزی حکومت کی جانب سے ایک بڑی جاگیر مصارف کے لیے دی گئی تھی۔مغل حکومت کا زوال یوں تو اورنگ زیب کے دور سے ہی شروع ہو چکا تھا لیکن مدارس کے قیام اور ان کی امداد کا سلسلہ آخری مغل تاجدار تک جاری رہا۔اسی دورِ زوال کی یادگار دہلی کے اجمیری گیٹ کا ''مدرسہ غازی الدین حیدر'' ہے۔ جسے نواب اعتماد الدولہ نے ۱۷۲۷ء میں قائم کیا تھا جو آگے چل کر ''دلی کالج'' کے نام سے مشہور ہوا۔اسی طرح کے دو مدارس دہلی کے مشہور مقام دریبہ کلاں میں نواب شرف الدولہ نے ۱۷۲۲ء میں قائم کیے تھے،جن میں ایک کا نام ''مدرسہ ارادت مند خاں'' تھا۔سرسید احمد خاں نے بھی ''آثار

الصنا دید'' میں بہت سے مدارس اور کتب خانوں کا ذکر کیا ہے، جن سے دہلی کی علمی عظمت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اورنگ زیب کے زمانے کے ایک سیاح ہملٹن نے شہر ٹھٹھ میں مختلف علوم وفنون کے چار سو (۴۰۰) مدارس کا تذکرہ کیا ہے۔ اس سے اس دور کے ان بڑے شہروں میں علما اور امرا کی علمی کاوشوں کا پتہ چلتا ہے۔ اس طرح اس پورے دور میں مدارس کے نظام تعلیم کو کافی فروغ حاصل ہوا۔ مغل دور کے ہی آخری حکمراں محمد شاہ کے دور میں شاہ ولی اللہ دہلوی نے ''مدرسہ رحیمیہ'' کے ذریعے قرآن وحدیث اور منقولات کی خدمات انجام دیں۔ مجموعی طور پر اس پورے دور میں تعلیم کی اشاعت کے لیے کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا گیا۔ مساجد میں نہ صرف مکاتب و مدارس قائم ہوئے بلکہ اہم مساجد میں صحن کے ۳ طرف چھوٹے چھوٹے حجرے دراصل کلاس روم اور طلبہ و مدرسین کی قیام گاہ تھے۔ قدیم خانقاہیں، مقبرے، روضے اور ان کے حجرے ان ہی مقاصد کے لیے بنائے گئے تھے۔ مقبرہ علاء الدین خلجی، مقبرہ ہمایوں اور دلی، آگرہ، احمد آباد اور بیجاپور وغیرہ متعدد مقامات پر ایسی مثالیں آج بھی موجود ہیں جن سے اس وقت کی تعلیم گاہوں کی وسعت اور ایک مربوط ومنظّم تعلیمی نظام کا اندازہ ہوتا ہے۔ اور دہلی تو دارالخلافہ ہونے کے ناطے ''رشک شیراز وبغداد'' کہلانے لگی تھی۔

انگریزوں کی آمد نے مسلمانوں کی تعلیم اور نتیجے کے طور پر ان کی سماجی اور معاشی زندگی پر بہت منفی اثرات مرتب کیے۔ مغل دور تک دینی مدارس میں جو نصاب رائج تھا وہ اپنے دور کی جملہ ضروریات کی تکمیل کے فرائض بخوبی انجام دے رہا تھا۔ اس میں خالص دینی علوم یعنی تفسیر، فقہ، حدیث، علم کلام، صرف نحو، معنی وادب کے علاوہ دیگر رائج الوقت علوم مثلاً ریاضی، منطق، فلسفہ، علم الحساب، تاریخ اسلام اور عربی وفارسی زبانیں شامل تھیں۔ ان مدارس سے فارغ طلبہ مختلف عہدوں اور مسندوں پر فائز ہوتے نیز حکومت کی کرسی کی زینت بھی بنتے تھے۔ ان عہدوں میں صدر الصدور، مفتی، قاضی، مدارس کے معائنہ کار اور سررشتہ دار وغیرہ شامل تھے لیکن انگریزوں کی آمد اور انگریزی تعلیم کی توسیع وتشہیر سے مسلمان ان عہدوں سے دور ہوتے چلے گئے اور انگریزی داں طبقہ ان پر قابض ہوتا گیا۔ انگریزی اداروں کی اہمیت بڑھتی گئی اور قدیم علوم اور مدارس کا نظام تعلیم ''تقویم پارینہ'' بنتے گئے۔ مگر ایسی حالت میں بھی مسلمانوں کے دینی تعلیمی ادارے چلتے رہے، خواہ رفتار دھیمی ہی سہی۔ ان اداروں میں دینی تعلیم کا وہ نصاب رائج رہا جس کا ایک مضمون فارسی تھا۔ لیکن ۱۸۳۷ء میں سرکاری زبان کے طور پر فارسی کا استعمال ترک کر دیا گیا۔ یہ قدم مسلمانوں پر ایک ضرب کاری ثابت ہوا۔ اس سے مسلمانوں کے ان دینی مدارس

کی رہی سہی اہمیت بھی ختم ہوگئی۔اسی دوران اسلامی ضابطہ فوجداری کی جگہ تعزیرات ہند کے نفاذ نے بچی کھچی کسر پوری کردی، مفتیوں کے عہدے ختم کر کے مسلمانوں کی معاشی اور سماجی زندگی پر ایک کاری ضرب اور لگادی گئی۔ اسی کے ساتھ ساتھ انگریزوں نے مسلمانوں کے تعلیمی مدات اور اوقاف پر غاصبانہ تصرف کے ذریعے انھیں ایسے تمام فوائد سے محروم کردیا جس کے وہ قانوناً مستحق تھے۔اس سلسلے میں ڈاکٹر رفیق زکریا نے مشہور محسن فنڈ کا ذکر مثال کے طور پر کیا ہے جسے بنگال کے ایک متمول مسلمان نے مسلمانوں کی فلاح کے لیے قائم کیا تھا لیکن برطانوی حکومت نے اس بڑی رقم کو ایک غیر مسلم کالج کے قیام پر صرف کردیا۔دوسری جانب علما انگریزی تعلیم کے حصول اور انگریزی تعلیم یافتہ افراد کی سختی سے نہ صرف مخالفت کرتے تھے بلکہ حکومت کی جانب سے کیے جانے والے فلاح و بہبود کے ہر قدم کو شک و شبہ کی نظروں سے دیکھتے تھے۔بقول حالی ہر وہ شخص جس نے اپنی ابتری کو بہتری میں بدلنے کی کوشش کی عیار اور بزدل قرار دیا گیا اور اسے الحاد کے فتوؤں سے نوازا گیا (مقالات حالی' حصہ اول ص ۲۸) ان علما نے جدید مغربی تصورات کے خلاف ایک قسم کی مذہبی جنگ کی تلقین شروع کردی جو فتح کے نام پر ہزیمت اٹھانے کے سوا کچھ نہ تھا۔ان حالات میں مسلمان تعلیم کے لحاظ سے محض دینی مدارس میں قلعہ بند ہوکر بیٹھ گئے۔حالانکہ حالی جیسے بزرگ ماضی کی دنیا سے چمٹے رہنے کے نقصانات سے آگاہ کرتے رہے۔مولانا شبلی نے یہ ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگادیا کہ اسلام نے بدلتے ہوئے حالات کے ساتھ ہمیشہ ہم آہنگی پیدا کی ہے اور یہ کہ یہی لچک اسلام کی ہمہ گیریت اور آفاقیت کی مظہر ہے۔ساتھ ہی انھوں نے بتایا کہ کس طرح ابتدائی دور میں مسلمانوں نے لباس' طرز تعمیر' نظم و نسق' ڈاک' سرحدوں کی تقسیم' طب' فلسفہ' ادب' فنون' علم نجوم' علم الحساب وغیرہ میں یونان' ایران' روم اور ہند وغیرہ سے بہت کچھ حاصل کیا ہے۔لیکن ان سب باتوں کا کوئی خاطر خواہ اثر علما نے نہ لیا۔نتیجے کے طور پر ان سب عوامل کا اثر مسلمانوں کی تعلیمی زندگی پر پڑا۔انگریزوں کو مشتبہ نظروں سے تو دیکھا ہی جاتا تھا' اب ان سے مسلمانوں کی دوری بھی بڑھتی چلی گئی۔انگریزی اور انگریزی علوم سے گریز کا یہ عالم تھا کہ کسی کے گھر میں اگر ردی میں بھی کسی انگریزی زبان کی کتاب کے چند صفحات پڑے مل گئے تو انہیں چمٹے سے اٹھا کر باہر پھینکا گیا اور گھر کے اس حصے کو اچھی طرح دھو کر پاک کیا گیا۔

انگریزوں کی جدید تعلیم کے ردعمل کے طور پر مدارس کی پوری زندگی اور پورا نظام تعلیم محض قدیم دینی علوم تک محدود ہوکر رہ گیا اور مسلمانوں کے تعلیمی نظام میں ''قدیم'' اور ''جدید'' کے نام سے دو طبقے پیدا

ہوگئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ علم اور فکر ونظر کی سابقہ وحدت ختم ہوگئی۔ قدیم طرز پر تعلیم پانے والوں کے لیے مملکتی انتظام ومسائل اور عام ملکی عہدوں اور منصوبوں کی راہیں مسدود ہوگئیں۔

۱۸۵۷ء کی پہلی جنگ آزادی مسلمانوں کے لیے انگریزوں کے خلاف محض ایک بغاوت ہی نہ تھی بلکہ ان کی کھوئی ہوئی مراعات کے حصول کی آخری جان توڑ کوشش بھی تھی۔ جس کی ناکامی نے مسلمانوں کی کمر توڑ کر رکھ دی۔ ادھر مسلمانوں میں برتری کا احساس تو شدت سے موجود تھا ہی' وہ حقیقت پسندی کا ثبوت نہیں دے رہے تھے۔ ظاہر ہے انگریزوں نے حکومت تو مسلمانوں سے ہی حاصل کی تھی اس کی یاد بھی مسلمانوں کو رہ رہ کر ہر ہر پہلو تڑپاتی رہی۔ اس طرح مسلمانوں کے دلوں میں انگریز اور انگریز سے متعلق ہر چیز کے لیے معاندانہ رویہ بڑھتا گیا جس کا نقصان خود مسلمانوں کو ہی سب سے زیادہ ہوا اور مسلمان اپنے قدیم تعلیمی اداروں میں ہی سمٹ کر رہ گئے اور اس سے کس قدر نقصانات ہوئے، اس کا اندازہ تعلیمی اداروں اور ملازمتوں میں مسلمانوں کے تناسب سے لگایا جاسکتا ہے۔

مدارس کا ان حالات میں برقرار رہنا کسی معجزے سے کم نہ تھا۔ بلاشبہ ان مدارس نے سخت ترین حالات میں بھی ہندوستان کے مسلمانوں کو نہ صرف عیسائیت کے جال سے بچائے رکھا اور انھیں دینی علوم کے قریب تر رکھا، بلکہ ان ہی مدارس کی اصلاحی اور تعلیمی سرگرمیوں کے تحت ہزاروں مسلمان جہالت کی تاریکی سے علم کی روشنی میں آتے رہے۔ گرچہ اس سخت رویہ اور قدیم نظام تعلیم کے بڑے نقصانات بھی مرتب ہوئے۔ ایک یہ کہ انگریز بیزاری اور انگریزی سے نفرت کے نتیجے میں ان مدارس میں جدید علوم کو داخل ہونے کا موقع نہ ملا۔ دوسرا بڑا نقصان یہ ہوا کہ علم ہمیشہ کے لیے دو حصوں میں تقسیم ہو کر رہ گیا۔ یعنی دینی علوم اور دنیاوی علوم۔ اس طرح تعلیمی ادارے بھی مدارس اور عصری تعلیمی اداروں میں منقسم ہوگئے۔ انگریزی تعلیمی اداروں میں مسلمانوں کی جو نسل تعلیم پارہی تھی' اس کے دماغ کا سانچہ چونکہ دینی تعلیمی اداروں میں تعلیم پانے والے طلبہ کے سانچے سے مختلف تھا' اس لیے جدید تعلیم یافتہ مسلمان اور علما کے درمیان ایک خلیج حائل ہوگئی اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ خلیج وسیع تر ہوتی گئی۔ ان میں اول الذکر افراد چونکہ معاشی لحاظ سے خوشحال اور حکومت وقت سے قریب تھے، اس لیے وہ زیادہ احساس برتری میں مبتلا ہوگئے۔ اس طرح نہ صرف تعلیمی ادارے دو حصوں میں بٹ گئے اور ان میں فاصلہ بڑھتا گیا بلکہ دینی مدارس کا نصاب بھی بالکل جامد ہو کر رہ

گیا، اوران مدارس کے اساتذہ وطلبہ میں علیحدگی پسندی، انگریزی اور انگریزی تعلیم یافتہ افراد اور مغربی تعلیم سے گریز بھی بڑھتا گیا۔ قدیم طرز پر تعلیم پانے والے افراد کے لیے مملکتی نظام میں راہیں مسدود ہوگئیں۔ جملہ مناصب اور عہدے جدید اور انگریزی تعلیم گاہوں کے فارغین کے لیے مخصوص ہوگئے اور چونکہ جدید نظام تعلیم اپنے دامن میں جدید علوم وفنون، سائنس، معاشیات اقتصادیات، عمرانیات، سیاسیات اور انگریزی زبان وادب لے کر آیا تھا، لہٰذا ان کا مطالعہ کرنے والوں کی زندگی اور فکر کو ایک نئی سمت ملی، ان کی زندگی کا ایک ایک گوشہ ان علوم سے بہت زیادہ متاثر ہوا۔ اس طرح مسلم سماج میں رفتہ رفتہ ایک بالکل نیا ماحول پیدا ہوگیا۔ ساتھ ہی آہستہ آہستہ حاکمانہ عظمت واقتدار اور معاشی خوشحالی کی آغوش میں یہ علوم زندگی پر حاوی ہوگئے ۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۹ ویں صدی کے آخر تک قدیم دینی نظام تعلیم آخری سانس لینے لگا اور اس کی جگہ ایک ایسے نظام تعلیم نے لے لی جسے مسلم عوام اور خصوصاً علما کسی قیمت پر قبول کرنے کو تیار نہ تھے۔ گو کہ یہ نظام وقتی طور پر مستحکم بنیادوں پر کھڑا تھا مگر اس کا مقصد تھا انگریزی زبان کے ذریعے مغربی علوم کی اشاعت اور ہندوستانیوں میں ایسے افراد تیار کرنا تھا جو جسمانی طور پر تو ہندوستانی نظر آئیں لیکن ذہنی طور پر مکمل انگریزی سانچے میں ڈھل جائیں اور انگریزی حکومت کے استحکام کے لیے انگریزی حکام کے ہاتھ مضبوط کریں۔ اسی مقصد کے پیش نظر تعلیم آہستہ آہستہ حکومت کی ذمے داری بن گئی جس کے مختلف پہلوؤں پر غور وفکر کرنے اور اس کی ترقی کے لیے اقدام کی غرض سے کئی انکوائریاں کرائی گئیں اور ایجوکیشنل کمیشن بٹھائے گئے۔ مقصد یہ تھا کہ ان کمیشنوں کے جمع کیے گئے اعداد وشمار اور ان کی سفارشات کی روشنی میں جدید تعلیم کو زیادہ مفید اور موثر بنانے کے لیے اقدامات کیے جاسکیں۔

انگریزوں کی آمد اور نئے نظام تعلیم نے مسلمانوں کے تعلیمی اداروں اوران کے ذرائع آمدنی پر کاری ضرب تو لگائی ہی تھی، ساتھ ہی حکومت ان کے وجود، ان کی عظیم تاریخ اور دیرینہ خدمات کو بھی بھول گئی۔ مسلمان، مدارس کے نظام تعلیم پر کاری ضرب لگنے اور خود کو جدید تعلیم کی دولت سے آراستہ پیراستہ نہ کرنے کے نتیجے میں کافی پچھڑ چکا تھا۔ ان حالات میں ایسٹ انڈیا کمپنی نے یہ محسوس کرنا شروع کیا کہ اسے تعلیم کے میدان میں ہندوستانیوں کے لیے بھی کچھ کرنا چاہیے۔ سیاسی طور پر کمپنی ان مسلم اور ہندو حکمرانوں کی جانشین تھی جنھوں نے مدارس، گروکل اور پاٹھ شالائیں قائم کیے تھے۔ ان کے اساتذہ کو مالی امداد دی تھی اور ان

اداروں کے اخراجات کے لیے اوقاف قائم کیے تھے۔لہٰذا یہ سوچا گیا کہ کمپنی با اثر ہندوستانیوں کے لڑکیوں کی تعلیم کا انتظام کر دے تا کہ وہ سرکاری عہدوں پر فائز ہو سکیں۔ نیز کمپنی کو اعلیٰ طبقات کا اعتماد حاصل ہو جائے اور ہندوستان میں انگریزی حکومت کو استحکام مل سکے۔ اسی خیال کے پیش نظر وارن ہیسٹنگز (Waren Hastings) نے ۱۷۸۱ء میں کلکتہ مدرسہ (مدرسہ عالیہ) کی بنیاد ڈالی۔شروع میں ۲۹ ہزار روپے کی آمدنی والی زمین مدرسے کے اخراجات کے لیے دی گئی۔ ۱۷۸۵ء میں ایک سند کے ذریعے یہ زمین مدرسے کے نگراں محمد معز الدین اور ان کے جانشینوں کے نام سے کر دی گئی۔لیکن بدانتظامی کی مسلسل شکایتوں کی وجہ سے ادارے کے نظم و نسق کو ٹھیک کرنے کے لیے ایک یوروپین سکریٹری مقرر کیا گیا اور زمینوں کے بدلے ۳۰ ہزار روپے کے صرفے کی ضمانت دی گئی۔ابتدا میں یہ مدرسہ سیالدہ میں کرائے کی عمارت میں شروع ہوا تھا' لیکن ۱۸۲۴ء میں کلکتہ لایا گیا۔ ۱۸۲۷ء میں اس میں طب کی تعلیم شروع ہوئی اور ۱۸۳۶ء تک جاری رہی۔ اسی سال مدرسے کے شعبہ طب کو کلکتہ میڈیکل کالج میں شامل کر دیا گیا۔ ۱۸۵۴ء میں اس میں اینگلو پرشین کا شعبہ کھولا گیا جس میں عام اسکول کا نصاب پڑھایا جاتا تھا۔اس کے بعد حدیث اور تفسیر کی تعلیم کی ابتدا ہوئی جس کی تکمیل پر طلبہ کو ''فخر المحد ثین'' اور بعد میں ''تاج المحد ثین'' کی سند دی جاتی تھی۔ بعد میں اس سند کا نام ''ممتاز المحد ثین'' رکھا گیا۔ دوسرا مخصوص نصاب ''ممتاز الفقہا'' کا تھا۔ ۱۸۸۴ء میں تیسرا خصوصی نصاب ''ممتاز الادبا'' کے نام سے شروع کیا گیا۔

''مدرسہ عالیہ'' کے بعد پورے بنگال میں متعدد مدارس کا قیام عمل میں آیا اور مدرسے کی تعلیم اس قدر اہمیت اختیار کر گئی کہ پورے بنگال میں مدارس کا جال سا بچھ گیا اور بنگال کے نظام تعلیم کا ایک اہم حصہ بن گیا۔ ۱۹۵۱ء میں ''محمڈن ایجوکیشنل ایڈوائزری کمیٹی'' کی سفارش پر مدرسے کے نظام تعلیم میں چند تبدیلیاں کی گئیں۔اس نظام کے تحت دو طرح کے مدارس وجود میں آئے یعنی ''ہائی مدرسہ'' اور ''سینئر مدرسہ'' پھر یہ دونوں طرح کے مدارس ویسٹ بنگال مدرسہ ایجوکیشنل بورڈ کا حصہ بن گئے،ان کا قیام آزادی کے بعد ہوا اور مدارس کا یہ نظام ابھی تک جاری ہے۔

اس طرح انگریزی سرکار کی تعلیمی پالیسی مسلمانوں کے اداروں پر اثر انداز ہوتی رہی۔انگریز چونکہ اپنی آمد کے بعد بڑے منصوبہ بند انداز میں دیسی اداروں کو تو ختم کر ہی چکے تھے،اب وہ نئے نظام تعلیم کے

ذریعے ہندوستانی عوام کو پوری طرح اپنے رنگ میں رنگنے کی فکر میں تھے اور اس کے لیے اقدامات بھی کر چکے تھے۔

علمائے کرام پر مشتمل طبقے نے حالات کا اندازہ لگا کر ایک فیصلہ متفقہ طور پر کرلیا کہ اگر انھیں اپنی نئی نسل کو دائرۂ اسلام کے اندر رکھنا ہے تو انھیں اپنے وسائل کے بھروسے پر اپنے مدارس کو قائم کرنا ہوگا۔ نیز مذہبی تعلیم کے لیے کسی قیمت پر بھی حکومت پر انحصار نہیں کرنا ہوگا۔ انھیں مقاصد کو ملحوظ رکھتے ہوئے ۳۰ مئی ۱۸۶۷ء میں ''دارالعلوم دیو بند'' کا قیام حاجی محمد عابد حسین کی سر پرستی میں عمل میں آیا۔ اس کی تاسیس کے پس پشت جہاں غیر ملکی تسلط سے بچاؤ اور دینی تقاضوں کی تکمیل کا جذبہ تھا، وہیں انگریزوں سے بغاوت اور لوہا لینا بھی شامل تھا۔ اس ادارے نے چند سال میں ہی غیر معمولی ترقی کی اور عالمی شہرت حاصل کرلی اور جلد ہی اسے ''جامع ازہر'' کے بعد دوسرا مقام حاصل ہو گیا۔ اس کے نصاب میں تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ، منطق و فلسفہ اور عربی زبان وادب کی تعلیم شامل کی گئی۔ اس طرح اس مدرسہ کے ذریعے علما کا ایک ایسا طبقہ تیار کرنے کی کوشش کی گئی جو علم، عمل، سیرت اور وضع قطع غرض ہر لحاظ سے قدیم تھا اور کسی حد تک آج بھی ہے۔

یوں تو پہلے مدارس کے اخراجات کی ذمے داری عموماً امرا اور سلاطین کے سر ہوتی تھی لیکن دارالعلوم دیو بند کے قیام کے دور تک پہنچتے پہنچتے ایک تو امرا و سلاطین کا دور گزر چکا تھا، ساتھ ہی علمائے کرام نہ حکومت پر منحصر رہنا چاہتے تھے اور نہ اس کی دخل اندازی انھیں پسند تھی۔ اس لیے دارالعلوم کے اکابرین نے ہندوستان کے غریب عوام کی طرف دست اعانت بڑھایا۔ یہ قدم نہ صرف کامیاب رہا بلکہ عام طور پر مدارس کے قیام کے لیے مشعل راہ بن گیا۔ حصول سرمایہ کے لیے ہندوستان میں یہ پہلی کوشش تھی جس کی تقلید میں مدارس کے قیام کا ایک طویل سلسلہ جاری ہوا اور چند سال میں ہی ہندوستان میں دینی مدارس کا جال سا بچھ گیا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ وہ ''سلسلۂ لامتناہی'' آج بھی جاری وساری ہے۔

مدارس کے قیام کے مقاصد میں سے ایک مقصد تھا انگریز بیزاری سے نفرت کی حد تک گریز۔ اس کا ایک بڑا نقصان یہ ہوا کہ دینی مدارس میں وقت کے جدید علوم بار نہ پا سکے، حتیٰ کہ تاریخ سے بھی ۱۸۵۷ء کے بعد کی نسل بے بہرہ رہ گئی اور دینی مدارس کا دائرہ کار انتہائی محدود ہو کر رہ گیا۔ انگریزی اور عصری علوم سے تنفر نے طرۂ امتیاز اور ایک روایت کی شکل اختیار کرلی۔ مدارس سے متعلق بیشتر افراد کا نقطہ نظر یہ بن گیا کہ مدارس

کے پورے تعلیمی ماحول کو چند مضامین تک محدود رکھنا ہے۔ فارسی عربی اور اردو کے علاوہ باقی زبانوں اور دیگر مذاہب کے تقابلی مطالعے یہاں تک کہ معلومات عامہ کی تحصیل کو بھی غیر اہم تصور کیا گیا چونکہ طریقہ تدریس بھی بہت پرانا تھا' جو کہ مضامین اور کتابوں کے گرد گھومتا تھا' اس لیے پوری تدریس میں تفہیم پر زور کم سے کم رہا۔ بلاشبہ مدارس کے فارغین نے دیگر خدمات کے ساتھ ساتھ اسلام دشمن عناصر سے بھی لوہا لیا لیکن اس کا ایک نقصان یہ ہوا کہ حصول علم میں مناظرانہ نقطہ نظر بھی پروان چڑھتا رہا۔ دوسری جانب عصری اداروں میں پڑھ کر مسلمانوں کی جو نسل تیار ہوئی، اس کے دماغ کا سانچہ مدارس کے طلبہ کے سانچے سے بالکل مختلف تھا بلکہ بعض حالات میں دونوں ہی بعد المشرقین رہا۔ اس طرح جدید علوم تعلیم یافتہ مسلمانوں اور مدارس کے قدیم نظام تعلیم سے فارغ ہونے والے علما کے درمیان ایک نمایاں علمی اور فکری خلیج حائل ہوگئی اور یہ خلیج زندگی کے ہر شعبے میں نظر آنے لگی۔ اسی خلیج کو دور کرنے اور ''قدیم'' و ''جدید'' کے مابین ایک نئی راہ نکالنے کی خاطر ۱۸۹۸ء میں ''دارالعلوم ندوۃ العلماء'' کی تاسیس عمل میں آئی۔ اس سے مولانا محمد علی مونگیری کی تحریک کو جلا ملی۔ اس کی نظریاتی حیثیت دیوبند کے ''قدیم'' دارالعلوم اور علی گڑھ کی ''جدید'' یونیورسٹی کے بیچ کی کڑی تھی اور شاید اسی لیے ندوۃ کے فارغین کو ''جدید مولوی'' بھی کہا گیا۔ قدیم نصاب تعلیم کو زمانے کے مطابق ڈھالنے اور دونوں قسم کی درسگاہوں کے فارغین کو ایک دوسرے سے قریب لانے کے لیے یہ فیصلہ کیا گیا کہ نصاب میں اس طرح تبدیلی کی جائے کہ وہ ''قدیم'' اور ''جدید'' دونوں کی خوبیوں کا حامل بن جائے لیکن اصلاح نصاب کے حامی علما بھی اس سلسلے میں کوئی جرأت مندانہ قدم اٹھانے سے گریز کرتے رہے۔ اس طرح اس کا نصاب بھی ''روایتی'' بن کر رہ گیا۔ گرچہ یہاں کے نصاب میں دینیات کے ساتھ ساتھ عربی ادب پر خصوصی توجہ دی گئی۔ جب علامہ شبلی ۱۹۰۵ء میں ''ندوۃ العلماء'' کے معتمد تعلیم مقرر ہوئے تو انھوں نے انگریزی زبان و ادب کو ندوہ کے نصاب میں شامل کرنے کی حمایت کی اور احکامات بھی جاری کیے لیکن ارباب ندوہ اس مسئلہ کو طویل مدت تک ٹالتے رہے۔ تصور وہی تھا کہ انگریزی کی تدریس پر روپیہ خرچ کرنا ''دنیاوی تعلیم'' پر خرچ کرنے کے مترادف ہے۔

یوں تو ندوۃ العلماء کا قیام بعض نقطہ نگاہ سے مسلمانان ہند کی زندگی میں بڑی اہمیت کا حامل تھا لیکن اس کے قیام کے جو مقاصد تھے یعنی:

۱) نصاب تعلیم کی اصلاح، دین کی ترقی، تہذیب، اخلاق اور شائستگی اطوار
۲) علما کے باہمی نزاع کا رفع اور اختلافی مسائل کے ردوکد کا پورا انسداد
۳) عام مسلمانوں کی صلاح وفلاح اور اس کی تدابیر مگر سیاسی اور ملکی معاملات سے علاحدہ
۴) ایک عظیم الشان اسلامی دارالعلوم کا قیام، جس میں علوم وفنون کے علاوہ عملی صنائع کی بھی تعلیم ہو

دارالعلوم دیوبند کی بنیاد قدیم اصول وطرز اور نظام تعلیم پر رکھی گئی جب کہ ندوۃ العلما لکھنو کے قیام کا اہم مقصد ''قدیم'' و ''جدید'' یعنی دیوبند اور علی گڑھ کے مابین پیدا شدہ خلیج کو کم کرنا اور درس وتدریس کے اعتبار سے ایک نئی راہ نکالنا تھا۔ آگے چل کر ہندوستان میں دارالعلوم کے طرز پر چلنے والے نمائندہ اداروں میں مدرسہ مظاہر العلوم، سہارنپور، مدرسہ شاہی، مرادآباد، مدرسہ امدادیہ، دربھنگہ وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ جب کہ دارالعلوم بھوپال، جس کی بنیاد بھوپال کی وسیع وعریض مسجد ''تاج المساجد'' میں رکھی گئی ہے، ندوہ کا پیروکار ایک نمائندہ ادارہ ہے۔

اس کے علاوہ جماعت اہل حدیث کے بھی ہندوستان میں متعدد مدرسے چل رہے ہیں۔ ان میں جامعہ سلفیہ بنارس، مدرسہ رحمانیہ نئی دہلی، مدرسہ رحمانیہ بنارس اور مدرسہ احمدیہ سلفیہ لہریا سرائے دربھنگہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اہل سنت و جماعت (بریلوی مسلک) کے مدارس بھی ہندوستان کی مختلف جگہوں میں قائم ہیں جیسے جامعہ اشرفیہ مبارکپور، دارالعلوم محبوب سبحانی ممبئی، مرکز الثقافۃ السنیہ کالی کٹ، کیرالا وغیرہ۔

فرقہ اثنا عشریہ (شیعہ) کے بھی متعدد مدارس ملک بھر میں قائم ہیں۔ زیادہ تر اس فرقے کے علمی ودینی مراکز لکھنو میں ہیں۔ ان مدارس میں سلطان المدارس مدرسہ ناظمیہ اور مدرسۃ الواعظین خاص طور پر مشہور ہیں۔ ''تنظیم المکاتب'' جو کہ لکھنو میں قائم ہے، اس کے زیر نگرانی بھی بہت سے مکاتب چل رہے ہیں۔ اہم بات یہ ہے کہ ''تنظیم المکاتب'' نے مکاتب کے لیے اردو میں بہت ساری کتابیں شائع کی ہیں۔

جنوبی ہند میں جہاں مسلمانوں میں تعلیم کے تعلق سے کافی بیداری ہے بہت سے عربی مدارس ہیں۔ ان میں حیدرآباد کا مدرسہ نظامیہ، دارالعلوم حیدرآباد دارالعلوم سبیل السلام، عمرآباد کا جامعہ دارالسلام، خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

مالا بار کا علاقہ جواب ہندوستان کے صوبہ کیرالہ میں شامل ہے، تعلیمی اعتبار سے آج پورے ہندوستان میں پیش پیش ہے۔ اس علاقے میں بھی متعدد عربی مدارس قائم ہیں جن میں روضۃ العلوم، مدینۃ

العلوم، فلاحیہ عربک کالج، رحمانیہ یتیم خانہ، انوار السلام وغیرہ مشہور ہیں۔ اس صوبے میں مقامی زبان ملیالم اور انگریزی کے بعد عربی زبان کا درجہ ہے جو ثانوی زبان کی حیثیت سے مسلمانوں کے اسکولوں، کالجوں اور مدرسوں میں پڑھائی جاتی ہے۔ ساتھ ہی حکومت کیرالا کے محکمہ تعلیم نے عربی زبان کا نصاب بھی تیار کرایا ہے جو خاصا کامیاب بتایا جاتا ہے۔ کیرالا کے بعض مدارس میں اردو زبان وادب کی بھی تعلیم دی جاتی ہے۔

گجرات جو کہ صوفیائے کرام کے زمانے سے ہی ظاہری و باطنی علوم کا مرکز رہا ہے۔ وہاں بھی متعدد قدیم وجدید مدارس قائم ہیں۔ ان میں ڈابھیل کا جامعہ اسلامیہ ایک زمانے میں ایک بڑا تعلیمی مرکز تھا، جس کے اساتذہ میں دیوبند کے فاضل ترین اساتذہ انور شاہ کشمیری اور شبیر عثمانی بھی شامل تھے۔ اس کے علاوہ راندیر کا جامعہ حسینیہ اور جامعہ اشرفیہ اور آنند کے مدارس قابل ذکر ہیں۔

وقتی ضرورت کے تحت مختلف ریاستوں میں مدرسوں کے بورڈ قائم ہوئے مثلاً بہار، اتر پردیش، آسام، اڑیسہ، مغربی بنگال، مدھیہ پردیش، راجستھان وغیرہ۔ ان بورڈوں کے تحت چلنے والے ملحقہ مدرسوں کے نصاب تعلیم میں دینی علوم کے ساتھ ساتھ عصری علوم کو بھی شامل کیا گیا۔

1.7 ہندوستان کے اہم مدارس

جہاں تک ہندوستان میں مسلمانوں کے دینی وجود اور اثاثے کے تحفظ کی بات ہے یہ رول اہمیت کے ساتھ دارالعلوم دیوبند نے ادا کیا ہے۔ فرانس روبنس (Francis Robinson) لکھتے ہیں کہ

> "The achievement of Deoband was to drive the process of Jihad inwards, and to make knowledge of Gods' world and the individual human consciences the twine pillars on which Muslim society would survive under colonial rule."

> ''دیوبند کا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے داخلی سطح پر جہاد کے عمل کو آگے بڑھانے کی کوشش کی اور خدا کے کلام کی معرفت اور فرد کے شعور کو ایسے دوستونوں کی شکل دینے کی کوشش کی جس پر نوآبادیاتی عہد میں مسلم معاشرت کی عمارت برقرار رہ سکے۔''

برطانوی حکومت 1857ء کی بغاوت کا اصل ذمہ دار مسلمانوں ہی کو سمجھتی تھی۔اس لئے ان کے ظلم وستم کی اصل زد بھی انھی پر پڑی۔قتل اور پھانسی کے علاوہ بہت سے اہم علما و اہل دانش اور رؤسا کو قید کر کے جزیرۂ انڈومان بھیج دیا گیا۔یہی وہ لوگ تھے جن سے علم ودانش کی محفلیں آراستہ تھیں۔ان کے بے دست و پا ہونے سے یہ محفلیں اجڑ کر رہ گیئں۔اوقاف پہلے ہی ختم کئے جا چکے تھے۔مسلمانوں کے لئے یہ صورت حال کے مشابہ تھی جو اس سے زیادہ بڑے پیمانے پر تاتاریوں کے عالم اسلام کے قلب پر حملے اور تباہی سے پیدا ہوئی تھی۔کم از کم ہندوستانی مسلمانوں کے سامنے اس وقت وہی نقشہ تھا۔

ایک مورخ نے لکھا ہے کہ

"ایک انگریز کا شیوہ یہ رہ گیا تھا کہ وہ ہر مسلمان کو باغی سمجھتا تھا، ہر ایک سے پوچھتا تھا کہ وہ ہندو ہے یا مسلمان جواب میں مسلمان سنتے ہی گولی مار دیتا تھا"

اس طرح ایک دوسرے مورخ نے صورتحال کی ہولنا کی پر ان لفظوں میں روشنی ڈالی ہے کہ

''27 ہزار اہل اسلام نے پھانسی پائی۔7 دن برابر قتل عام رہا اسکا حساب نہیں۔ اپنے نزدیک گویا نسل تیموری کو نہ رکھا، مٹا دیا۔بچوں تک کو مار ڈالا۔عورتوں سے جو سلوک کیا بیان سے باہر ہے۔جس کے تصور سے دل دہل جاتا ہے۔"

اس قتل وخوں ریزی اور عوامی سطح پر مسلمانوں کی دار وگیر کے علاوہ حساس اور دین کا درد رکھنے والے طبقات کے لئے سب سے روح فرسا امر عیسائی مبشرین کی ہندوستان میں نہایت جارحانہ انداز میں کی جانے والی تبلیغی کاوشیں تھیں۔1857ء میں انگریزی حکومت کی فتح کو وہ عیسائیت کی فتح کی صورت میں دیکھ رہے تھے۔ہندوستان سے برطانیہ تک حکومتی کارندوں اور نمائندوں میں ایسے لوگ شامل تھے جو ان عیسائی مبشرین کی تبلیغی تب ودو کے حامی تھے اور خود حکومت سے اس بات کے خواہش مند تھے کہ وہ ان کے مقاصد میں تعاون کرے۔

برطانوی پارلیمنٹ کے ایک رکن نے دارالعلوم میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ

"خداوند تعالیٰ نے یہ دن دیکھایا ہے کہ ہندوستان سلطنت انگلستان کے زیر نگیں

رہے تاکہ عیسیٰ مسیح کا جھنڈا ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک لہرائے۔ ہر شخص کو اپنی تمام تر قوت تمام ہندوستان کو عیسائی بنانے کے عظیم الشان کام کی تکمیل میں صرف کرنا چاہیے۔اوراس میں کسی طرح کا تساہل نہیں کرنا چاہیے۔"

سرسید احمد خاں نے "رسالہ اسباب بغاوت ہندوستان" میں مشنری سرگرمیوں کو ہندوؤں اور مسلمانوں میں اضطراب پھیلنے کی ایک اہم وجہ بتایا ہے۔لکھتے ہیں

"ہر شخص دل سے جانتا تھا کہ ہماری گورنمٹ کہ احکام بہت آہستہ آہستہ ظہور میں آتے ہیں۔ اور جو کام کرنا ہوتا ہے رفتہ رفتہ کیا کرتے ہیں۔ اس واسطے جبراً مسلمانوں کی طرح دین بدلنے کونہیں کہتے مگر جتنا جتنا قابو پاتے جائیں گے اتنی اتنی مداخلت کرتے جائیں گے۔اور جو باتیں ظہور میں آتی گئیں ان کے اس غلط شبہ کو زیادہ تر مستحکم کرتی گئیں۔ پادری صاحبوں کے وعظ نے نئ صورتیں نکالی تھی۔تکرار مذہب کی کتابیں بطور سوال چھپنی اور تقسیم ہونی شروع ہوئی۔ان کتابوں میں دوسرے لوگوں کے مقدس لوگوں کی نسبت الفاظ اور مضامین رنج دہ مندرج ہوئے۔بعض ضلعوں میں یہ رواج نکلا کہ پادری صاحبوں کے ساتھ تھانے کا ایک چپراسی جانے لگا۔مشنری اسکول بہت قایم ہوئے۔ان میں مذہبی تعلیم شروع ہوئی۔اورلوگوں کوان میں داخل اور شامل ہونے کی ترغیب دینے لگے۔امتحان مذہبی کتابوں میں لیا جاتا تھا۔اور طلباء میں جولڑکے کم عمر ہوتے تھے پوچھا جاتا تھا کہ تمہارا خدا کون؟ تماری نجات دینے والا کون؟اوروہ عیسائی مذہب کے موافق جواب دیتے تھے۔اس پران کو انعام ملتا تھا۔"

ایک مورخ نے لکھا ہے کہ دیسی پادریوں کے علاوہ جن کا کوئی شمار نہیں، دوسوصرف ولایتی پادری تھے جوتن دہی کے ساتھ تبلیغ میں مصروف تھے۔اس کے علاوہ ایک مکتی فوج تھی جس کے اسی (80) دستے ان کی

پشت پناہی اور امداد کرتے تھے ۔ان کے کام میں ہاتھ بٹاتے تھے ۔ جہاں تک مسلمانوں کی مذہبی تعلیم کا سوال ہے اس کا اندازہ برطانوی حکومت کے مشہور اہل کار W.W.Hunter کے اعتراف سے کیا جا سکتا ہے کہ

> "ہمارے طریقہ تعلیم میں مسلمان نوجوانوں کے لئے مذہبی تعلیم کا کوئی انتظام نہیں ہے۔ بلکہ وہ قطعی طور پر مسلمانوں کے مفاد کے خلاف ہے۔"

اس کتاب میں وہ دوسری جگہ لکھتے ہیں:

> "ہمارے اسکولوں اور کالجوں میں پڑھا ہوا کوئی مسلمان ایسا نہیں ہے جس نے اپنے بزرگوں کے عقائد کو غلط سمجھنا نہ سیکھا ہو"

ان خارجی وجوہات کے علاوہ ایک اہم داخلی وجہ خود مسلمانوں کا دینی و اخلاقی زوال تھا۔ جو دور مغلیاں کے آخر سے روز افزوں اور ہمہ گیر ہوتا چلا گیا۔علماء و مصلحین کی کمی تو کبھی نہیں رہی لیکن اخلاقی انحطاط نے جس شدید مرض کی شکل اختیار کر لی تھی اس کے لئے افراد کے بجائے پوری جماعت اور تحریک کے سطح پر کوششوں کی ضرورت تھی ۔ایسا لگتا ہے کہ خدا نے اس مقصد کے لئے دیوبند سے اٹھائے جانے والے قدم کو شرف قبولیت سے نوازا، چنانچہ دیوبند تحریک نے صرف دینی تعلیم کی اشاعت کو اپنا مقصود نہیں بنایا بلکہ سماجی اصلاح بھی اسکے پیش نظر رہی ۔اس کے تحت غیر اسلامی رسوم ورواج کی بڑے پیمانے پر اصلاح کی گئی ۔ بانی دارالعلوم دیوبند نے ایسے مختلف غیر اسلامی رسومات و عادات کی اصلاح کی خود اپنے طور پر کوشش کی تھی ۔اس صورتحال کے مداوا کے لئے مسلم اہل علم وفکر کا دو طبقہ سامنے آیا۔ایک طبقہ کی نمائندگی سر سید احمد خاں اور ان کے رفقاء نے کی جب کے دوسرے طبقہ کی نمائندہ شخصیات علمائے دیوبند کے تھے۔ سر سید کے فکر کا مرکز یہ تھا کہ اب حالات سے پوری طرح مصالحت کرتے ہوئے جدید تعلیم کے حصول کو نشانہ بنایا جائے ۔ جو قومی ترقی کی شاہ کلید ہے۔اس کے لئے حکومت کا تقرب اور اسکی مراعات حاصل کی جائے اور جدید علوم کے میدان میں مسلمانوں کو اس قابل بنانے کی کوشش کی جائے کہ ان پر اعلی ملازمتوں کے دروازے کھل جائے ۔ ورنہ دوسری صورت میں انگریزی عمل داری میں ان کی زبوں حالی بڑھتی جائے گی ۔ اور ملک کی دوسری قوموں کے مقابلے میں حاشیہ نشیں ہو کر رہ جائینگے ۔ سر سید کی یہ فکر جذبہ ملی کی پیداوار تھی اور بجائے خود مستحسن اور تعمیری تھی ۔

1868 میں غازی پور میں تقریر کرتے ہوئے انھوں نے کہا تھا" قطع نظر عمدہ نوکریوں کے ملنے اور معزز عہدوں کے حاصل ہونے کے بغیر انگریزی جانے ہم روزمرہ کے کام بھی بخوبی نہیں کر سکتے۔ بغیر انگریزی جانے بخوبی قیادت بھی نہیں ہوسکتی۔حکام سے بخوبی ارتباط بھی حاصل نہیں ہوتا۔قوانین اوراحکام سر کاری کا بخوبی منشا سمجھ میں نہیں آتا۔ملکوں اور زمانے کا مطلب حال معلوم نہیں ہوتا کہ کون سے دروازے سے آویں اور کونسے دروازے سے جاویں۔پس سمجھوں کہ ہم کو کس قدر انگریزی پڑھنے کی ضرورت ہے۔

جب کہ اس بحرانی صورت حال میں دوسرے طبقے کی بنیادفکر کا محور سرمایۂ دین کی حفاظت ہے۔اس کی نظر میں فاتح مسلم قوم ایک اجنبی قوم کے ہاتھوں شکست کھا کر اپنا سیاسی اقتدار اور جاہ وجلال تو کھو ہی چکی تھی، لیکن اب اس کے دین کا ڈھانچہ بھی طوفان کی زد میں تھا۔ایسا محسوس ہوتا تھا کہ اب اسلام کو ہندوستان میں اپنے وجود وبقاء کی جنگ لڑنی پڑے گی۔اس لئے سب سے پہلی ضرورت اس کی فکر کرنے کی تھی۔اس طبقہ کی نمائندگی کرنے والے علماء واہل فکر میں دیوبند کی شخصیات پیش پیش تھیں۔دیوبند کے علماء کی ایک جماعت 1857ء میں بغاوت میں شاملی کے میدان میں انگریزی سپاہیوں سے روبہ رو ہوچکی تھی۔اوراسے اپنی شکست کے نتیجہ میں بخوبی اندازہ ہو چکا تھا کہ اس کے پاس اس کے علاوہ کوئی اور چارۂ کار باقی نہیں رہ گیا ہے کہ وہ میدان کار کو تبدیل کرتے ہوئے خاموشی کے ساتھ احیائے دین کی سرگرمیوں میں مشغول ہوجائے۔

دارالعلوم دیوبند کے بانی مولانا قاسم نانا توی نے دینی مدارس خصوصاً اس ادارے کو جن اصولوں کی بنیاد پر چلانے کی تلقین کی وہ اپنے آپ میں نہایت اہم اور قابل ذکر ہے۔ان سے ایک طرف بانی کے اخلاص پر روشنی پڑتی ہے اور دوسری طرف ان کی دینی وسماجی بصیرت پر۔ یہ اصول، اصول ہشتگانہ کے نام سے دارالعلوم کی رودادوں میں مذکور ہیں ۔ یہ آٹھ اصولوں کا مجموعہ ہے اور اس حیثیت سے ان کا نام اصول ہشتگانہ ہے:

1. اصل اول یہ ہے کہ تا مقدور کارکنان مدرسہ کو ہمیشہ تکثیر چندہ پر نظر رہے۔آپ کوشش کریں اوروں سے کرائیں۔خیر اندیشان مدرسہ کو یہ بات ہمیشہ ملحوظ رہے۔
2. ابقاے طعام طلبہ بلکہ افزائش طلبہ میں جس طرح ہو خیر اندیشان مدرسہ ہمیشہ ساعی رہیں۔

3. مشیران مدرسہ کو یہ بات ہمیشہ ملحوظ رہے کہ مدرسہ کی خوبی اور خوش اسلوبی ہو۔ اپنی بات کی پچ نہ کی جائے۔ خدانخواستہ جب اس طرح کی نوبت آئے گی کہ اہل مشورہ کو اپنی مخالفت رائے اور اپنی رائے کے موافق ہونا ناگوار ہو تو پھر مدرسہ کی بنیاد میں تزلزل آجائے گا۔ القصہ تہ دل سے بروقت مشورہ اور نیز اس کے پس و پیش میں اسلوبی مدرسہ ملحوظ رہے۔ سخن پروری نہ ہو اور اس لئے ضروری ہے کہ اہل مشورہ اظہار رائے میں کسی وجہ سے متامل نہ ہوں اور سامعین بنیت نیک اس کو سنیں۔ یعنی یہ خیال رہے کہ اگر دوسرے کی بات سمجھ میں آجائیگی تو اگر چہ ہمارے مخالف ہی کیوں نہ ہو بدل و جان قبول کریں گے۔ اور نیز اسی سے یہ ضرور ہے کہ مہتمم امور نہیں تھے۔ دارالعلوم کے بانیان اور سرپرستوں سے متعلق ایک بھی ایسا واقعہ نہیں جس کی بنیاد پر کہا جاسکے کہ کسی مسلم فرقے کے افراد کو مسلکی انتساب کی بنیاد پر داخلے سے محروم رکھا گیا ہو۔ یہ فراخ دلی یہاں تک روا رکھی گئی کہ یہاں شروع میں ہندو بچوں کو داخلہ دیا گیا۔ وہ یہاں تعلیم پاتے تھے۔ تاریخ دارالعلوم دیوبند کے مطابق:

> ''دارالعلوم میں ہندو بچوں کی تعلیم کا سلسلہ ایک عرصے تک جاری رہا۔ جب برطانوی حکومت نے سرکاری ملازموں کے لئے سرکاری اسکولوں کی سند کو ضروری قرار دے دیا تو سرکاری ملازمتوں کے خواہش مند مسلم بچوں کی طرح ہندو بچوں کی تعلیم کا رخ بھی سرکاری اسکولوں کی طرف پھر گیا۔''

کہتے ہیں کہ مولانا محمد علی جوہر دارالعلوم دیکھنے آئے تو ان اصول ہشتگانہ کو دیکھ کر ان کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ وہ کہنے لگے کہ:

> ''ان اصولوں کا عقل سے کیا تعلق۔ یہ تو خالص الہام و معرفت کے سرچشمے سے نکلی ہوئی باتیں ہیں۔ سو برس کے بعد دھکے کھا کر ہم جس نتیجے پر پہنچے ہیں، حیرت ہے کہ یہ بزرگ پہلے ہی اس نتیجے پر پہنچ چکے تھے۔''

دارالعلوم کے قیام کے مقاصد خود اس کے بانیان و اسلاف کے پیش نظر کیا تھے؟ اس کی تفصیل خود دارالعلوم کے قدیم دستور اساسی میں موجود ہے، جو حسب ذیل ہے:

☆ قرآن مجید، تفسیر، حدیث، عقائد وکلام اوران کے علوم کے متعلقہ ضروری اور مفید فنون آلیہ کی تعلیم دینا اور مسلمانوں کو مکمل طور پر اسلامی معلومات بہم پہنچانا۔ رشد وہدایت اور تبلیغ کے ذریعہ اسلام کی خدمت انجام دینا۔

☆ اعمال واخلاق اسلامیہ کی تربیت اور طلبہ کی زندگی میں اسلامی روح پیدا کرنا۔

☆ اسلام کی تبلیغ واشاعت اور دین کا تحفظ ودفاع اور اشاعت اسلام کی خدمت بذریعہ تحریر وتقریر بجالانا اور مسلمانوں میں تعلیم وتبلیغ کے ذریعہ خیر القرون اور سلف صالحین جیسے اخلاق واعمال اور جذبات پیدا کرنا۔

☆ حکومت کے اثرات سے اجتناب واحتراز اور علم وفکر کی آزادی کو برقرار رکھنا۔

☆ علوم دینیہ کی اشاعت کے لئے مختلف مقامات پر مدارس عربیہ قائم کرنا اور ان کا دارالعلوم سے الحاق۔

یہ مقاصد نئے نہیں تھے البتہ امت کے ارباب فکر ونظر کی نگاہوں سے اوجھل ضرور ہو گئے تھے۔

دارالعلوم دیوبند کے سابق مہتمم قاری محمد طیب نے اپنے لفظوں میں مقاصد دارالعلوم کی جو تشریح وتوضیح پیش کی ہے، اس پر بھی نگاہ ڈال لینا ضروری ہے تاکہ اس کے خدوخال زیادہ بہتر طور پر نگاہ میں آسکیں۔ نیز موجودہ تقاضوں کی روشنی میں نصاب پر آئندہ گفتگو کے ذیل میں ان نکات کو بھی بحث کا موضوع بنایا جاسکے۔ مولانا قاری طیب لکھتے ہیں:

اول : ''مذہبیت، دارالعلوم مذہبی قوت کا سرچشمہ ہے اور اول سے آخر تک اسلام کے دستور وآئین کا پابند ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں کا ہر فرد اسلام کا نمونۂ کامل ہے۔''

دوم : آزادی: جس کے معنی یہ ہیں کہ یہ دارالعلوم مکمل طور پر بیرونی غلامی کے خلاف ہے۔ اس کا نظام تعلیم وتربیت اس کا نظام مالیات سرتاسر آزاد ہے۔ دنیا میں یہ پہلی جامعہ ہے جس کے سامنے حکومت نے بارہا پیش کش کی مگر اس نے لاکھوں روپے کی پیش کش کو قبول کرنے سے انکار کردیا۔

سوم : سادگی اور محنت پسندی: جس کا مفہوم یہ ہے کہ یہاں کے علماء اور فضلاء جہاد زندگی میں بڑی سے بڑی مصیبت برداشت کرنے کے عادی ہیں۔

چہارم : کردار (بلند اخلاق) جس کا مفہوم یہ ہے کہ یہاں کے طلبہ اس کردار بلند کا نمونہؑ کامل ہیں۔ جس کو انھوں نے اپنے اکابر سے پایا ہے۔ یہ کردار سرتاسر روحانی ہے۔

پنجم : علمی اور تعلیمی وابستگی: یہ وہ خصوصیت ہے جسے دارالعلوم کو دیکھنے والا اولین لمحات میں محسوس کرسکتا ہے۔ یہ نہ کہنے کی بات ہے اور نہ سننے سے متعلق ہے۔ دارالعلوم کی ہر خصوصیت کو اس کی زندگی کے آئینے میں دیکھا جاسکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دارالعلوم دیوبند میں دنیا کے ہر حصے کے طلبہ موجود ہیں۔ دارالعلوم کے خدام اور ایثار وقربانی کا زندہ نمونہ ہیں۔ مسلمانوں کو ان لوگوں پر اعتماد ہے اور دنیا کے ہر حصے سے اس دارالعلوم کے لئے امدادیں وصول ہوتی ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ دارالعلوم دیوبند نے برصغیر میں دینی تعلیم کے باب میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ آج یہاں دینی بیداری اور تعلیم وتعلم کی سطح پر جو قابل فخر سرگرمیاں پائی جاتی ہیں ان میں دارالعلوم کا بہت بڑا حصہ ہے لیکن بقول شیخ محمد اکرام ''ہمیں یہ نہ بھولنا چاہئے کہ دیوبند کی کامیابی علمی فتوحات کی وجہ سے کم اور روحانی پاکیزگی کی وجہ سے زیادہ ہوئی ہے۔''

دارالعلوم ندوة العلماء

دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کا قیام 1892ء میں عمل میں آیا۔ اس کے مقاصد میں سے ایک بنیادی اور اہم مقصد ہندوستانی مدارس کے مروجہ نصاب میں اصلاح وتغیر کو عمل میں لانا تھا۔ ندوہ کے بانیوں اور اس کی تحریک کو لے کر آگے بڑھنے والوں کی نگاہ میں مروجہ نصاب کی خامیاں بالکل واضح تھیں۔ جو ان کی نظر میں بہت حد تک فرسودہ اور پیش پا افتادہ ہو چکا تھا۔ نیز سیاسی وسماجی سطح پر پیدا ہونے والی تبدیلیوں کا اس کے اندر ساتھ دینے کی صلاحیت باقی نہیں رہ گئی تھی۔ اس لئے بڑے جوش وجذبے کے ساتھ ندوے کی تحریک آگے بڑھی۔ اس کی اہم خصوصیت یہ تھی کہ اسے ملک کے تقریباً تمام حلقہائے علم وفکر کی نمائندگی حاصل تھی۔

دارالعلوم ندوۃ العلماء کے قیام کے وقت جو امور ومقاصد اس کے بانیان کے پیش نظر تھے۔ ان پر ندوہ کے معتمد مولانا سید سلیمان ندوی نے تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔ ہم اپنے الفاظ میں اس کا خلاصہ درج کرتے ہیں:

1۔ سب سے مقدم یہ ہے کہ قوم میں ایسے علماء کی ایک جماعت موجود ہو جو علوم مذہبی میں اعلیٰ درجے کا کمال رکھتی ہو۔ خاص طور پر علم کلام میں تاکہ دوسرے مذاہب کے مقابلے میں اسلام کی حقانیت کا اثبات ہو سکے۔

2۔ علمائے دین میں سے علوم آلیہ کے بھی ماہرین و متخصصین ہوں۔ ان علوم سے علوم مذہبی کو تقویت پہنچتی ہے اور اسلام کی علمی عظمت و شان کا اظہار ہوتا ہے۔ اگر غیر علمائے دین ان علوم میں کمال رکھتے ہوں۔ (جیسے خلیل سیبویہ، سکاکی، فارابی، ابن سینا) تو اس سے اسلامی عظمت کا اظہار نہیں ہوتا کہ یہ مذہبی اور دینی شخصیات نہیں تھیں۔

3۔ ایک جماعت ایسے علماء کی ہو جو غیر اسلامی ممالک میں تبلیغ و دعوت کا فریضہ انجام دیں اور اسلامی ملکوں میں اصلاح اور تدبیر خیر و فلاح کے لئے کوشاں ہو۔

4۔ علماء کی ایک جماعت اسلاف کی کتابوں کی تصحیح و تحشیے اور اشاعت کے کام میں مشغول ہو۔

5۔ بعض علما فن تقریر میں کمال رکھنے والے ہوں۔

6۔ ایک جماعت علماء کی وہ ہو جو حالات زمانہ سے پوری طرح باخبر ہو۔ موجودہ سیاسی و معاشی نظام سے آگاہ ہو۔

7۔ اکثر اہل علم کو ایسا ہونا چاہئے کہ وہ معاشی سطح پر خوش حال ہوں۔

8۔ دارالعلوم ندوۃ العلماء کا نصاب چار حصوں یا طبقات میں منقسم ہے:

درجات ابتدائی، (پرائمری) پانچ سال	درجات ثانوی (عربی متوسط) چھ سال
درجات عالمیت چار سال	درجات فضیلت و تخصص دو سال

درجات ابتدائی و ثانوی میں اپنے مضامین کے ساتھ ساتھ ضروری عصری مضامین اور اردو عربی کے ساتھ ساتھ انگریزی اور ہندی بھی سکھائی جاتی ہے، جبکہ درجات عالمیت و فضیلت میں فقہ اور حدیث و تفسیر کی تعلیم جامعات اسلامیہ میں مروج نصاب کے مطابق دی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں عربی ادب اور اسلامی ثقافت کے ضروری مضامین سے بھی طلبہ کو واقف کرایا جاتا ہے۔ عصری تعلیم کے فارغین کے لئے الگ سے ایک پانچ سالہ نصاب ہے، جس کی تکمیل کے بعد عالمیت کی سند دی جاتی ہے۔

موجودہ دور میں مسلمانوں کی تعلیمی پسماندگی، اس کے اسباب اور اس پسماندگی کو دور کرنے کے لئے ممکنہ اقدامات پر خاصی گفتگو کی جارہی ہے۔ سرکاری اور غیر سرکاری اور ملی سطح پر اس سلسلہ میں بہت سی کوششیں بھی کی جارہی ہیں۔ لیکن دوسری اقوام اور گروہوں کے مقابلے مسلمانوں کی عام تعلیمی سطح اتنی نیچی ہے کہ اسے قومی سطح کے قریب لانا اور مسلمانوں کا عام معیار تعلیم بہت جلد بہتر بنانا نہایت مشکل امر نظر آتا ہے۔ اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے طویل مدتی منصوبہ بندی، اختراعی ترکیبوں اور دیانتداری اور سنجیدگی کے ساتھ ان منصوبوں پر عمل آوری کی مستقل ضرورت ہے۔ اس صورتِ حال کے یہ معنی ہر گز نہیں ہیں کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد اور موجودگی ابتدا سے ہی خود ملت نے اور بالخصوص اس وقت کی حکومتوں نے مسلمانوں کی تعلیم کے مسئلہ کو پس پشت رکھا اور صرف سیاسی اقدار اور معاشی استحکام کو اپنا مطمح نظر بنایا۔ کیونکہ تعلیم وتربیت اسلام کے بنیادی فلسفہ اور ذمہ داری کا اہم جزو ہے۔ اس لئے عہد وسطی میں یہ موضوع ابتدا ہی سے مسلم حکمرانوں کی توجہ کے دائرے میں رہا اور حسب حال مختلف حکمرانوں نے اس سمت میں کام بھی کیا۔ ہمارے سامنے ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد کے ابتدائی دور کے علاقوں جیسے سندھ، ملتان اور لاہور کی مثالیں موجود ہیں جو ایک طویل مدت تک علم کا گہوارہ بنے رہے تھے اور جہاں صدیوں اسلامی علوم کی تدریس کی گونج اور اس کی تشہیر کی چمک دمک دور دراز ممالک تک محسوس کی جاتی تھی اور اس کے نتیجہ میں ہزاروں میل کا دشوار گزار سفر طے کر کے علماء وفقہاء اپنی علمی پیاس بجھانے کے لئے ان علاقوں میں جوق در جوق جمع ہوتے تھے، اور علمی روایت کو اپنی پوری قوت واستعداد کے ساتھ زندگی بخشتے تھے۔ بارہویں صدی میں مسلم حکمرانوں کی نگاہ دہلی کی جانب اٹھی اور پھر ان ترک مسلم حکمرانوں نے دہلی کو اپنا سیاسی وانتظامی مرکز بنا کر یہاں علم وہنر کی سرگرمیوں کو پروان چڑھانا شروع کر دیا۔ اس کے ساتھ ہندوستان کے دیگر شہروں میں بھی علمی سرگرمیاں پوری تابناکی کے ساتھ زیر عمل رہیں اور بہت تھوڑے عرصے میں دہلی علم وفن کا مرکز کہلانے لگا اور وسط ایشیا اور خراسان سے علم کے دلدادے دہلی کی جانب کوچ کرتے نظر آنے لگے۔ دہلی کی علی سرگرمیاں کئی صدیوں تک پروان چڑھیں۔ مغلوں کی آمد نے اس علمی کاوش میں تنوع بھی پیدا کیا۔ اس میں کوئی دورائے نہیں کہ ہے کہ عہد وسطی میں مسلم حکمرانوں نے ہندوستان میں تعلیمی ترقی وترویج پر اپنی ترجیحات اور سماجی و انتظامی ضرورت کے بقدر خوب توجہ دی اور عوام کی تعلیم کو اپنے انتظامی امور کا ایک جز سمجھا۔ لیکن اس کے

باوجود آج جب ہم یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ عہد وسطی کے مختلف ادوار میں ہندوستان کے مختلف شہروں میں بشمول دہلی تعلیم کا مکمل نظام کیسا تھا؟ کل کتنے ادارے کس کس سطح پر علمی کام انجام دے رہے تھے؟ کتنے افراد ان اداروں سے مستفید ہوتے تھے؟ نصاب کیا تھا اور کون کون سی کتب زیر مطالعہ رہتی تھیں؟ نصاب و کتب میں کب کب اور کیا ترمیمات کی گئی تھیں؟ تو ان سوالات کے جواب کے لئے دستیاب مسلم اقتدار کے سرکاری وغیرسرکاری ریکارڈ اکثر خاموش نظر آتے ہیں۔

اکثر یہ کہا جاتا ہے کہ اس دور کے یہ تعلیمی ادارے صرف اسلامی علوم کی تعلیم و اشاعت کے لئے قائم ہوئے تھے اور ان کا مقصد اسلامی علوم کا تحفظ و تبلیغ تھا، لیکن ایسا کہہ کر ہم ان اداروں کی مجموعی اہمیت و افادیت کو محدود کر دیتے ہیں، دراصل اسلامی اور عقلی علوم جو ان اداروں میں پڑھائے جاتے تھے وہی اس دور کی تمام دینی، ثقافتی، معاشی اور سماجی تعلیمی ضرورتوں کو پورا کرنے کا مکمل ذریعہ تھے۔

ہندوستان میں قائم اسلامی تعلیم کے ادارے مختلف سیاسی وجوہ کی بنا پر انیسویں اور بیسویں صدی میں شدید کشمکش اور انحطاط کا شکار ہو گئے اور ملک کے بدلتے ہوئے حالات نے ان کے سامنے بہت سے چیلنج اور خطرات پیدا کر دئے جس کی بنا پر ان اداروں کی اہمیت اور عملی زندگی میں ضرورت پر سوالیہ نشان لگایا جانے لگا۔ مغربی تعلیم کے آغاز نے ان کے لئے مزید خطرات پیدا کئے پھر ان مراکز علم اور ان کی تعلیمات کو ہی براہ راست نشانہ بنایا جانے لگا۔ جس کے سبب بہت سے شہرت یافتہ ادارے اپنی تابنا کی اور اپنا وجود ہی کھو بیٹھے۔ کیونکہ انگریزوں کے چنگل سے ہندوستان کو آزاد کرانے میں ان دینی مدارس کے فارغین علماء وفضلاء کا بڑا اہم اور واضح رول تھا اور انھیں کی پر خلوص اور پر جوش ترغیبی مہم نے 1857 کے غدر کا سامان مہیا کیا تھا۔ اس لئے 1857 کے بعد انگریز سرکار نے علماء اور ان کو تیار کرنے والے علمی اداروں کو براہ راست اپنے عتاب کا نشانہ بنایا۔ بے شمار جید علماء جو انفرادی طور پر بھی خود میں ایک عظیم اسلامی ادارے کا درجہ رکھتے تھے اور اشاعت علم کا کام انجام دینے کے ساتھ ساتھ ملک کی آزادی کے لئے کھڑے ہونے کا کھلا درس دیتے تھے، بے دریغ موت کے آغوش میں پہنچا دئے گئے اور ان کے مستحکم تعلیمی ادارے یکسر مسمار کر دئے گئے یا غیر آباد کر دئے گئے۔ تاریخ نگاروں کا کہنا ہے کہ دہلی گیٹ کے قریب واقع انگریزوں کی قائم کردہ جیل میں جہاں آج مولانا آزاد میڈیکل کالج بنا ہوا ہے، تقریباً ۳۲ رہزار علماء مجاہدین موت کے گھاٹ اتارے گئے تھے۔

غدر اور آزادی ملنے کے درمیانی نوے سالہ دور میں اسلامی تعلیمی اداروں کو سابقہ کئی صدیوں میں شاید کبھی ایسا سخت مایوس کن دور دیکھنا پڑا ہو۔ لیکن تمام تر مظالم، تنگی اور اتار چڑھاؤ کے باوجود علماء کا ایک طبقہ ان اداروں کو قائم کرنے اور بہر صورت انہیں سرگرم عمل رکھنے پر مستقل کاربند رہا اور ان کی مخلصانہ کوششوں کے نتیجے میں بیسویں صدی آتے آتے اور بلکہ آزادی ملنے تک پورے ملک میں دینی تعلیمی اداروں کا ایک جال بچھ گیا، گو سیاسی کشمکش نے قدیم تاریخی گہواروں میں سے اکثر کی روشنی کو ختم کر دیا۔ لیکن چھوٹے علمی اداروں نے اسلام کی تعلیمات کو زندہ رکھنے اور مسلمانوں میں اسلامی تعلیم کی روایت کو برقرار رکھنے میں اہم رول ادا کیا۔ اس امر کی تائید میں قمر اسحاق لکھتے ہیں کہ ''ہندوستان میں مدارس کی تاریخ اور ان کی خدمات نہایت روشن اور تابناک ہیں ۔ یہ بات نشانِ خاطر رہے کہ ہندوستان میں مدارس کی شرح میں اس وقت اضافہ ہوا جب انگریزوں کا اقتدار پر تسلط ہوا اور اس تناسب میں تیزی اس قوت آئی جب ہندوستان میں اقتدار غیر مسلموں کے حوالے کر دیا گیا۔'' البتہ سنگھ کو یہاں اس بات سے اختلاف ہے کہ انگریزوں کے اقتدار میں آنے پر اسلامی درس گاہوں میں تیزی سے اضافہ ہوا اور مسلمانوں کی تعلیمی سرگرمیاں اور تیز ہو گئیں۔ ان کا خیال ہے کہ ہندوستان کے تعلیمی میدان میں عام مسلمان کو تو اسلامی دور کی ابتدا ہی سے نظر انداز کیا جاتا رہا ہے اور یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کی اکثریت آج تعلیمی میدان میں سب سے زیادہ پچھڑے پن کا شکار ہے۔ وہ لکھتے ہیں ''یہ بات واضح ہے کہ مسلم روایت و ثقافت میں علم کا مقام زبردست اہمیت کا حامل ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اس امر کے باوجود بھی ہندوستانی مسلمانوں کی اکثریت فیضِ علم سے کیوں محروم ہے۔ آج ان میں سب سے کم شرح خواندگی کی کیا وجہ ہے؟ ان سوالات کی وضاحت کے لئے مسلمانانِ ہند کے ماضی کی تاریخ کی ورق گردانی کرنا ہوگی۔ وہ پس منظر تلاش کرنا ہوگا جس میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا کام ہندوستان میں ہوا۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ابتدا میں جن لوگوں میں اسلام کو مقبولیت ملی ان کا بڑا حصہ ملیچھوں (غیر ملکیوں) شودروں (ہندو نظام ذات میں سب سے نچلی ذاتیں) اور انتیا جا (بے ذات لوگ) پر مشتمل تھا جو اس وقت کی ان آزاد خود مختار ریاستوں کے نام نہاد مہذب اور تعلیم یافتہ معاشروں سے دور تھا جو بعد میں مسلم حکومت، دور برطانیہ اور موجودہ ہندوستان کا حصہ بنیں۔ ہندو قائدین نے مکمل طور پر اپنی مذہبی کتب کی بنیاد پر قائم نظریات کی مدد سے ان افراد کو مواقع علم سے محروم رکھا تھا اور جب یہ افراد اسلام کے حلقہ بگوش ہوئے تو مسلم قیادت بھی انہیں وہ تعلیم و تربیت دینے میں ناکام رہی جس سے دیگر ممالک کے لوگ

فیضیاب ہوئے تھے ۔ اس طرح ہندوستانی مسلمان دوہری غفلت اور بے توجہی کا شکار ہوئے ۔ یہ عمل صدیوں جاری رہا۔ برطانوی دور حکومت میں ماضی کی دوہری تساہلی میں تیرے مساہل کا عنصر بھی شامل ہوگیا۔کونکہ برطانوی نو آبادکاروں نے بھی مسلم عوام کو اپنی بے توجہی کا زبردست شکار بنایا۔عموماً یہ یقین کیا جاتا ہے کہ انگریزوں نے مسلمانوں کے خلاف منتقمانہ جذبہ کے تحت رویہ اپنایا ہوا تھا، کیونکہ ابتدائی دور میں ہندوستان میں برطانوی دورحکومت کے استحکام کے خلاف صف آرا لوگوں میں مسلمان صف اول میں تھے''۔ سنگھ کا کہنا درست ہے کہ آزادی کے بعد بھی مسلمانوں کے تعلیمی پچھڑے پن پر حکومت ہند نے کوئی توجہ نہیں دی۔ البتہ یہ بات ہے کہ مسلم دور میں مشرف بہ اسلام ہونے والوں کی تعلیم و تربیت پر کوئی توجہ نہیں ہوئی تصدیق طلب ہے اور تحقیق چاہتی ہے۔ مغلیہ دور میں مشرف بہ اسلام ہونے والی نچلی ہندو ذاتوں کے لئے ہی نہیں خود ہندوؤں کے لئے مدارس کے دروازے کھول دئے گئے تھے اور غیر مسلم طلباء و مسلم طلباء شانہ بہ شانہ درس حاصل کرتے تھے۔

ان چھوٹے بڑے مدارس و مکاتب کے تعلیمی اور ثقافتی رول کا اندازہ کرنا علامہ اقبال کی ان ناصحانہ سطور کی روشنی میں زیادہ آسان ہوگا۔اقبال اپنی جواں عمری میں ایک ولولہ انگیز اور انقلابی شخصیت کے مالک تھے اور مسلمانوں کے طرزِ فکر کو ایک خاص نہج پر ڈھالنے کے علمبردار تھے مگر یوروپ کے طویل سفر کے دوران ہوئے مشاہدات نے آپ کی سوچ میں اہم تبدیلی پیدا کردی اور آپ کے قلب پر پڑے گہرے اثرات نے مستقبل بعید میں مسلمانوں کی اگلی نسلوں کی ممکنہ حالت کو سمجھنے اور اس بنیاد پر قوم کے کوتاہ اندیش نوجوانوں کو مستقبل کے خطرات سے آگاہ کرنے میں بڑی مدد کی اور آپ کو یہ کہنے پر مجبور کردیا کہ ''جب میں تمھاری طرح جوان تھا تو میرے قلب کی کیفیت بھی ایسی ہی تھی۔ میں بھی وہی کچھ چاہتا تھا جو تم چاہتے ہو، انقلاب، ایک ایسا انقلاب جو ہندوستان کے مسلمانوں کو مغرب کی مہذب اور متمدن قوموں کے دوش بدوش کھڑا کردے۔لیکن یورپ کو دیکھنے کے بعد میری رائے بدل گئی۔ ان مدرسوں کو اسی حال میں رہنے دو۔ غریب مسلمان کے بچوں کو ان ہی مکتبوں میں پڑھنے دو، اگر یہ ملا اور درویش نہ رہے جانتے ہو کیا ہوگا۔ جو کچھ ہوگا اسے میں اپنی آنکھوں سے دیکھ آیا ہوں۔ اگر ہندوستان کے مسلمان مکتبوں کے اثر سے محروم ہوگئے تو بالکل اسی طرح جس طرح ہسپانیہ (اسپین) میں مسلمانوں کی آٹھ سو سال کی حکومت کے باوجود آج غرناطہ اور

قرطبہ کے کھنڈراورامراءاور باب الاخوتین کے سوااسلام کے پیروؤں اوراسلامی تہذیب کے آثار کا کوئی نقش نہیں ملتا۔ ہندوستان میں بھی آگرہ کے تاج محل اور دلی کے لال قلعہ کے سوا مسلمانوں کی آٹھ سو سال کی حکومت اوران کی تہذیب کا کوئی نشان نہیں ملے گا۔ (ندائے شاہی، جون ۲۰۰۳ء) موجودہ دور میں چل رہے تعلیم وثقافت کے بھگوا کرن کے ماحول میں جو کبھی عیاں ہوجاتا ہے تو کبھی درپردہ اپنا اثر جاری رکھتا ہے، اقبال کی ان نصائح کی اہمیت اور بڑھ جاتی ہے۔

ہندوستان میں ان تعلیمی اداروں کی ترقی میں آزدی کے بعد چند سالوں تک تو کچھ توقف رہا،لیکن اس کے بعد آہستہ آہستہ ان اداروں نے پھر سے ترقی کی راہ اختیار کرنی شروع کردی۔ البتہ آزاد ہندوستان کی حکومت کی جانب سے انہیں اس معاملے میں کوئی خاص تعاون حاصل نہ ہوا علاوہ ازیں کہ چند مدرسہ بورڈ قائم کردئے گئے۔ مدارس کی کارکردگی پران بورڈوں کے اثرات پر خود تحقیق کی ضرورت ہے۔

ابتدا ہی سے یہ بات مدارس کی فطرت میں شامل ہے کہ وہ اکثر سرکاری معاونت کے بغیر ہی قائم ہوئے ہیں اوراس کے بغیر ہی ملت کے تعاون سے اپنا کام انجام دیتے رہتے ہیں۔ چنانچہ حکومت وقت کی بے توجہی کے باوجود آزادی کے کچھ سالوں بعد سے ہی نئے مکاتب ومدارس کا قیام عمل میں آنا شروع ہوگیا۔ ان میں سے اکثر نے روایتی درس نظامی کی راہ اختیار کی لیکن بعض نے مروجہ درس نظامی میں جدت واختراع اور تبدیلیاں بھی کیں اور بعض نے تو جدید عصری علوم کو اور کچھ نے پیشہ ورانہ تعلیم کو بھی اپنے نصاب کا جز بنالیا۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ ہندوستان میں جہاں جہاں اسلام کے پیروکار آباد ہیں، وہاں کسی نہ کسی شکل میں اور کسی نہ کسی سطح پر اسلامی تعلیم کا کوئی مرکز، مکتب یا مدرسہ ضرور قائم ہے اور ملت کے بچوں کو کم از کم ابتدائی دینی تعلیم دینے میں مصروف ہے۔ حالانکہ یہ عام دینی تعلیم نہایت محدود اور دین کو سمجھنے کے لئے ناکافی ہے لیکن جدید تعلیم کے دباؤ کے باوجود یہ ادارے ملت کے نونہالوں کو اپنی تہذیب سے محدود سطح پر ہی سہی، روشناس کرانے میں کامیاب ہورہے ہیں اوراس عمل کے ذریعہ ان میں تعلیمی بیداری بھی پیدا کررہے ہیں۔ ان میں سے بہت سے ادارے اب دینی اور دنیوی دونوں تعلیم کا اہتمام کررہے ہیں اور بہتیرے صرف دینی علوم کی تدریس واشاعت پر کاربند ہیں۔

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ان اداروں کو مزید منظّم کیا جائے ، انہیں ان ہی کے اپنے منظّم کردہ کسی مشترک پلیٹ فارم پر لایا جائے اور ان کی ہمہ جہت ترقی پر غور کرنے کے عملی اقدامات کئے جائیں تا کہ یہ ادارے نہ صرف زیادہ مستحکم ہو جائیں بلکہ اپنا کام بہتر صلاحیت کے ساتھ انجام دے کر اپنے مقصد کی برآوری کر سکیں۔ظاہر ہے یہ کام ملت ہی کے ذمہ داران اور ارباب حل وعقد کے ہاتھوں ہونا چاہئے ،حکومت سے یا اس کے پیدا کردہ اداروں کے ذریعہ اس کام کو انجام دلانے کی امید کرنا نہ مناسب ہے نہ مصلحت کے متقاضی ہے۔ تشخص ملت کو قائم رکھنے کے لئے غیرت ملت کو ہی جوش اور ہوش میں لانے کی ضرورت ہے۔ یہ بات بھی یاد رکھنے کی ضرورت ہے کہ آج کے جمہوری ماحول میں جبکہ قوم کے ہر بچہ کو کم سے کم ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کا بنیادی حق ہے مختلف وجوہات کی بنا پر حکومت کے اداروں کی تمام مستحق بچوں تک رسائی نہیں ہو پا رہی ہے ایسے مستحق بچوں میں ایک بڑی تعداد مسلمان بچوں کی ہے ان بچوں کو ابتدائی تعلیم یا کم از کم خواندگی کی بنیادی صلاحیت بہم پہنچا کر یہ مکاتب و مدارس نہ صرف ملی بلکہ ایک عظیم قومی خدمت بھی انجام دے رہے ہیں، اس نقطہ نگاہ سے بھی یہ ناقدانہ رویہ کے نہیں بلکہ ہمدردانہ توجہ کے مستحق ہیں۔ چنانچہ انہیں مزید منظّم و مستحکم بنانے کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

1.8 مدارس اسلامیہ اور نصاب تعلیم

اب تک کے جائزے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہندوستان کے طول وعرض میں پھیلے لاکھوں کی تعداد میں مکاتب نیز مدارس / دارالعلوم / جامعات نے توسیع علم میں نمایاں رول ادا کیا ہے۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مسلمانوں کی آمد کے بعد سے ہی ہر دور میں حکومت وقت' امرا اور صاحب حیثیت افراد علم کی ترویج و ترقی کے لیے مدارس و مکاتب اور علمائے کرام کی سرپرستی فرماتے رہے ہیں اور تعلیم کا یہ چراغ جو قرنِ اول میں روشن ہوا تھا کبھی ٹمٹماتا' کبھی جھلملاتا اور کبھی پوری آب وتاب کے ساتھ روشنی بکھیرتا رہا۔ساتھ ہی انھیں مدارس کی تعلیم وتربیت نے برصغیر کو علمائے مجتہدین' احسن قراء وحفاظ' فقہا' قضاۃ' صدر الصدور' اطبا' منتظمین' ماہرین دفاع' ماہرین صیغۂ مال' اہل نظر' خلفا وامرا' ادبا' ماہرین تعلیم' فلاسفرز' باطن نگاہ' اولیائے کرام' غرض کہ ہر میدان کے ماہرین عطا کیے۔ یہ بھی ایک مسلم حقیقت ہے کہ ان مدارس سے فیض اٹھانے والوں میں ہر مذہب وملت کے لوگ رہے۔ان مدارس میں طلبہ کو قرآن کریم' حدیث' عقائد' اخلاق' سیرت وتواریخ' منطق

وفلسفہ نیز عربی و فارسی اور اردو زبانیں پڑھائی جاتی رہیں۔ظاہر ہے کہ ان مدارس کا نصاب تعلیم محض ''دینی علوم'' تک محدود نہ تھا بلکہ ہر عہد کی ضرورت کے مطابق نظام تعلیم اور نصابِ تعلیم میں تبدیلی ہوتی رہی اور ہر حالت میں وہ نظامِ تعلیم و نصابِ تعلیم اس وقت کے جملہ دینی، فقہی، سیاسی، معاشی، انتظامی، تعلیمی اور دفاعی ضروریات کی تکمیل کرتا رہا۔اس طرح ان مدارس میں دینی علوم کے علاوہ علم ہندسہ، زراعت، اقلیدس، علم الادویہ، جغرافیہ، علم طبیعات، علم نجوم نیز دیگر علوم کو بھی پڑھایا جاتا تھا۔یہی نہیں، سیر و تفریح اور کثرتِ بدنیہ کا بھی رواج تھا۔علوم و فنون کے علاوہ، مدارس کے نظامِ تعلیم میں مختلف تکنیکی پیشے بھی سکھانے کا انتظام تھا مثلاً سوناری، کشیدہ کاری، سلائی، پینٹنگ وغیرہ جس کے بعد کوئی دوسرا پیشہ اختیار کر لیتے تھے، اپنے پیشوں کی نسبت سے جانے جاتے تھے مثلاً کوئی طبیب ہو جاتا تھا، کوئی انجینئر بن جاتا تھا، غرض کہ اس وقت علما اور غیر علما تعلیم یافتہ اشخاص میں مابہ الامتیاز نفس تعلیم نہیں، بلکہ تعلیم کے بعد والی زندگی ہوتی تھی۔

اس میں شک نہیں کہ مدارس کے نظامِ تعلیم نے جہاں ایک طرف دین و ایمان کی امانت اور دنیا و آخرت کی فلاح و کامرانی کے لیے بہترین افراد تیار کیے، وہیں دوسری جانب انھیں افراد کو زندگی کی جملہ ضروریات کی تکمیل کی تربیت بھی دی۔اس حقیقت سے انکار بھی ممکن نہیں کہ ان مدارس کے نصابات میں جس قدر عنوانات ہیں، ان میں عبدیت، فروتنی اور سنجیدگی کے آثار نمایاں رہے ہیں۔استاد کی بے ادبی یا درسگاہ میں بدنظمی یا احتجاج کی ناخوشگوار صورتیں کبھی نہیں پیدا ہوئیں۔ان مدارس نے جملہ اخلاقی اور سماجی اقدار کو فروغ دیا ہے۔مختصر یہ کہ مدارس کی تعلیم و تدریس محض زندگی کے ایک پہلو کا احاطہ نہیں کرتی بلکہ وہ انسان کی شخصیت کی ہمہ جہتی نشوونما کی ذمے داری نبھاتی رہی ہے۔خود قرآنِ حکیم جو ہدایت کا سرچشمہ اور مکمل ضابطہ حیات ہے، یہ نہ صرف اپنے ماننے والوں کو تجربے اور مشاہدے پر ابھارتا ہے بلکہ دنیا کی ہر شئے اور مظاہر فطرت کا نزدیکی اور باریک بینی کے ساتھ جائزہ لینے کی تاکید کرتا ہے اور یہ حقیقت اس کی بے شمار آیتوں سے ظاہر ہوتی ہے جن میں ''مشاہدے'' اور ''غور و فکر'' کی ہدایت کی گئی ہے۔انھی ''غور و فکر'' اور ''مشاہدے'' کا نتیجہ تھا کہ مدارس کے تعلیمی نظام نے مختلف شعبوں میں چند ایسی عظیم ہستیوں کو جنم دیا ہے، جن کے نام آج بھی عزت و احترام کے ساتھ لیے جاتے ہیں۔یہاں ہم خصوصیت کے ساتھ امام بخاریؒ، امام شافعیؒ، امام غزالیؒ، ابو اسحاق شیرازی، برہان الدین زرنوجی، ابن خلدون، ابن اثیر، فخر الدین رازی، بوعلی سینا، نظام الملک طوسی، عمر خیام، شیخ

سعدی، حافظ شیرازی، ابن رشد، فارابی وغیرہ کے ناموں کو لے سکتے ہیں۔ یہاں اس تاریخی حقیقت کا اظہار ضروری ہے کہ ان ہی حکما، اطبا، علما، ماہرین دفاع، ماہرین تعلیم، موجدوں اور سائنس دانوں سے استفادہ کر کے یورپ نے سائنس اور ٹیکنالوجی وغیرہ میں غیر معمولی ترقی کی۔

ماضی قریب میں بھی، مدارس کے نظامِ تعلیم نے ہندوستان کی عظیم خدمات مجاہدین آزادی، سیاستداں، صحافی، تاریخ داں، ماہرینِ تعلیم، ادبا، ناقدین، علماء، مفتی وقاضی، محدثین وفقہا کے ذریعے انجام دی ہیں، نیز اس ملک کو دنیا کے دیگر ممالک سے تعارف کرایا ہے اور بہترین روابط قائم کرنے کا ذریعہ بنا ہے لیکن آج اس نظامِ تعلیم میں نقص پیدا ہو گیا کہ مختلف شعبہ ہائے زندگی میں اب پہلے جیسی رہبری نہیں کر پاتا۔ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ مدارس عربیہ دینی تعلیم کے لیے مخصوص ہیں اور اسکول وکالج میں دنیاوی تعلیم دی جاتی ہے۔ اس غلط فہمی میں عوام ہی نہیں خواص بھی مبتلا ہیں۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام میں دین ودنیا کے تضاد کا کوئی تصور ہی نہیں ہے کہ اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے اور اسلامی نظریۂ حیات کی رو سے زندگی ایک ایسی وحدت ہے جس میں دین ودنیا کی تقسیم ممکن نہیں۔ جیسا کہ قرآن کریم میں دعا مانگنے کی رہبری ''ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ'' کی آیت میں کی گئی ہے۔ اہم بات یہ ہے اس دعا میں آخرت سے پہلے دنیا کی بھلائی طلب کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ ''درس نظامی'' کے مشمولہ مضامین پر ایک نظر ڈالنے سے بھی اس وحدت کی تائید ہوتی ہے۔ اس نصاب تعلیم میں قرآن کریم، حدیث، فقہ، طب کے ساتھ ساتھ منطق، فلسفہ، ادب، ہیئت، ہندسہ وغیرہ جیسے مضامین بھی شامل درس ہیں جنھیں عرف عام میں دنیاوی مضامین کہا جاتا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ مدارس کے نظامِ تعلیم کے بل بوتے پر علمائے کرام نے امت کی رہنمائی ہر قدم پر فرمائی، ہر چیلنج کا مقابلہ کرنے کی ہمت وحوصلہ عطا کیا لیکن آج یہ نظام تعلیم امت کی زندگی کے ہر موڑ پر کیوں معاون ومددگار ثابت نہیں ہو پا رہا ہے؟ ساتھ ہی جو نظام تعلیم امت کو ہر دور میں جملہ سیاسی، سماجی، اخلاقی اور روحانی معاملات میں مکمل رہبری کرتا رہا، آج کیوں ان کے اساتذہ ذمہ داران ایک محدود دائرے میں خود کو بند کر کے بیٹھے ہیں کہ ان کا مقصد محض چند مضامین کی تدریس سے پورا ہو جاتا ہے۔ پھر یہ تصور کہ فلاں فلاں اقدامات سے مدارس کا اصل مقصد فوت ہو جائے گا۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا مدارس کا مقصد قوم کے نونہالوں کو محض ایک خاص دائرے تک ہی محدود رکھنا ہے؟ کیا انھیں قدیم صالح اور

جدید نافع کی برکتوں سے محروم رکھنے میں کوئی فائدہ نظر آتا ہے؟ کیا اس طرح مدارس کے بچوں کو زمانے کے تقاضوں سے بے خبر رکھتے رہیں گے؟ کیا ہم نے طے کر لیا ہے کہ ہم دینی مسائل کے علاوہ باقی معاملات میں ہمیشہ مغربی تعلیم سے فیضیاب افراد اور مغربی اقوام کے دست نگر بنے رہیں گے؟ کیا روزگار کے حصول کے لیے نوجوان کو تیار کرنا ایک ایسا جرم ہے جس سے ہم اپنے نوجوانوں کو باز رکھنا چاہتے ہیں؟ کیا چند مضامین کی تدریس کے علاوہ انھیں ہم ہر طرح کی باخبری سے محروم رکھیں گے؟

یہ اور اس طرح کے سینکڑوں سوالات ہیں جو اس بات کا تقاضا کر رہے ہیں کہ اس قدیم اور عظیم نظام تعلیم کو الٹ پلٹ کر دیکھ تو لیں کہ اس کی موجودہ صورت حال کیا ہے؟ کہیں اس میں کچھ کمیاں اور خامیاں تو داخل نہیں ہو گئی ہیں؟ اور دنیا کے دوسرے نظام ہائے تعلیم کا مطالعہ کر کے یہ بھی دیکھنے کی ضرورت ہے کہ اس نظام تعلیم کو اور بہتر بنانے کے لیے مزید کیا کچھ کیا جا سکتا ہے؟ تا کہ جن مقاصد کی تکمیل کے لیے اس کو قائم کیا گیا تھا ہم انھیں زیادہ خوش اسلوبی سے پورا کر سکیں اور یہ بھی اندازہ ہو جائے کہ اگر ان مقاصد کی تکمیل نہیں ہو رہی ہے تو کیوں؟ اور ان کی تکمیل کے لیے کیا کیا اقدامات کیے جا سکتے ہیں؟

مدارس' خواہ ملحقہ ہوں یا غیر ملحقہ کے نصابِ تعلیم پر نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ بنیادی طور پر مدارس میں نصاب تعلیم کا تصور محض کتابوں کے گرد گھوم رہا ہے یعنی ''کتاب مرکوز'' ہے جب کہ آج کل بچے کو مرکز مانے بغیر کسی فعال نظامِ تعلیم کا کامیاب ہونا ناممکن خیال کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ نصاب کو ترتیب دیتے وقت کہیں بھی مقاصد تدریس' طالب علم کی ذہنی سطح اور نفسیاتی ضروریات کے مطابق مضامین کے انتخاب' طریقۂ تدریس' تدریس کو دلچسپ بنانے کے لیے ''امدادی سامان تعلیم'' کی فراہمی اور امتحان کے وقفوں اور طریقوں کا کوئی ذکر ہی نہیں ملتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بعض بعض مضامین میں پندرہ پندرہ کتب عرصۂ دراز سے چل رہی ہیں جن کا پڑھنا ہر طالب علم کے لیے لازمی ہے اور وہ بھی ایسے مضامین کی کتب جن کا عملی زندگی یا مدرسے سے فراغت کے بعد کی زندگی سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ ساتھ ہی تبدیلی نصاب کا مطلب سمجھا جاتا ہے کہ مختلف مضامین کی تدریس کے لیے چند کتابوں کا اضافہ کر دیا جائے یا چند کتابیں کم کر دی جائیں۔ بعض مدارس کے نصاب درس میں ایسی کتب بھی ہیں جو بلا کسی تبدیلی کے تقریباً ۳۰۰ سال کے زیادہ عرصہ سے پڑھائی جا رہی ہیں جب کہ تیزی سے بدلتی ہوئی اس دنیا میں علم کی دنیا بہت وسیع ہو گئی ہے اور ہر علم

چند سال میں ہی دگنی ترقی کر لیتا ہے اور مختلف علوم ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم ہو گئے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ آج کی تعلیم بھی محض مدرسے کی چہار دیواری تک محدود نہیں رہ گئی ہے بلکہ مدرسے کی چہار دیواری میں ہونے والے عمل کے علاوہ تعلیم کے اس عمل میں والدین کی فعال شرکت نیز ماحول اور اردگرد پھیلے اس ماحول میں ہونے والی روز افزوں تبدیلیوں کو پیش نظر رکھے بغیر بہتر تعلیم دینا ناممکن سا ہو گیا ہے۔ ادھر آزاد مدارس کے تعلق سے عام مسلمانوں کا بھی رویہ رہا ہے کہ مدارس کو صدقہ، زکوٰۃ اور چرم قربانی دے کر یہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ مدارس کی تعلیم کے لیے ان کی ذمہ داری پوری ہو گئی۔ اس لیے وہ صاحب خیر حضرات اور خصوصاً مدارس میں پڑھنے والے بچوں کے والدین مدرسہ کی تدریسی زندگی میں اپنی شرکت اور دلچسپی کی ضرورت اور اہمیت کو محسوس ہی نہیں کرتے انھیں یہ احساس ہی نہیں ہے کہ اگر مدارس کی تعلیمی مصروفیات میں نہ صرف والدین بلکہ سماج کے دیگر وسائل کو بھی شریک کیا جائے تو مدارس کی تعلیم میں زیادہ جاذبیت پیدا ہو جائے گی اور یہ تعلیم زیادہ مفید اور بامقصد بن جائے گی۔

ویسے تو ہندوستان کے مختلف غیر ملحقہ مدارس میں مختلف نصابات رائج ہیں لیکن عام طور پر یہ مدارس نصاب کے تعلق سے تین طرح کے نصابوں سے متاثر نظر آتے ہیں اور وہ ہیں (۱) درس نظامی (۲) دارالعلوم دیوبند کا نصاب (۳) دارالعلوم ندوۃ العلما کا نصاب۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ تینوں نصابوں میں اکثر مضامین اور ان کی کتابیں مشترکہ ہیں۔ یہاں اس بات کا ذکر ضروری ہے کہ شیعہ مدارس کا نصاب تعلیم عام طور پر سنی مدارس کے نصاب سے مختلف ہے۔

جیسا پہلے ذکر کیا گیا کہ ہندوستان کی نو (09) ریاستوں میں مدرسہ بورڈوں سے ملحقہ مدارس ہیں جن میں حکومت کے مرتب کردہ نصاب کو پڑھایا جاتا ہے۔ ان میں عربی ادب، دینیات کے علاوہ انگریزی، اردو، حساب، جغرافیہ، تاریخ، جنرل سائنس، ہندی، سماجی علوم وغیرہ مضامین نصاب میں داخل ہیں۔ جہاں تک ''مدارسِ نسواں'' کی نصابی خصوصیات کا سوال ہے تو یہاں لڑکیوں کی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے نصاب تعلیم کو مختصر کر دیا گیا ہے کیونکہ عام طور پر لڑکیاں جلد گھریلو ذمے داریوں سے وابستہ ہو جاتی ہیں۔ اس لیے نصاب میں صرف ضروری چیزوں کو ہی شامل کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے تاکہ پانچ چھ سال کی مدت میں اس کی تکمیل ہو جائے اور وہ علمی استعداد کے ساتھ عملی زندگی کا آغاز کر سکیں۔ اعلیٰ درجات کے لیے ''درس نظامی''

کی ضخیم کتابوں کی بجائے لڑکیوں کی عمر' استعداد اور ضرورت اور ان کے اندر تعمیر معاشرہ کا شعور اجاگر کرنے کے پیش نظر نصاب مرتب کیا گیا ہے۔ ساتھ ہی دور حاضر کے تقاضوں کے تحت بقدر ضرورت ''علوم عصریہ'' بھی نصاب میں شامل ہیں۔ ان کے نصاب میں دینی مضامین کے تعلق سے تفسیر' حدیث اور سیرت پر ہی زیادہ زور دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ امور خانہ داری' سلائی' کڑھائی وغیرہ کو بھی نصاب میں شامل کیا گیا ہے۔ اس بات کا بھی خیال رکھا گیا ہے کہ لڑکیوں کو پانچ چھ سال کی مدت میں جنرل نرسنگ' جنرل میڈیسن' میٹرنٹی اور دوسرے ضروری امور کی بھی تعلیم دی جائے تا کہ انھیں علاج ومعالجہ سے نہ صرف واقفیت ہو جائے بلکہ اگر وہ چاہیں تو بطور معاش اس سے فائدہ بھی اٹھا سکیں۔

ہندوستان میں مدارس کے نصاب تعلیم کی اصلاح کے تعلق سے اب تک سینکڑوں کنونش اور سیمینار منعقد ہو چکے ہیں' ساتھ ہی بہت سے مضامین لکھے گئے ہیں لیکن عملاً مدارس کا نصاب ہنوز روز اول کی شکل میں موجود ہے۔ ایسے بیشتر پروگرام ''نشستند وگفتند و برخاستند'' سے آگے نہ بڑھ سکے اور ہمیشہ تان اس پر ٹوٹی کہ چند کتابوں کی کمی وبیشی کر دی جائے اور یہ کتابیں بھی بیشتر مدارس میں دوڈھائی سوسال پرانی چل رہی ہیں جیسا کہ پہلے اس تعلق سے لکھا گیا ہے۔ منطق وفلسفہ جو کہ عموماً مدارس سے فراغت کے بعد طلبہ کی عملی زندگی میں قطعاً کسی کام نہیں آتا۔ داخل نصاب ہیں۔ قرآن وحدیث کی تدریس براہ راست قرآن و حدیث سے نہیں کی جاتی۔ اہم بات یہ ہے کہ ترتیب نصاب کے جو اصول وضوابط ہیں ان سے بیشتر کارکنان مدارس نا آشنا ہیں۔ اب کچھ مدارس تبدیلی نصاب کی جانب اپنی توجہات مرکوز کر رہے ہیں۔ نیز بعض آزاد مدارس نے اپنے یہاں ''عصری علوم'' کے ساتھ ساتھ تکنیکی اور پیشہ ورانہ علوم وفنون کی جانب قدم بڑھانا شروع کر دیا ہے جو کہ امید افزا اور قابل ستائش رجحان ہے۔

1.9 مطالعہ کے مقاصد(Objectives of the Study):

1. ریاست بہار کی پٹنہ کمشنری کے مدارس میں طلبہ کے اندراج کی تفصیلات معلوم کرنا۔
2. ریاست بہار کی پٹنہ کمشنری کے مدارس میں ترک مدرسہ کرنے والے طلبا و طالبات سے متعلق اعداد وشمار اکٹھا کرنا۔

3. ریاست بہار کی پٹنہ کمشنری کے مدارس کے طلبا و طالبات کی حصولیابیوں کا پتہ لگانا۔

4. ریاست بہار کی پٹنہ کمشنری کے مختلف مدارس کے طلبا و طالبات کے اندراج، مدرسہ ترک کرنے والے طلبا و طالبات کا تناسب اوران کی حصولیابیوں کا جائزہ لینا۔

5. ریاست بہار کے پٹنہ کمشنری کے مدارس کی جانب سے طلبہ کے آفاقی اندراج، مدرسہ ترک کرنے والے طلبہ کے تناسب میں کمی اور طلبہ کی کامیابیوں کے لئے اختیار کی جانے والی تدابیر اور اقدامات تجویز کرنا۔

6. اساتذہ کی لیاقت اور پیشہ کے میلان پر طلبہ کے جوابات اور طلبہ کی تعداد میں تعلق معلوم کرنا۔

7. مدارس میں اچھی بنیادی سہولیات پر پر طلبہ کے مختلف جوابات اور طلبہ کی تعداد میں تعلق معلوم کرنا۔

8. اساتذہ کی لیاقت اور پیشہ کے میلان پر طلبہ کے مختلف جوابات اور مدارس کی سطح کے درمیان تعلق معلوم کرنا۔

9. مدارس میں اچھی بنیادی سہولیات پر طلبہ کے مختلف جوابات اور مدارس کی سطح کے درمیان تعلق معلوم کرنا۔

1.10 مطالعہ کے حدود:

1. یہ مطالعہ صرف ریاست بہار پر محیط ہے۔

2. یہ مطالعہ بہار کی پٹنہ کمشنری کے چھ اضلاع تک محدود ہے اوراس کی مدت 2015-2012 تک کی ہے۔

2. موجودہ تحقیق میں معطیات مدرسہ کے مدرسین اور صدر مدرسین سے حاصل کی گئی ہیں۔

4. یہ مطالعہ صرف ان ہی مدارس پر محیط ہے جو حکومت بہار کے مدرسہ بورڈ کے تحت آتے ہیں۔

1.11 تحقیقی سوالات:

1. ریاست بہار کی پٹنہ کمشنری کے مدارس میں طلبہ کے اندراج کی تفصیلات کیا ہے؟
2. ریاست بہار کی پٹنہ کمشنری کے مدارس میں تعلیم ترک کرنے والے طلبا و طالبات سے متعلق اعداد وشمار کیا ہے؟
3. ریاست بہار کی پٹنہ کمشنری کے مدارس کے طلبا وطالبات کی حصولیابیوں کی شرح کیا ہے؟
4. ریاست بہار کی پٹنہ کمشنری کے مختلف مدارس کے طلبا و طالبات کے داخلوں کے اندراجات ، مدرسہ ترک کرنے والے طلبا وطالبات کا تناسب اوران کی حصولیابیوں کی شرح کیا ہے؟
5. ریاست بہار کی پٹنہ کمشنری کے مدارس کی جانب سے طلبا کے آفاقی اندراج ، مدرسہ ترک کرنے والے طلبا کے تناسب میں کمی اور طلبا کی حصولیابیوں کے لئے اختیار کی جانے والی تدابیر اوراقدامات کیا کیا کئے گئے ہیں؟

جوابات:

1. ریاست بہار کے پٹنہ کمشنری کے مدارس کے مختلف درجات میں 2012 تا2015 لڑکوں اورلڑکیوں کا کل اندراج16200 ہے۔
2. ریاست بہار کے پٹنہ کمشنری کے مدارس کے مختلف درجات میں 2012 تا2015 لڑکوں اورلڑکیوں کا کل ترک مدرسہ 2971 ہے۔
3. ریاست بہار کے پٹنہ کمشنری کے مدارس کے مختلف درجات میں 2012 تا2015 لڑکوں اورلڑکیوں کا حصولیابی کی شرح71.76% ہے۔

1.12 مطالعہ کی تنظیم (تقسیم ابواب):

موجودہ تحقیقی مطالعہ کی رپورٹ پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔

باب اول:

یہ باب مطالعہ کا ایک تعارفی خاکہ پیش کرتا ہے۔ جس میں ریاست بہار کے پٹنہ کمشنری کے مدارس میں اندراج، ترکِ مدرسہ اور حصولیابیوں کے مطالعہ کا تعارف پیش کیا گیا ہے۔

باب دوم:

یہ باب متعلقہ ادب کے جائزے کو پیش کرتا ہے، جس میں سابق میں کئے گئے متعلقہ تحقیقات کے نتائج کا جائزہ لیا گیا ہے۔

باب سوم:

اس باب میں تحقیقی خاکہ کو بیان کیا گیا ہے، جس میں مطالعے کے طریقہ کار کو پیش کیا گیا ہے۔ اس باب میں مطالعہ آبادی، نمونہ بندی، استعمال شدہ تحقیقی آلات، معطیات کا حصول وغیرہ کے بارے میں تفصیل ہے۔

باب چہارم:

اس باب میں حاصل شدہ معطیات (اعداد و شمار) کا تجزیہ اور تشریح ہے۔

باب پنجم:

اختتامی باب پنجم میں مطالعہ کا خلاصہ، نتائج، تعلیمی مضمرات اور مزید تحقیق کے لئے تجاویز وغیرہ پیش کی گئی ہیں۔ آخر میں کتابیات ہے جو مندرجہ حوالے کی فہرست پر مبنی ہے۔ سب سے اخیر میں ضمیمہ جات ہیں۔

1.13 مطالعہ کی ضرورت اور اہمیت:

بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ اپنی نوعیت اور ساخت کے اعتبار سے ایک منفرد حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے تحت تمام کورسیس اردو ذریعہ تعلیم (اردو میڈیم) میں فراہم کی جاتی ہے۔ بارہویں جماعت تک کی تعلیم اس بورڈ سے منظور شدہ مدارس میں فراہم کی جاتی ہے۔ جس میں کسی بھی ریگولر اسکول بورڈ کے تعلیمی نصاب کے مساوی زبان (ہندی، انگریزی، اردو، عربی، فارسی) ریاضی، سائنس، سماجی علوم اور معاشیات وغیرہ پڑھائی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ منطق وفلسفہ کو بھی قدیم سائنس کے طور پر ہی پڑھایا جاتا ہے۔ لٰہذا جدید عصری تعلیمی نصاب سے آراستہ ان مدارس کے اندراج، ترک مدرسہ اور طلبا کے حصولیابی کا مطالعہ اہمیت کی حامل ہے۔

جدید تعلیم یافتہ طبقے کی ایک بڑی تعداد مذہب بیزاری کی اسی لیے شکار ہے کہ وہ ہر چیز کو سائنسی اصول وانکشافات اور حقائق کی بنیاد پر پرکھ کر دیکھنا چاہتی ہے۔ ایسے میں سائنسی علوم سے جو تقویت مل سکتی ہے، اس کے لیے کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ امام غزالی نے اپنے وقت میں لوگوں کے ذہنوں سے یونانی فلسفے کی مرعوبیت اور مذہبی فکر پر پڑنے والے اسکے اثرات کو دیکھ کر ہی یونانی فلسفے کے رو میں غواصی کی تہافتہ الفلاسفۃ جیسی کتاب لکھی۔

لٰہذا موجودہ تحقیقی مطالعہ اس سمت میں ایک کوشش ہے کہ مدرسہ بورڈ سے الحاق شدہ مدارس کی کارکردگی کو معلوم کیا جائے۔

باب۔دوم

تحقیقی مواد کا جائزہ

CHAPTER-2

REVIEW OF THE RELATED LITERATURE

CHAPTER - 2 :
REVIEW OF THE RELATED LITERATURE
باب۔دوم :متعلقہ تحقیقی مواد کا جائزہ

2.0 تعارف:

اس باب کو اس تحقیقی مطالعہ کے موضوع سے متعلق مواد کے جائزے کے لئے مختص کیا گیا ہے۔اس ضمن میں تحقیق کے موضوع سے متعلق مضامین، کتب اور تحقیقی کاموں کا جائزہ لیا گیا ہے۔

Morning and evening Madrsas of District Thiruvananthapuram Kerala: A case study

مسلمانوں میں مذہبی تعلیم ،اقدار کے حصول کا ایک اہم ذریعہ اور مقصدِ حیات ہے۔مذہبی تعلیم سماجی آہنگی اور سماجی شناخت کا وسیلہ ہے۔ پرائمری سطح کے مدرسے کی تعلیم بچوں کی شخصیت کے نشو نما اور مذہبی عقائد کو سمجھنے میں معاون ہے۔ مدرسے کا مفہوم کیرالہ میں شمالی ہند سے مختلف ہے،شمالی ہند میں اسلامی تعلیم مکتب یا مدرسہ کی تعلیم کو کہا جاتا ہے،مکتب کا مفہوم ہوتا ہے ایک ایسا ادارہ جہاں پر بنیادی مذہبی تعلیم دی جاتی ہو اور مدرسہ سے مراد اعلیٰ پیمانے کا اسلامی تعلیمی ادارہ۔جب کہ جنوبی ہند اور خاص طور سے کیرالہ میں مدرسوں سے مراد ایسے اداروں سے ہے جو کہ بنیادی مذہبی تعلیم دیتے ہیں اور عربی اصطلاح میں اسلامیہ کالج اور جامعہ کا استعمال اعلیٰ اسلامی تعلیمی مراکز کے لئے ہوتا ہے۔

مذکورہ مطالعۂ احوال کی خاطر فیلڈ ورک کے دوران ضلع Thiruvananthapuram کیرالہ کے دو مدرسوں کو منتخب کیا گیا۔

(1) المدرسۃ الاسلامیہ Karakkamandapam

(2) المدرسۃ الاسلامیہ Karimatom Colony

مذکورہ بالا دونوں مدرسے مجلس تعلیمِ اسلامی، جماعتِ اسلامی کا ایک تعلیمی بورڈ ہے، جس کا قیام ۱۹۷۹ء میں ہوا تھا۔ دونوں مدرسے دوڈگریاں فارغین کو دیتے ہیں۔

(1) پرائمری سرٹیفکٹ کورس: جس میں کہ طلباء پبلک اگزامینیشن کے درجہ ہفتم کے امتحان میں بھی شریک ہونے کے مجاز ہوتے ہیں۔

(2) **Islamic Oriented Secondary Examination (IOSE)** یہ کورس چار سال پر مبنی ہوتا ہے جو کہ پرائمری کورس مکمل ہونے کے بعد کرایا جاتا ہے۔

اکثر مسلم بچے مدرسوں میں تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے جاتے ہیں کیونکہ ان کے والدین اور سرپرستوں کا ماننا ہے کہ شعور و آگہی بچوں کو بچپن میں ہی دینا ضروری ہے۔ اسی لئے وہ اپنے بچوں کو صباحی (Morning) یا مسائی (Evening) مدرسوں میں اپنے بچوں کا داخلہ کراتے ہیں صباحی مدرسے صبح ۷/ بجے سے ۹/ بجے تک چلتے ہیں۔ اس کے بعد طلباء اپنے دوسرے عصری اداروں میں جاتے ہیں۔ اور مسائی مدرسے ساڑھے چار بجے شام سے ٦ بجے شام تک چلتے ہیں۔

صباحی اور مسائی مدرسے کیرالہ کے مسلم بچوں میں بنیادی مذہبی تعلیم فراہم کرنے میں اہم کردار ادا کررہے ہیں۔ یہ مدرسے مختلف تنظیموں کی ماتحتی میں چلائے جارہے ہیں۔ لیکن جب طلبا کی جانب توجہ کی جاتی ہے تو پتہ چلتا ہے کہ درجہ سات کے بعد طلبا میں مدارس کی تعلیم کو ترک کرنے کا رجحان بڑی تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ طلبا مدرسہ اور اسکول دونوں کے نصابات کے بوجھ تلے دبے جارہے ہیں اور دونوں سے نبرد آزما ہونا ان کے اذہان پر کافی بھاری پڑ رہا ہے۔ ادھر دوسری جانب کئی ایسے مذہبی ادارے ہیں جو کہ انگلش میڈیم چلارہے ہیں۔ انہوں نے اپنے اسکول کے نصابات میں اسلامی اور عصری مضامین دونوں کو شامل کیا ہے۔ مثلاً کچھ مسلم پرائیویٹ مینجمنٹ کے تحت چلنے والے اسکول ایسے ہیں جو کہ اپنے یہاں مدرسہ اور اسکول دونوں کی تعلیمات کو مشترکہ طور پر چلارہے ہیں، اس لئے بچوں کے والدین اور سرپرست صباحی اور مسائی مدرسوں کے بجائے ان اسکولوں کو منتخب کر رہے ہیں۔

مدرسہ کی تعلیم کو ترک کرنے کی یہ ایک عمومی وجہ تھی۔ لیکن مدرسہ کی تعلیم کو مزید بااثر بنانے کے لئے ضروری ہے کہ اس کو ایک سیکولر فریم، ہندوستانی اور جمہوری سانچے میں ڈھالنے کی ضرورت ہے۔، اور

اساتذہ کی تربیت کو اس کا ایک لازمی عنصر بنانا چاہئے۔ اساتذہ کی تربیت کا انتظام تعلیم دینے سے قبل اور تعلیم کے دوران بھی ہونا چاہئے۔

The Primary Teacher, Volume: xxxv Number 3 & 4 July and October, 2010

اسلام اور تعلیم جدید: ماریڈوک پتھان، مترجم: اسرائیل خاں

یہ مضمون ماریڈوک پتھان نے یورپ کے رسالہ ''ریویو آف نیشن'' میں لکھا۔ اس مضمون میں انھوں نے اس بات پر روشنی ڈالی ہے کہ اسلام اور تعلیم جدید کے مسلم حامیان کا فرض ہے کہ وہ اسلام کے ساتھ ساتھ سائنس میں بھی کمال حاصل کریں۔ نیز تعلیم جدید سے اسلام کے رشتے کو سمجھیں اور اسلام و سائنس کے باہمی اشتراک عمل اور تعاون سے دنیا میں ایک رحمت یعنی دنیائے انسانیت کے لئے پرامن انقلاب لائیں جس کا واضح امکان موجود ہے۔ بہر حال اس مضمون کی اشاعت اس اعتبار سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے کہ اس میں زمانے کی ایک بڑی اہم ضرورت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اور وقت کے تقاضے کا احساس دلایا گیا ہے۔

رسالہ ''جامعہ'' کا تنقیدی اشاریہ (۱۹۲۳ء تا ۱۹۴۷ء)

A Study of Madrasas of Kerala: An Overview 2.3

Mrs. Khadija Siddiqui .3 Mr. Shiraz .2 Professor. Sushma Zaireth .1

مقاصد :

(1) مکاتب اور مدارس اسلامیہ کے نصاب تعلیم کا تجزیہ کرنا صنفی تعصب کے مطالعہ کے مقصد سے۔

(2) لڑکوں اور لڑکیوں کا تناسب معلوم کرنا۔

(3) مسلم لڑکیوں کے لئے تعلیمی لائحہ عمل کا مطالعہ کرنا۔

نتائج :

(1) کیرالہ میں صوبائی سطح پر مدرسہ بورڈ نہیں ہے۔

(2) اسلامی تعلیمات کے ساتھ ساتھ کمپیوٹر اور انگلش کی تعلیم پر کافی توجہ دی جارہی ہے۔

(3) ذریعہ تعلیم انگریزی یا عربی ہے جب کہ کچھ اداروں میں ملیالم کا بھی رواج ہے۔

(4) اساتذہ اور طلبا کے تعلقات خوشگوار ہیں۔

2.1 قومی درسیات کا خاکہ ۲۰۰۵ء

ہمارے بچوں کو کیا اور کیسے پڑھایا جائے اس طرف عوام کی توجہ مبذول کرانے کے لئے نیشنل کونسل آف ایجوکیشنل ریسرچ اینڈ ٹریننگ (NCERT) کی جانب سے ایک غیر معمولی غور وفکر کا عمل شروع کیا گیا۔ اس دستاویز میں بہت سارے تجزیے اور کئی مشورے شامل ہیں۔ ان سب کے ساتھ ساتھ بار بار یہ یاد دہانی کرائی گئی کہ مادری زبان اظہار کا نہایت اہم ذریعہ ہوتی ہے اور یہ کہ بچوں کو ان کے اپنے علم کی تشکیل کرنے کے قابل بنانے میں معاشرتی، معاشی اور نسلی پس منظر کا ایک مخصوص مقام ہوتا ہے۔ میڈیا اور تعلیمی ٹیکنالوجی کی اہمیت کو تسلیم کیا گیا ہے لیکن استاد کا کردار مرکزی بنا رہتا ہے۔ رنگا رنگی پر زور ہے لیکن انہیں مسائل کی صورت میں نہیں دکھایا گیا ہے۔ اس بات کو ہمیشہ تسلیم کیا گیا ہے کہ معاشرے کے بارے میں تعلیم ایک اثاثہ ہوتی ہے اور اسے ساتھ لے کر چلنے سے رسمی درسیات اور زیادہ مالا مال ہو جائے گی۔ تکثیریت کی مدح کی گئی ہے اور سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے کہ ایک کشادہ ڈھانچے کے اندر مختلف زاویوں کے ہونے سے تخلیقی صلاحیت میں اضافہ ہوگا۔ اس دستاویز میں بچوں کے درسیات کے بوجھ کے سوال کو بار بار اٹھایا گیا ہے۔ اس سلسلے میں ایسا لگتا ہے کہ ہم کسی گہری کھائی میں گرے پڑے ہیں۔ کم وقت کے لئے کام آنے والی معلومات کے انبار کو ہم نے فہم کے بدلے اپنا لیا ہے، اسے بدلنا ہوگا۔ خصوصاً اس وقت جب کہ وہ سب کچھ کیا جا سکتا ہے پھٹ پڑنے کو تیار ہو۔ ہمیں اپنے بچوں کو فہم کا چسکا لگنے دینا چاہئے جس سے انہیں سیکھنے میں مدد ملے اور جب وہ چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں اور خیالات کی دنیا اور زندگی کے لین دین میں قدم رکھیں تو علم کا تبادلہ اپنے مطابق کر پائیں۔ علم کا ایسا چسکا ہمارے بچوں کے موجودہ وقت کو مکمل طور پر تخلیقی اور پر لطف بنا سکے گا، وہ معلومات کی کثرت کے بوجھ سے مجروح نہ ہوں، جس کی ضرورت صرف کچھ مدت کے لئے اس مزاحمتی دوڑ (Hurdle-Race) سے پہلے پڑتی ہے۔ جسے ہم امتحان کہتے ہیں۔ خود اپنے اوپر عائد کی گئی اس خرابی قسمت سے باہر آنے کی تدابیر اس دستاویز میں پیش کی گئی ہیں۔ اس میدان میں تھوڑی سی کامیابی ملنے سے اس بات کا پتہ چلے گا کہ ہم نے سیکھنے کی استعداد کو سمجھانا شروع کر دیا ہے اور ہمیں اس کا بھی احساس

ہو گیا ہے کہ بچوں کے حافظے کو ان معلومات سے نبرد آزما ہونا بے سود ہے جنہیں دراصل صفحات پر سیاہ نشانات یا کمپوٹر ڈسک پر' بٹس' کی مانند ہی رہنے دینا چاہئے۔

تعلیم کوئی مادی شئے نہیں ہے۔ جسے استاد یا ڈاک کے ذریعہ کہیں بھی پہنچا دیا جائے۔ بارآور اور توانا تعلیم کی جڑیں ہمیشہ ہی سے بچے کی مادی اور تہذیبی زمین میں پیوست ہوتی ہیں اور انہیں والدین، اساتذہ، ہم جماعت اور طبقات کے باہمی عمل سے غذا ملتی ہے اس فریضے کے حوالے سے اساتذہ کے کردار اور ان کی فضیلت کو اہمیت دینے اور مستحکم بنانے کی ضرورت ہے۔ علم کی تشکیل باہمی ربط اور تعاون ہی سے ممکن ہے۔ اگر بچے کو غیر متحرک رہنے پر مجبور نہ کیا جائے تو اس عمل میں استاد بھی سیکھتا ہے۔ چونکہ بڑوں کی بہ نسبت بچے زیادہ حساس ہوتے ہیں اور ان کے مشاہدے میں زیادہ گہرائی ہوتی ہے اس لئے علم کے تخلیق کار کے طور پر ان کی حوصلہ افزائی کی جانی چاہئے۔

2.2 اسکولوں میں طلبہ کے اندراج، ترکِ مدرسہ کے واقعات اور حصولیابیوں کا جائزہ:

Review Related to Enrollment Dropouts and Achievement

فیروز بخت احمد (2016) نے" Modernisation of Madrasas crucial for Muslim Progress" کے عنوان سے اپنا تحقیقی مقالہ پیش کیا۔ مقالہ نگار نے حکومت کی جانب سے مدرسہ تعلیم کے جدید بنانے کی اسکیم کو صحیح قرار دیتے ہوئے اسے مسلمانوں کی ترقی کا اہم زینہ قرار دیا۔ مقالہ نگار کے مطابق آج ہر میدان میں خواہ وہ تعلیم کا میدان ہو یا سیاست کا یا پھر ملازمت حاصل کرنے کا معاملہ ہو، ان میدانوں میں مسلمانوں کی نمائندگی نا کے برابر ہے۔ اگر سرکاری ملازمت کا جائزہ لیا جائے تو محض 2% مسلمانوں کی نمائندگی دیکھنے کو ملتی ہے۔ 479 ججوں میں سے 30 جج مسلم ہیں۔ IAS اور IPS میں مسلمانوں کی نمائندگی بالترتیب 2.27% اور 3.65% ہے۔ یہ تخمینہ جات اس بات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ مسلمانوں کی تعلیمی و معاشی صورت حال نہایت پسماندہ ہے۔ لہٰذا مسلم مفکرین، علماء اور سیاست دانوں کو اس پر گہرائی و گیرائی کے ساتھ غور و فکر کرنے کی ضرورت ہے۔ وہ مسلم سیاست داں جو ووٹ بینک کے لیے مدارس کے جدید بنانے کے عمل کی مخالفت کر رہے ہیں انھیں سیاست سے ہٹ کر مسلمانوں کے مستقبل

کی فکر کرنی چاہئے اور مدارس کو جدید بنانے کی تجویز کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کرنی ہوگی۔ نیز مدارس کے اساتذہ کو بھی اس جانب پیش قدمی کرنے کی ضرورت ہے۔

ہما قیوم اور ڈاکٹر مدھو کشواہا (2016) نے اپنا تحقیقی مقالہ "A Review paper on Muslim Education in India" کے عنوان سے پیش کیا۔ اس مقالہ کا مقصد (1) مسلمانوں کی تعلیمی صورت حال کا اندازہ لگانا تھا۔ محققات نے اس مقالہ میں مختلف تحقیقات کا جائزہ پیش کیا ہے۔ مدارس کے نصاب، لڑکیوں کی تعلیم، مدرسہ تعلیم کو جدیدیانہ، ان موضوعات پر جو بھی تحقیقات سامنے آئی ہیں ان کا احاطہ کرتے ہوئے محققات نے مسلمانوں کی تعلیمی پسماندگی اور ان کی وجوہات کا ذکر کیا ہے اور کس طرح ان وجوہات و مسائل کا حل تلاش کیا جائے اس پر بھی انھیں تحقیقات کے تناظر میں روشنی ڈالی ہے ساتھ ہی ساتھ اپنی ذاتی تجاویز بھی رکھی ہیں۔ محققات کے مطابق انسانی زندگی اور اس کے اذہان وقلوب پر ان کے مذہب کا گہرا اثر ہوتا ہے اور ان کو تبدیل کرنے کی کوشش اپنے آپ میں ایک مشکل امر ہے۔ اسی طرح مسلمانوں کے نزدیک بھی مدارس کا اپنا ایک وقار ہے۔ لہٰذا اس میں دی جانے والی تعلیمات میں ترمیم واضافہ کرنا ایک مشکل امر ہے۔ پھر بھی موجودہ وقت اور حالات کے لحاظ سے مدارس میں تبدیلی واصلاح لازمی اور ضروری ہے۔

مولانا محمد طارق عبداللہ (2015) نے منعقدہ علامی کانفرنس جامعۃ الفلاح میں اپنا مقالہ "مروجہ نظام تعلیم وتربیت اور مطلوبہ متغیرات" کے عنوان سے پیش کیا جس میں مدارس اور اس کے نظام تعلیم وتربیت کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے مندرجہ ذیل نکات میں اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔

(1) نصاب تعلیم طے کرنے سے قبل یہ طے کرنا ہوگا کہ متعلقہ ادارہ سے طلبا وفارغین کی کس طرح کی کھیپ تیار کرنا مقصود ہے۔

(2) طالب علم کو کسی مخصوص میدان میں لگانے سے قبل یہ دیکھنا ہوگا کہ خود بچہ کا طبعی میلان کس طرف ہے۔

(3) موجودہ ضروریات اور مصالح کو سامنے رکھتے ہوئے مدارس کا نصاب تعلیم تیار کیا جانا چاہئے۔ آج فارغین مدارس کی ایک بڑی ضرورت یہ بھی ہے کہ وہ مقامی اور علاقائی زبانوں اور مدعو قوم کے مزاج اور ان کے عادات ورسوم سے واقف ہوں اور ہمارے مدارس کا مروجہ نصاب اس مقصد کے لیے ناکافی

ہے۔ضرورت ہے کہ اس میں کچھ تخفیف واضافہ کر کے ضروری اور لازمی تبدیلیاں لائی جائیں۔

(4) مدارس کے نصاب کا وہ حصہ جو ''معقولات'' کے نام سے جانا جاتا ہے غور کرنا چاہئے کہ وہ کس حد تک آج حالات میں ''معقول'' ہے۔

محمد حفیظ (2015) نے اپنا تحقیقی مقالہ '' Towards the development of Education system among the Muslims in Kerala: An Assessment '' کے عنوان سے پیش کیا۔جس کا مقصد کیرالا کے مسلمانوں کی تعلیمی ترقی کو پیش کرنا تھا تا کہ دیگر ریاستوں کے مسلمانوں کے لئے نمونہ/ مثال بن سکیں۔محقق نے کیرالا کے مسلمانوں کی تعلیمی صورت حال کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ کس طرح کچھ پہلے تک مسلم سماج میں جدید تعلیم (Modern Education) کو صحیح نہیں تصور کیا جاتا تھا اور مسلمان صرف مدارس کے اندر دینی تعلیم حاصل کرنے تک محدود تھے اور تعلیم کی اس دینی وعصری تحدید نے مسلمانوں کو تعلیم و ترقی کے میدان میں پیچھے چھوڑ دیا۔لیکن 1921ء کی مالا بار تحریک (Malabar Revolt) کے بعد بعض مسلم دانش مند حضرات اور ماہرین نے رفتہ رفتہ Modern Education پر زور دیا۔محقق نے کیرالا کی مکمل تعلیمی تاریخ کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ 20ویں صدی میں مسلمانوں کی تعلیم کا مرکز درس،مکتب اور مدارس تھے جہاں روایتی تعلیم فراہم کی جاتی تھی۔جن میں مذہبیت غالب تھی۔لیکن رفتہ رفتہ ماہرین کے ذریعہ مدارس کے نصاب میں بھی Modern Education کو شامل کیے جانے کی بات کی گئی۔آج کیرالا میں متعدد ایسے مدارس ہیں جن میں مذہبی تعلیم کے ساتھ ساتھ جدید تعلیم بھی فراہم کی جاتی ہے۔مسلم ایجوکیشن سوسائٹی،مسلم سروس سوسائٹی ایسی سوسائٹیاں ہیں جو ہمہ وقت مسلمانوں کی تعلیمی ترقی کے لئے کوشاں رہتی ہیں اور کئی تنظیمیں ایسی ہیں جن کے ذریعہ طلبا کو تعلیمی مشاورت ورہنمائی فراہم کی جاتی ہے۔

ثنا اسماء اور تسنیم شاذلی (2015) نے اپنا تحقیقی مقالہ '' Role of Madrasa Education in Empowerment of Muslims in India '' کے عنوان سے پیش کیا۔اس کے مقاصد تھے۔ (1) مسلمانوں کے تعلیمی ارتقاء میں مدارس کے کردار کا جائزہ لینا (2) ہندوستانی مدارس کو درپیش چیلنجز کا جائزہ لینا (3) مدرسہ تعلیم کے ارتقاء کے لیے تجاویز اور مشورہ دینا۔محققات نے اس تحقیق میں NSSO (National Sample Survey Organisation-2009-10) کا استعمال کرتے ہوئے مندرجہ

ذیل نتائج اخذ کئے۔

1. ہندوستانی مدارس مسلمانوں کے تعلیمی ارتقاء میں اہم رول ادا کر رہے ہیں۔

2. اس وقت مدارس کو جو چیلنجیز درپیش ہیں ان سے نبرد آزما ہونے کی لیے مندرجہ ذیل اقدامات کرنے ہوں گے۔

☆ مدارس کے نصاب اور مقاصد بالکل واضح کئے جائیں۔

☆ سائنس اور ٹکنالوجی کی تعلیم کو مدارس کے نصاب میں شامل کیا جائے۔

☆ مدارس کے اساتذہ کے لیے Teachers Training Programme شروع کیا جائے۔

طارق اے۔آخون (2015) نے اپنا تحقیقی مقالہ ”Modern Education in Madrasas: A Study of Madrasas in Hyderabad“ کے عنوان سے پیش کیا۔اس تحقیق کے مقاصد یہ تھے۔(1) مدارس کے اندر پڑھائے جانے والے جدید مضامین (Modern Subjects) (وہ مضامین جو مذہبی واسلامی تعلیم جیسے قرآن وحدیث کے علاوہ ہیں) کے نصاب کی جانچ کرنا۔(2) جدید تعلیم (Modern Education) اور مدرسہ تعلیم کو جدید بنانے کے تئیں مسلم وغیر مسلم اسکالرس کے نظریات کا جائزہ لینا۔محقق نے معطیات کے لیے سروے کا طریقہ کار استعمال کیا۔نمونے کے طور پر محقق نے حیدرآباد کے مدارس اور مولا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی کے طلبا و اساتذہ اور انتظامی عملہ کو Purposive Technique کے ذریعہ منتخب کیا۔معطیات کے حصول کے لیے محقق نے ایک سوالنامہ تیار کیا جو دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ سوالنامہ کے طور پر دوسرا حصہ غیر منظّم انٹرویو کے طور پر دے سکتے تھے۔مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی کے طلبا واساتذہ کو دونوں اختیارات دیئے گئے۔یا تو وہ سوالنامہ بھر سکتے تھے یا انٹرویو۔ Thematic Analysis کے ذریعہ معطیات کا تجزیہ کر کے تحقیق کار نے یہ نتائج اخذ کئے۔(1) مدارس میں طلبا واساتذہ کے لیے انفراسٹرکچر کا بہتر نظم نہیں ہے۔مدارس کی عمارتیں تو وسیع ہیں لیکن اکثر مدارس میں طلبا واساتذہ درجہ جماعت میں زمین رپ ہی بیٹھتے ہیں۔(2) محقق نے جن مدارس کا جائزہ لیا اکثر مدارس میں جدید مضامین جیسے انگریزی، ریاضی اور اردو وغیرہ کی تدریس کی جاتی تھی۔کچھ مدارس کے نصاب میں

دونوں طرح کے مضامین پڑھائے جاتے ہیں جب کہ کچھ مدارس میں آج بھی محض مذہبی تعلیمات کی فراہمی پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے اور کچھ مدارس ایسے بھی پائے گئے جن کے نصاب انتظامی کمیٹی کے ذریعہ بنائے جاتے ہیں۔(3) اکثر Participants کا کہنا تھا کہ مدارس کے نصاب میں جدید مضامین کی شمولیت ضروری ہے۔مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی کے Participants کے بقول وہ تمام مضامین جو ماڈرن اسکولوں کے نصاب میں پڑھائے جاتے ہیں مدارس کے نصاب میں بھی شامل کیے جانے چاہئے۔(4) مدرسہ تعلیم کو جدید بنانے کے تئیں مدارس کے اساتذہ وطلبا کے اندر دو قسم کے رویے پائے گئے۔کچھ طلبا واساتذہ کے مطابق آٹھویں تک مدرسہ تعلیم کو جدید بنانے کی ضرورت ہے اور کچھ اس کے برعکس اعلیٰ جماعتوں تک جدید بنانے کے حق میں ہیں۔(5) مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی کے تمام شرکاء مدرسہ تعلیم کو جدید بنانے کے حق میں پائے گئے۔

شہزاد پونہ والا (2015) نے اپنا مقالہ ”How Modernisation of Madrasas will Transform Muslims“ کے عنوان سے پیش کیا۔اس میں مقالہ نگار نے مسلمانوں کی تعلیمی پسماندگی اور اعلیٰ تعلیم میں مسلمانوں کی تعداد کی کمی پر تبصرہ کرتے ہوئے مدارس کو جدید بنانے سے ہونے والے فوائد کا تذکرہ کیا ہے۔اس ضمن میں اعداد وشمار پیش کرتے ہوئے بتایا کہ:

(1) ہر 25 لڑکوں میں سے ایک مسلم لڑکا Under Graduate اور ہر 50 میں سے ایک لڑکا Post Graduate پروگرام میں داخلہ لیتا ہے۔

(2) 6-14 سال کے 25% مسلم بچے کبھی اسکول میں داخلہ ہی نہیں لیتے ہیں۔

(3) مسلم طبقہ عموماً مدرسہ تعلیم کو ترجیح دیتا ہے اس کے باوجود مدارس میں طلبا کی تعداد 4% ہی ہے۔

(4) مسلم دانشوران، اساتذہ اور والدین کو غور کرنا ہوگا کہ مدارس کے طلبا کو کس طرح کی تعلیم فراہم کی جائے کہ وہ موجودہ دور کی Demand اور Supply کے بیچ کی خلا کو پر کرسکیں۔

(5) کچھ مدارس نے اپنے نصاب میں عصری مضامین کو شامل کرلیا ہے۔مگر ان کی تعداد معدودے چند ہی ہے۔لہٰذا تمام مدارس کا جدید بنانا وقت کی اہم ضرورت ہے۔

(6) مقالہ نگار نے اس ضمن میں ایک انٹرویو کا حوالہ بھی دیا ہے جو پورے ہندوستان میں عمل میں لایا گیا تھا جس میں اکثر والدین اور طلبا نے مدارس کو Mainstream پر لانے کی حمایت کی ہے۔

سید عرفان حبیب (2015) نے اپنا تحقیقی مقالہ "Madrasas do need Modernisation, but not in this Manner" کے عنوان سے پیش کیا۔ جس میں انھوں نے مدرسہ تعلیم کو جدید بنانے کی اہمیت پر روشنی ڈالی ہے۔ موضوع سے متعلق ان کے پیش کردہ مواد کو نکات میں سمیٹا جائے تو وہ مندرجہ ذیل ہوں گے۔

(1) حکومت مدارس کو فرقہ وارانہ رنگ میں رنگ کر جدید کی بات کر رہی ہے جو کہ جمہوریت کے خلاف ہے۔

(2) اس بات کو زور و شور سے محسوس کیا جا رہا ہے کہ مدارس کو جدید بنانے اور اسے Mainstream پر لانا وقت کی اہم ضرورت ہے لیکن مدارس میں حکومت کی جانب سے فراہم کی جانے والی امداد ناکافی ہے۔

(3) سائنس اور ریاضی کے اساتذہ کی تقرری تو مدارس میں ہوئی ہے لیکن ان کو دی جانے والی تنخواہ بہت کم ہیں اور وہ بھی وقت پر نہیں ملتی ہیں۔

(4) اگر حکومت واقعی مدرسہ تعلیم کو جدید بنانے کے تئیں فکر مند ہے تو اسے فرقہ واریت سے ہٹ کر مدارس کی لازمی اور بنیادی ضروریات کو پورا کرنا ہوگا اور اسے اسکولوں کے مساوی امداد فراہم کرنی ہوگی۔

(5) مدارس کے نصاب میں عصری مضامین کو شمولیت مدارس کے طلبا کو Mainstream میں لانے کے لیے اشد ضروری ہے۔

(6) جو حضرات حکومت کو یہ پیغام پہنچا رہے ہیں کہ مدارس کو Modern Education کی ضرورت نہیں ہے، انھیں مدارس کے معاملات میں بے جا مداخلت بند کرنی ہوگی۔

رویندر کما اور ڈاکٹر سرت کمار روٹ (2015) نے "A Study on the Attitude of Muslim Community Towards Modernisation of Madrasa Education

مدرسہ (1) ’’in the State of Bihar‘‘ کے عنوان سے اپنا تحقیقی مقالہ پیش کیا جس کے مقاصد تھے۔(1) مدرسہ تعلیم کو جدید بنانے کی جانب مسلم کمیونٹی کا رویہ معلوم کرنا (2) مدرسہ تعلیم کو جدید بنانے کے تئیں مسلم کمیونٹی کے مختلف طبقے (Section) مثلاً علماء سرپرستوں، اساتذہ اور طلبا کے رویوں کا تقابل کرنا۔اس تحقیق میں نمونہ کے طور پر ریاست بہار کے 250 علماء، 250 سرپرست، 250 اساتذہ اور 250 طلبا کو اتفاقی نمونہ بندی کے ذریعہ منتخب کیا گیا۔معطیات کی فراہمی کے لیے محققین نے خود تیار کردہ آلہ Likert-type five point attitude scale کا استعمال کیا۔ اس تحقیق میں محققین نے Favourable اور Unfavourable کو دکھانے کے لیے Frequency اور Percentage نیز مسلم کمیونٹی کے مختلف طبقے (علماء سرپرست، اساتذہ اور طلبا) کے رویوں کا تقابل کرنے کے لیے Chi-Square کا استعمال کیا ہے اور مندرجہ ذیل نتائج اخذ کیے ہیں۔

(1) مدرسہ تعلیم کو جدید بنانے کی جانب مسلم کمیونٹی کا رویہ مثبت ہے۔

(2) مدرسہ تعلیم کو جدید بنانے کی جانب مسلم کمیونٹی کے مختلف طبقوں مثلاً علماء، سرپرست، اساتذہ اور طلبا کے رویوں میں بامعنی فرق نہیں ہے۔

آر۔اپادھیائے (2014) نے ’’Modernisation of Indian Madrasas - Why this convergence of the Muslim Elites and tha Mullahs‘‘ کے عنوان سے اپنا تحقیقی مقالہ پیش کیا۔اس مقالہ کا مقصود ان سوالات کی جانچ کرنا ہے کہ کیا مدرسہ تعلیم کو جدید بنانے کی تجویز مسلم سیاست کے خلاف ہے؟ کیا یہ تجویز مسلم ذہنیت کو تبدیل کردے گی؟ مقالہ نگار نے موضوع سے متعلق نتائج کو مندرجہ ذیل نکات میں سمیٹنے کی کوشش کی ہے۔

(1) مدرسہ تعلیم کو جدید بنانا وقت کی اہم ضرورت ہے۔نیز جدید بنانے کی راہ میں حائل رُکاوٹوں کا بھی مقالہ نگار نے ضمناً تذکرہ کیا ہے۔

(2) بقول مقالہ نگار مدارس کو جدید بنانے کا عمل مدرسہ کو عام اسکولوں کی طرح Mainstream پر لانے کے لیے ہے تاکہ مدارس کے طلبا کو اعلیٰ تعلیم اور ملازمت کے ضمن میں جو دشواریاں درپیش ہیں ان

میں کسی حد تک کمی لائی جا سکے اور یہ تبھی ممکن ہے جب مدارس کے نصاب میں سائنس، ریاضی اور سماجی علوم کو بھی شامل کیا جائے تا کہ مدرسہ تعلیم بھی Job Oriented بن سکے۔

(3) مقالہ نگار کے مطابق وہ علماء اور مسلم ماہرین جو جدید بنانے کی تجویز کے مخالف ہیں انھیں اپنی سوچ کو وسیع کرنا ہوگا اور مسلمانوں کے بہتر مستقبل کی فکر کرنی ہوگی ساتھ ہی ساتھ مدرسہ تعلیم کو جدید بنانے کے پروگرام میں حکومت کے ساتھ اپنا تعاون پیش کرنا ہوگا۔

(4) علماء کو ان خدشات کو رفع کرنا ہوگا کہ جدید بنانے کا عمل مسلمانوں کی مذہبی سیاست کی مخالفت میں ہے اور یہ کہ یہ تجویز مسلمانوں کی ذہنیت کو تبدیل کر دے گی بلکہ یہ تو مکمل طور پر مسلمانوں کے مفاد میں ہے۔

گگن دیپ کور (2014) نے ''Is Madrasa Education Relevent'' کے عنوان سے اپنا تحقیقی مقالہ پیش کیا جس کے ذریعہ انھوں نے مدرسہ تعلیم کو جدید بنانے، نیز مدارس کے نصاب کو دیگر عصری اسکولوں کے نصاب کی طرح تیار کرنا کیوں ضروری ہے؟ جیسے اہم نکات پر روشنی ڈالی ہے۔ مقالہ نگار کے مطابق موجودہ دور میں اگر ہم ملازمت کے پہلو سے بات کریں تو مدارس کے طلبا کا ملازمت کے میدان میں کیریر بہت ہی محدود ہے۔ وہ مدرسہ تعلیم کے ذریعہ یا تو مولانا بن کر مدارس میں تدریسی فریضہ انجام دے سکتے ہیں یا پھر مسجد کے امام و خطیب۔ اس کے علاوہ ان کے پاس کوئی تیسرا اختیار (Option) نہیں ہے۔ اس طرح وہ طلبا جو مدرسہ بورڈ کے تحت چلنے والے اداروں میں تعلیم حاصل کرتے ہیں ان کے لیے بھی اختیارات نسبتاً کم ہوتے ہیں۔ وہ صرف اردو، فارسی یا عربی زبان سے تعلیم حاصل کر پاتے ہیں دوسرے مضامین اور زبانوں کے انتخاب کا کوئی اختیار نہیں ہوتا ہے۔ کیونکہ مدرسہ تعلیم کے نصاب میں عصری مضامین عموماً شامل نہیں رکھے جاتے۔ لہٰذا مقالہ نگار کے مقابق مدارس کے نصاب میں سائنس، ریاضی اور سماجی علوم بھی شامل کیا جانا چاہئے۔ اسی کے ساتھ مدرسہ بورڈ کے امتحانی نظام میں بھی Reform کی ضرورت ہے اور ایسے نصاب کی ضرورت ہے جس کے ذریعہ مدارس سے فارغ طلبا اگر مدرسہ تعلیم کے بعد مزید تعلیم حاصل کرنا چاہیں تو ان کے لے دیگر میدانوں میں بھی اختیارات موجود ہوں۔ مقالہ نگار کے مطابق مدرسہ تعلیم موجودہ وقت کے لحاظ سے موزوں (Relevent) نہیں ہے۔

Khan S.et al (2012) نے اپنے تحقیقی مطالعے کے ذریعے سے یہ معلوم کیا کہ ترک مدرسہ کرنے والے تحتانوی مدارس کے طالب علموں میں 12 تا 14 برس کی عمر کی طالبات کی تعداد زیادہ ہے (77.14%) جن میں سے زیادہ تر کا تعلق درج فہرست ذاتوں (SCs) کی طالبات ہیں درج فہرست قبائل کے 21.43% طلبہ اور دیگر طلبہ 18.75% ہیں ۔ انہوں نے یہ بھی معلوم کیا کہ ترک مدرسہ کرنے والے طلبہ کے والدین زیادہ تر غیر تعلیم یافتہ ہیں جن میں 65% مائیں اور 60% باپ ناخواندہ ہیں۔ یہ خصوصی مطالعہ اترپردیش کے ضلع علی گڑھ کے بلاک دانی پور میں کیا گیا تھا۔

Ananga D.E.(2011) نے افریقہ کے ملک گھانا کے مرکزی علاقے میں ایک تحقیقی مطالعہ بعنوان " Typology of School Dropout : The Dimensions and Dynamics of Dropout in Ghana" کیا۔ اس مطالعہ کے لئے دو دیہی طبقات کے طلبہ سے انٹرویو کے ذریعہ سے تفصیلی معلومات حاصل کی گئیں۔ اس مطالعہ میں طلبہ کے تعلیم چھوڑ دینے کی وجوہات کا پتہ چلایا اس سے یہ معلوم ہوا کہ تعلیم ترک کر دینے کی معاشی وجوہات کا زیادہ حصہ ہے۔

Shivali R et al (2010) نے اپنی تحقیق میں یہ معلوم کیا کہ دیہی علاقوں میں مدرسوں میں لڑکیوں کے داخلوں کا اندراج نہایت کم ہے یعنی 53% سے بھی کم لڑکیاں اپنے نام اسکولوں میں درج کرواتی ہیں کیونکہ ان میں سے اکثر لڑکیاں گھر کے کاموں میں اپنی ماؤں کا ہاتھ بٹاتی ہیں ایسی لڑکیوں کی تعداد 13% ہے۔ بعض لڑکیاں اپنے چھوٹے بھائی بہنوں کی گھر پر نگرانی کرتی ہیں۔ جب ان کی مائیں کام کے لئے گھر سے باہر چلی جاتی ہیں۔ اس تحقیقی مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ طلبہ کے 13% والدین اپنی لڑکیوں کی تعلیم دلانے میں دلچسپی نہیں لیتے۔ یہ خصوصی مطالعہ " Resourcefulness of the School Going and Non-School Going Girls to the Family in Rural Areas" کے عنوان کے تحت ریاست کرناٹک کے دیہی علاقوں میں کیا گیا تھا۔

Lessard A et al(2010) نے "Student-Teacher Relationship: A Protective Factor Against School Dropouts?" میں یہ بتلایا کہ طلبہ کے تعلق سے اساتذہ کی دلچسپی، ان کی مدد اور اساتذہ اور طلبہ کے مابین صحت مند روابط کے نہ ہونے سے بھی طلبہ ترک تعلیم

پر مجبور ہوتے ہیں۔اس تحقیقی مطالعہ سے یہ بھی واضح ہوا کہ لڑکوں کی تعلیمی دلچسپیوں میں %18 فرق پایا گیا۔ جب کہ یہ فرق لڑکیوں کے لئے %23 تھا۔طلبہ کی کامیابی کا کم فی صداُن کے تعلیم ترک کرنے کا موجب بنا۔

Goksen F. et al (2010) نے ایک تحقیقی مطالعہ Social Capital and Cultural Distance as Predictors of Early School Dropout : Implications for Community Action for Turkish Internal Migrants." کیا۔ اس مطالعہ کے لئے 764 بالغ لوگوں سے تفصیلات حاصل کی گئیں اس سے پتہ چلا کہ 5 سے 15 سال کی عمر کے شہری اور دیہی علاقوں میں نقل مقام کرنے کی وجہ سے تعلیم ترک کرنے والے طلبہ کا فیصد کافی زیادہ ہے۔ بچہ مزدوری، ماں کی ناخواندگی اور غیر مستقل مکان ایسیچیز یں ہیں جن کی وجہ سے طلبہ تعلیم چھوڑ دیتے ہیں۔

Govindarju R. et al (2010) نے کرناٹک کے چام راجا نگر علاقے میں ''دیہی ماحول میں تعلیم ترک کرنے والے طلبہ کے بارے میں ایک تحقیقی مطالعہ'' بعنوان "A Study on School Dropouts in Rural Settings" کیا جس سے یہ معلوم ہوا کہ طلبہ کے ترک تعلیم کرنے کی وجوہات میں ایک وجہ طلبہ کے والدین کی اُن کے بچوں کی تعلیم کے تعلق سے عدم دلچسپی ہے وہ والدین کی حیثیت سے اپنی ذمہ داریوں کو پورا نہیں کرتے اور اپنے بچوں کو ان کے بزرگوں یعنی دادا، دادی اور نانا، نانی کے سپرد کردیتے ہیں۔اس کے علاوہ والدین کی اپنے بچوں سے بے جا محبت اور لاڈ و پیار بھی ان وجوہات میں شامل ہے والدین اکثر، جوے، شراب نوشی اور دیگر برائیوں میں مبتلا ہیں ان میں سے بعض طلبہ کے والدین مر چکے ہیں اور چند والدین ناخواندہ ہیں۔

Yogendar Sikand (2010) ''Muslim Education in India: A classified and Annotated'' اس کتاب میں مصنف نے ہندوستان میں مسلمانوں کی تعلیم پر ایک بہتر معلوماتی مواد فراہم کیا ہے۔اس میں وہ بتاتے ہیں کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی تعلیم، تقسیم کے بعد کچھ بہتر نہیں ہو پائی، جس رفتار سے اوروں کی تعلیمی شرح میں اضافہ ہوا ہے اس کے مقابلے میں مسلمانوں کی تعلیمی شرح ،آزادی کے بعد کا جائزہ لیا اور پایا کہ اس میں کچھ خاص بہتری نہیں ہو پائی ہے۔مصنف بتاتا ہے کہ ملک کے مسلمانوں کی معاشی اور سماجی حالات بہتر نہیں ہونے کی وجہ سرکاری اسکول میں وہ داخلہ نہیں دلاتے

ہیں۔ایسے بچوں کے لئے مدرسہ کو تنہا راستہ سمجھا جاتا ہے، وہ اپنے بچوں کو جدید تعلیم کہ مدرسہ اس کے لئے ایک محفوظ جگہ ہے، مصنف مزید کہتا ہے کہ درس نظام، مدرسہ کا درس نظام صدیوں پرانا ہے حالانکہ مختلف جگہوں پر نصاب کو جدید نصاب بنانے کی بات کہی گئی ہے۔مسلم والدین اپنے بچوں کو اسکول بھیجتے ہیں پر غربت کی وجہ سے وہ بچے ڈراپ آؤٹ ہو جاتے ہیں اوران کا تعلیم سے رشتہ منقطع ہو جاتا ہے۔

ہندوستان کے مسلمانوں کے حالات بہتر بنانے میں ایک تحقیقی مضمون جنرل آف ہمنٹیز سوشل سائنس فروری2015ء(Role of Madrasa Education in Empowerment of Muslim in India, Feb. 2015)۔اس مضمون میں بتایا گیا ہے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی ایک بڑی آبادی مدارس یا اردو میڈیم سے تعلیم حاصل کررہی ہے اور مسلمانوں کو مدرسہ تک ہی محدود نہیں رکھا گیا ہے وہ مختلف مقامات پر تعلیم حاصل کر رہے ہیں اس میں بتایا گیا ہے کہ مذہبی تعلیم کے علاوہ انہیں عصری تعلیم کی بھی ضرورت ہے جس سے وہ اپنے حالات کو بہتر کر سکتے ہیں۔جیسے سائنس وٹکنالوجی، کمپیوٹر اور دیگر جدید تعلیم جو دنیاوی ضرورت کا حصہ بن چکا ہے مدرسہ میں جانے والے طلبہ مذہبی تعلیم تک محدود نہ ہوں بلکہ مختلف جگہوں پر اپنے کارناموں کو انجام دے سکیں۔اس لئے مسلم طلبہ مختلف مقامات پر تعلیم حاصل کررہے ہیں اس کے باوجود مدرسہ کی تعلیمی خدمات کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا ہے۔مدارس کی تعلیم مسلم معاشرے میں ایک اہم رول ادا کرتی ہے۔یہاں سے بنیادی تعلیم حاصل کرنے کے بعد یہی طلبہ ملک کی اہم جامعات واہم اداروں میں نہ صرف تعلیم حاصل کررہے ہیں بلکہ تعلیمی فراغت کے بعد روزگار سے بھی وابستہ ہورہے ہیں۔

Kirazoglu, C. (2009) "The Investigation of School-Dropout at Secondary Level of Formal Education" کی ثانوی سطح کے روایتی اسکولوں میں ترک تعلیم پر کی گئی تحقیق یہ بتلاتی ہے کہ استنبول کے اسکولوں کے بعض طلبہ نے منقطع خاندانوں کی وجہ سے، معاشی اور معاشرتی وجوہات سے تعلیم سے کنارہ کشی اختیار کرلیا اس کے علاوہ خاندانوں کی محنت کشی بھی ایک وجہ رہی ہے۔بچوں کے والدین کی اسکول کے اساتذہ سے ربط نہ ہونے کی وجہ سے بھی کئی بچوں نے تعلیم ختم کردی۔ خاندان کی حد سے زیادہ توقعات اور تعلیم کے بھاری اخراجات دیگر وجوہات اس میں شامل ہیں۔

Unni, J (2009) نے اپنی تحقیق "Gender Differentials in Education:

"Exploring the Capabilities Approach نے یہ معلوم کیا کہ لڑکیاں اپنی ماؤں کی مدد کرتی ہیں اوراپنے چھوٹے بہن بھائیوں کووالدین کے غیب میں سنبھالتی ہیں جب وہ کام پر چلی جاتی ہیں۔اسی وجہ سے وہ وسطانوی تعلیم کے بعد مدرسوں کوخیر باد کہہ دیتی ہیں۔لڑکے بھی اپنے خاندان کی مدد کرتے ہیں اس لئے وہ بھی اسکول چھوڑ دیتے ہیں۔

All India Sample Surveys for Estimation of Dropout Rates (2009)

کل ہندعلامتی سروے برائے تخمینہ ترکِ مدرسہ کنندگان

اس سروے کا اہم مقصد یہ ہے کہ ترک تعلیم کرنے والے طلبہ کی جماعت واری تفصیلات جمع کرکے اس کی شرح کاتعین کیا جائے ان کی مجموعی شرح (Cohort Dropout rate) کا اندازہ لگایا جائے اسکول کی تعلیم مکمل کرنے والے طلبہ کی تفصیلات معلوم کی جائیں اورتحتانوی تعلیم ختم کرکے وسطانوی درجوں میں داخلہ حاصل کرنے والے طلبہ کا تناسب معلوم کیا جائے۔یہ سروے 2006-07 کے تعلیمی سال کے دوران کیا گیا۔اس سروے سے یہ بھی معلوم کرنے کی کوشش اورتوقع کی گئی تھی کہ ایسے کتنے طلبہ ہیں جنہوں نے دوسرے غیر روایتی تعلیمی اداروں سے فارغ ہوکر روایتی تعلیم کے اسکولوں میں داخلہ حاصل کیا تھا۔یہ تحقیقی مطالعہ ہندوستان کی 21 ریاستوں میں کیا گیا تھا۔اس تحقیقی مطالعہ کا اہتمام Development and Reserch Service نے کیا تھا۔اس تحقیقی مطالعہ کے لئے نمونہ کا خاکہ (Sampling Design) مرکزی طور پر تیار کیا گیا اور 21 ریاستوں کے اسکولوں کی ایک فہرست تیار کی گئی اور سروے کے ذرائع / وسائل (Tools) کوقطعیت دی گئی۔تحقیقی مطالعہ شروع کرنے سے پہلے اس کو چنداسکولوں میں (Field Testing) کے طور پر آزمایا گیا اوراس کے بعد اس کوقطعیت دی گئی ۔ان ساری سرگرمیوں میں RESU کو ریاست طور پر نگران بنایا گیا اور ہر مرحلے پر اس سے مشاورت کی گئی۔اس سروے کے لئے 8016 اسکولوں سے تفصیلات جمع کی گئیں اور 1,69,417 طلبہ کا احاطہ کیا گیا۔طلبہ کا جماعت واری جائزہ لیا گیا اور 2006-07 اور 2007-08 کے تعلیمی سالوں کے عرصے میں طلبہ کی تعلیم جاری رکھنے کے بارے میں معلومات حاصل کی گئیں۔ایسے طلبہ کی تفصیلات بھی حاصل کی گئیں جو 15 یا اس سے زیادہ دنوں کے لئے اسکولوں سے غیر حاضر رہے تھے۔ان تفصیلات کے حصول کے بعد طلبہ کے مکانات اوراسکولوں کا

سروے کیا گیا یہ جاننے کے لئے کہ آیا یہ طلبہ اپنی تعلیم جاری رکھنے میں دلچسپی رکھتے ہیں یا تعلیم ترک کردینا چاہتے ہیں۔اس سرورے میں کل ملاکر 47,095 ایسے خاندانوں کا سروے کیا گیا جن کے بچے اسکول چھوڑ چکے تھے۔اس کے علاوہ ایسے 5,386 گھروں کا بھی سروے کیا گیا جن کے بچے 15 دنوں سے زائد عرصے سے اسکول سے غیر حاضر رہے تھے۔ایسے طلبہ کی تعداد 0.51% تھی۔

اس تحقیقی مطالعے سے اسکول کی تعلیم ترک کرنے والے طلبہ کا 08-2007 کے تعلیمی سال کے دوران فی صد معلوم ہوا جس کی تفصیلات ان کے گھروں پر جا کر معلوم کی گئی تھیں۔ان تفصیلات کی مدد سے Cohort Drop out Rate کا حساب 07-2006 اور 08-2007 کے تعلیمی سالوں کے لئے لگایا گیا۔اس کے لئے Reconstructed Cohort Method سے مدد لی گئی۔تاہم چونکہ اسکول چھوڑ دینے والے طلبہ کی شرح چند ریاستوں میں نہایت کم تھی اس لئے ماہرین کی ایک کمیٹی تشکیل دی گئی تا کہ اس تحقیقی مطالعے کے طریقہ کار کی صداقت (Veracity) کی جانچ کی جا سکے۔کمیٹی نے یہ خیال ظاہر کیا کہ اس مطالعے کے لئے اختیار کیا گیا طریقہ اطمینان بخش ہے لیکن ترک تعلیم کرنے والے طلبہ کی شرح میں اس مطالعے کے ذریعے سے اخذ کئے گئے نتائج اور دیگر ذرائع سے حاصل کردہ نتائج میں چونکہ کافی زیادہ فرق پایا جاتا ہے اس لئے ماہرین کی کمیٹی نے یہ تجویز کیا کہ ایک ذیلی نمونہ Sub-Sample کے طور پر مزید ایک چھوٹا سروے کروایا جائے تا کہ اس سے محصلہ نتائج کی توثیق ہو سکے۔اس نوعیت کا سروے 11-2010 میں کروانے کا فیصلہ کیا گیا تھا۔

جماعت اول و جماعت دوم میں طلبہ کے داخلوں میں اندراج میں بڑے پیمانے پر انحطاط کی وجوہات (2009)

Reasons for Large Decline in Enrollment Between Class I and Class II (2009)

اس تحقیقی مطالعے کا اہم مقصد جماعت اول سے جماعت دوم میں داخلوں کے اندراجات میں بڑے پیمانے پر انحطاط کی وجوہات کا پتہ لگانا تھا۔ یہ سروے چار ریاستوں کے 100 منتخبہ تحتانوی مدارس میں گیا

گیا۔ یہ ریاستیں مغربی بنگال، بہار، آسام اور میگھالیہ تھیں۔ ان ریاستوں میں انحطاط کی شرح بہت زیادہ تھی۔ تعلیم ترک کرنے کی وجوہات کی تفصیلات معلوم کرنے کے لئے Child Tracking Method کا استعمال کیا گیا تاکہ یہ پتہ لگایا جاسکے کہ پہلی جماعت سے ترقی پاکر دوسری جماعت میں جانے تک طلبہ اگلے برس تعلیم کیوں چھوڑ دیتے ہیں۔

اس سلسلے میں State Council of EducationalResearch and Training کی مدد حاصل کی گئی اور اس کے لئے Block Resource Centers اور Cluster Resources Centers سے ربط پیدا کیا گیا۔ SCERT نے اس کی رپورٹس تیار کیں اور ان رپورٹوں کا تجزیہ RESU نے پیش کیا۔ اس رپورٹ کو EdCIL نے 2009ء میں شائع کیا۔

اس تحقیقی مطالعے کے اہم نتائج حسب ذیل ہیں۔

نیچے دیا گیا جدول جماعت اول سے ترقی پاکر جماعت دوم میں داخلہ حاصل کرنے کے دوران طلبہ کی تعداد میں انحطاط ہوا اس کے فی صد کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ تفصیلات 2005 اور 2006ء کے اسکولوں کے ریکارڈ سے حاصل کی گئیں۔ طلبہ کے تعلیم ترک کرنے کی سب سے اہم وجہ یہ ہے کہ پہلی جماعت کے طلبہ دوسرے تعلیمی سال میں بھی اسی جماعت میں تعلیم حاصل کرتے ہیں چونکہ وہ پہلی جماعت کا امتحان کامیاب نہیں کر پاتے۔ اس لئے انہیں اگلی جماعت میں اگلے سال ترقی نہیں ملی یہ تفصیلات ذیل کے جدول میں دی گئی ہیں:

طلباء کا موقف	آسام		بہار		میگھالیہ		مغربی بنگال	
جماعت اول میں طلبہ کی تعداد	5568	4892	15322	14647	2964	3023	10925	10991
فی صد انحطاط	15.4	15.0	34.5	31.9	22.9	24.8	36.4	37.3
اعادہ کرنے والے طلبہ کا فیصد	8.4	8.2	27.3	27.0	14.4	14.2	28.2	28.3
دیگر سرکاری مدارس میں داخلہ حاصل کرنے والے طلبہ کا فیصد	1.1	1.3	1.0	1.3	1.4	1.6	1.9	2.4

خانگی مدارس میں شریک ہونے والے طلبہ کا فیصد	0.7	0.9	2.0	1.5	3.6	5.5	0.8	1.0
تعلیم ترک کرنے والے طلبہ کا فیصد	1.9	1.8	1.9	0.9	2.1	1.9	3.4	3.5
کوئی جواب نہیں فیصد	3.3	2.8	2.3	1.2	1.4	1.6	2.1	2.1

اس تحقیقی مطالعے کے تجزیہ سے یہ معلوم ہوا کہ پہلی جماعت میں ناکام ہونے والے طلبہ کی اکثریت ایسے طلبہ کی ہے جن کا داخلہ اس جماعت میں تاخیر سے ہوا تھا۔ اس جدول سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جماعت اول کے ترک تعلیم کرنے والے طلبہ کی تعداد کا 3% تا 4% کا تعلق آسام، بہار اور مغربی بنگال کی ریاستوں سے ہے جبکہ یہ فی صد میگھالیہ میں ان تینوں ریاستوں کے مقابلے میں زیادہ تھا (9.8%) اسکول کی تعلیم کو ترک کرنے کی اہم وجوہات حسب ذیل تھیں۔

1) دوسرا اسکول طلبہ کے گھروں کے قریب تھا۔

2) ان کے دوسرے بھائی یا بہن پہلے ہی سے کسی نئے قائم شدہ اسکول میں زیر تعلیم تھے۔

3) بعض صورتوں میں غیر اطمینان بخش تدریس اور بنیادی سہولتوں کی عدم دستیابی بھی دیگر وجوہات میں شامل ہیں۔

	آسام	بہار	میگھالیہ	مغربی بنگال
ترک مدرسہ کرنے والے طلبہ کا فیصد	3.4	3.5	9.8	3.1
مدرسہ ترک کرنے کی وجوہات				
کیا مدرسہ گھر سے قریب تھا	25.0	16.2	39.2	36.0
دیگر بھائی بہن نئے مدرسہ میں تعلیم پا رہے ہیں	23.1	29.7	24	7.1

مدرسہ میں غیراطمینان بخش تعلیم	13.5	16.2	6.1	14.9
مدرسہ میں ناکافی سہولت	7.7	18.5	8.8	13.7
کوئی جواب نہیں	30.7	22.4	21.9	28.3

ممتاز عالم فلاحی (2009) نے اپنا تحقیقی مقالہ ’’UGC Study confirms Muslims Most Backward Educationally‘‘ کے عنوان سے پیش کیا۔ یہ تحقیقی مقالہ سچر کمیٹی کی رپورٹ آجانے کے بعد اس کے اعداد وشمار اور تخمینہ کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔ (جس میں مسلمانوں کی تعلیمی و معاشی پسماندگی کی رپورٹ پیش کی گئی ہے)۔ متذکرہ تحقیقی مقالہ میں مقالہ نگار نے UGC کی طرف سے پیش کی گئی مسلمانوں کی مختلف میدانوں میں پسماندگی کا تجزیہ کرتے ہوئے بتایا ہے کہ ملک میں مسلم اقلیتوں کی اعلیٰ تعلیم میں نمائندگی بہت کم ہے۔ جس کا اندازہ ذیل میں دی گئی شرح فیصد سے اچھی طرح لگایا جاسکتا ہے۔

GER - Gross Enrollment Ration in Higher Education is

Christians - 19.85%

Hindus - 13.13%

Muslims - 7.7%

ان حقائق کا تجزیہ کرتے ہوئے آخر میں مقالہ نگار نے مسلمانوں کی تعلیمی ومعاشی صورت حال میں بہتری لانے کے لئے مدرسہ تعلیم کو جدید بنانے کی سفارش کی ہے۔

All India sample survey to Estimate the number of out of school children (2009)

اسی نوعیت کا ایک عظیم سروے 2009ء میں کرایا گیا۔ جس میں IMRB International کے ادارہ Social and Rural Institute نے حصہ لیا۔ اس مرتبہ بھی ہندوستان کے 588 اضلاع کا احاطہ کیا گیا اور 99,226 خاندانوں سے ربط پیدا کیا گیا۔ جن سے تفصیلات حاصل کی گئیں اس سروے کا دائرہ کار 3234 دیہات اور 1856 شہری علاقے تھے۔ اس سروے کے نتائج سے یہ معلوم ہوا کہ ہندوستان کی مختلف ریاستوں میں 19.1 کروڑ بچے 6 تا 13 برس کی عمر کے ہیں جن میں سے 1.3% بچے اسکول میں شریک نہیں ہیں۔ اس سے پہلے کیے گئے سروے میں یعنی 2005 میں ایسے بچوں کو تعداد 6.9% تھی۔

مزید یہ بھی معلوم ہوا کہ 3.2% بچوں نے کبھی بھی کسی اسکول میں داخلہ حاصل نہیں لیا اور 1.1% بچوں نے اپنی تعلیم ترک کردی۔ اسکول سے باہر رہنے والوں میں 3.96% لڑکے تھے اور 4.6% لڑکیاں تھیں ایسی ریاستیں جن میں اسکول سے باہر رہنے والے بچوں کی تعداد زیادہ ہے ان کی تفصیل اس طرح ہے۔

اروناچل پردیش	10.6%
دہلی	5%
اڑیسہ	7%
راجستھان	8.4%
اتراکھنڈ	7.6%
مغربی بنگال	5.25%

2005ء اور 2009ء میں کرائے گئے سروے کے نتائج کا ایک تقابلی جائزہ ذیل میں دیئے گئے جدول سے ظاہر کیا گیا ہے۔ اس رپورٹ کو 2010ء میں شائع کیا گیا۔

مدرسہ سے باہر طلبہ کا فی صد		2005	2009
جملہ طلبہ کی تعداد (6 تا 13 سال والے)		6.9	4.3
ترک مدرسہ کرنے والے طلبہ		2.2	1.1
ایسے طلبہ جنہوں نے کبھی کسی مدرسہ میں داخلہ نہیں لیا		4.7	3.2
	6-10 سال	4.7	3.2
بلحاظ رقبہ	دیہی	7.8	4.5
بلحاظ جنس	مرد	6.2	3.9
	خاتون	7.9	4.7
بلحاظ سماجی طبقہ گروپ	پسماندہ ذاتیں	8.2	6.0

	پسماندہ قبائل	9.5	5.6
	مسلمان	10.0	7.7
	دیگر پسماندہ طبقات+دیگر	5.6	2.7
مدرسہ کے طلبہ میں سے معذور طلبہ کی تعداد(6.13برس)		38.1	34.8

Lessard A. et al (2008) نے ایک اور تحقیقی مطالعہ بعنوان Shades of Discommitment :High School Dropouts اس مطالعے سے پہلے ایک اور تحقیقی مطالعہ بعنوان."Speak out کیا تھا جس سے یہ معلوم ہوا کہ کس طرح اساتذہ کے روزآنہ کے جھگڑے بھی طلبہ کی کامیابی پر برا اثر ڈالتے ہیں اور ان ہی وجوہات کی وجہ سے بھی طلبہ ترک تعلیم پر مجبور ہوتے ہیں۔

Kotwal N et al (2007) نے "Causes of School dropouts amoung girls in Kathua District" کے زیر عنوان جموں وکشمیر کے کاٹھوا ضلع کے اسکولوں کی تعلیمی حالت کے بارے میں تحقیقی مطالعہ کیا۔ اس مطالعے سے یہ معلوم ہوا کہ 4% لڑکیوں نے تعلیم چھوڑ دینے کی وجہ اساتذہ کے نامناسب رویے کو قرار دیا۔4% والدین نے اسکولوں کی موجودہ صورت حال پر شدید تنقید کی۔

Maithyl B et al(2008) نے ریاست اتراکھنڈ کے تین اضلاع یعنی دہرہ دون، نینی تال اور اودھم سنگھ نگر کے دو دو اسکولوں کی تعلیمی حالت کے بارے میں ایک تحقیقی مطالعہ بعنوان "Adolescents' Educational Status and Reasons for Dropouts from Schools" اس تحقیقی مطالعہ سے یہ معلوم ہوا کہ طلبہ کے تعلیم چھوڑ دینے کی اہم وجہ معاشی مجبوریاں ہیں 40% لڑکے اور لڑکیوں نے ایسی وجہ بتلائی 35% والدین نے یہ کہا کہ لڑکیوں کو تعلیم کے لئے اسکولوں کو بھیجنا تضیع اوقات ہے۔اس کی بجائے وہ گھر پر رہ کر پیشہ ورانہ مشاغل کے ذریعے سے خاندان کی آمدنی میں اضافہ کرسکتی ہیں۔

آزمائشی مدرسین کی ترقی اور اہلیت کا مطالعہ(2008)

Study of Development and Competence of Para Teachers (2008)

کئی ریاستوں میں عارضی طور پر آزمائشی اساتذہ کا تقرر کیا گیا تا کہ تحتانوی تعلیم کی سطح پر اساتذہ کی کمی کو پورا کیا جاسکے۔اس تحقیقی مطالعہ کا مقصد ان کی پیشہ وارانہ اہلیت کا اندازہ لگانا ہےاور یہ معلوم کرنا ہے کہ ان کا تقرر کس طرح کیا گیا۔اس کے علاوہ ملازمت کے بارے میں ان کا اطمینان (Job satisfaction) ان کو پیشہ وارانہ مہارتوں کی تربیت کی ضرورت ، انہیں درپیش مسائل اور انہیں ان کے کام میں مدد وغیرہ کے بارے میں بھی معلومات حاصل کی گئیں۔اس تحقیقی مطالعہ کو ملک کی 12 ریاستوں میں آزمایا گیا جہاں بڑی تعداد میں آزمائشی اساتذہ کا تقرر عمل میں آیا تھا وہ ریاستیں حسب ذیل ہیں۔آندھرا پردیش، چھتیس گڑھ، گجرات، بہار، جھارکھنڈ، اُتر پردیش، راجستھان،، جموں وکشمیر، مدھیہ پردیش، مہاراشٹرا اور اڑیسہ۔اس تحقیقی مطالعہ کے لئے National Council of Applied Economic Research نے سہولتیں فراہم کی تھیں۔اس کی رپورٹ کا مسودہ فروری 2008 میں وصول ہوا۔اس مسودہ پر تبصرہ کیا گیا اور ماہرین نے اپنی آراء دیں جس کو بنیاد بنا کر اس رپورٹ پر نظر ثانی کی گئی۔NCAER کی طرف سے اس تحقیقی مطالعہ کی قطعی رپورٹ نومبر 2006 میں وصول ہوئی جس کا تلخیص EdCIL میں 2009 میں شائع ہوئی۔

اس رپورٹ کے اہم اقتباسات حسب ذیل ہیں:

ریاستوں کا اساتذہ کے تقرر کے سلسلے میں جائزہ لینے سے یہ بات سامنے آئی کہ ان کی پالیسیوں میں کافی حد تک فرق پایا جاتا ہے۔مختصر مدتی معاہدات پر اساتذہ کے تقرر کے سلسلے میں مختلف ریاستوں میں مختلف قوانین پر عمل کیا جاتا ہے۔ایسے تقررات کے لئے نہ صرف مختلف نام اختیار کیے جاتے ہیں بلکہ کئی ریاستوں میں معاہدہ تقرری کی مدت میں بھی تفاوت پایا گیا۔یہ مدت 11 مہینوں سے لے کر 60 مہینوں پر محیط ہے۔تاہم کئی ریاستوں میں مدت معاہدہ اساتذہ کی اطمینان بخش کارکردگی کی بنیاد پر قابل تجدید ہے۔

ایسے عارضی نوعیت کے اساتذہ کے تقررات کے سلسلے میں اقل ترین تعلیمی قابلیت کے لئے بھی یکساں قواعد موجود نہیں ہیں۔عام طور پر یہ دیکھا گیا کہ ایسے تقررات کے لئے اقل ترین قابلیت، مستقل اساتذہ کی اقل ترین قابلیت سے بھی کم ہے۔لیکن دو ریاستوں یعنی گجرات اور مہاراشٹرا میں ایسا نہیں ہے جہاں آزمائشی اساتذہ کا ایک چوتھائی حصہ پوسٹ گریجویٹ قابلیت کے حامل اساتذہ پر مشتمل تھا اور ایک تہائی سے زائد تعداد آزمائشی اساتذہ کی ایسی تھی جن کے پاس گریجویٹ سطح کی ڈگریاں تھیں۔ایسا معلوم ہوا کہ ان

ریاستوں میں آزمائشی طور پر تقرر کیے جانے والے اساتذہ کی شرائط ملازمت ابھی تجرباتی دور سے گذر رہی ہیں۔ بعض ریاستوں میں ابتدائی طور پر انہیں معاہدہ کی اساس پر تقرر کیا جاتا ہے اور بعد میں انہیں مستقل ملازمت دے دی جاتی ہے۔ تقریباً تمام ریاستوں میں آزمائشی اساتذہ کا تقرر دیہی اور شہری علاقوں میں حسب ضرورت کیا گیا۔ تاہم 75% اساتذہ دیہی علاقوں میں کام کررہے تھے۔ ان میں سے 25% اساتذہ ایسے اسکولوں میں تعینات کئے گئے تھے جہاں صرف ایک ہی استاد اسکول کی ساری جماعتوں کو پڑھاتا تھا۔ 54% اساتذہ کا تعلق خواتین کے زمرہ سے تھا۔ آزمائشی اساتذہ کے تقرر کا ایک مثبت نتیجہ یہ نکلا کہ ایسے اسکولوں میں طلبہ کی تعداد میں اضافہ ہوا اور طلبہ اور اساتذہ کے مابین تناسب میں بھی بہتری کے آثار نمایاں ہوئے جو ایک استاد کے لئے 36 طلبہ تھا۔ تاہم بہار، جھارکھنڈ اور اتر پردیش کی ریاستوں کو اہداف کے حصول کے لئے ابھی بہت کچھ کام کرنا باقی ہے۔

آزمائشی اساتذہ کو دیا جانے والا ماہانہ مشاہرہ بھی کئی ریاستوں میں مختلف تھا۔ ریاست جھارکھنڈ میں ان آزمائشی اساتذہ کو سب سے زیادہ معاوضہ ادا کیا جاتا تھا۔ بہار، جھارکھنڈ اور مہاراشٹرا کی ریاستوں میں تربیت یافتہ اور غیر تربیت یافتہ آزمائشی اساتذہ کے معاوضوں میں تفاوت تھا بعض ریاستوں میں آزمائشی اساتذہ کا معاوضہ انتہائی قلیل تھا۔

مختلف ریاستوں میں کام کرنے والے آزمائشی اساتذہ میں سے 45% اساتذہ غیر تربیت یافتہ تھے۔ کئی ریاستوں نے ایسے اساتذہ کے لئے دوران ملازمت تدریس کے طریقوں اور پیشہ وارانہ تربیت کا اہتمام کیا جس کی مدت 7 دنوں سے لے کر 60 دنوں تک تھی۔ یہ بات مسلمہ ہے کہ اگر چہ کہ اساتذہ کی پیشہ وارنہ تربیت ان کی تدریس کے لئے نہایت اہم ہے لیکن 12 ریاستوں میں سے صرف 4 ریاستوں نے فاصلاتی طریقہ تعلیم سے ان اساتذہ کی تربیت کی ہمت افزائی کی یا اس کے لئے مواقع فراہم کئے۔ 85% سے زائد صدر مدرسین نے آزمائشی اساتذہ کی تدریسی خدمات کی ستائش کی اور اسے ''اچھی'' قرار دیا۔ زیادہ تر آزمائشی اساتذہ اپنی ملازمتوں سے مطمئن تھے لیکن ان اساتذہ کی اکثریت نے ان کو ادا کئے گئے مشاہرہ کے تعلق سے عدم اطمینان کا اظہار کیا۔ کئی اساتذہ نے یہ مطالبہ کیا کہ انہیں بھی باقاعدہ اور مستقل اساتذہ کے برابر درجہ دیا جائے اور انہیں بھی وہی تنخواہیں دی جائیں۔

مختصر یہ کہ آزمائشی اساتذہ کی کارکردگی کو سراہا گیا اور یہ مستقل اساتذہ کی طرح کام کررہے تھے۔ ان میں سے اکثر اساتذہ کو دیہی علاقوں میں تعینات کیا گیا تھا۔ وہ اپنی شرائط ملازمت کے تعلق سے بھی ناخوش تھے۔

سہیل ہاشمی (2008) نے اپنا مقالہ ''Muslim Madrasa Modernisation'' کے عنوان سے پیش کیا۔ جس میں مدارس کی اہمیت بیان کرتے ہوئے عصری اسکولوں سے اس کا موازنہ کیا گیا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ اس بات پر بھی زور ڈالا ہے کہ کیا مدرسہ تعلیم کو جدید بنانے وقت کی اہم ضرورت ہے؟ کیا مدرسہ تعلیم کو جدید بنانے سے مسلمانوں کے تعلیمی مسائل کا خاتمہ ممکن ہے؟ مقالہ نگار نے اپنے خیالات کو مندرجہ ذیل نکات میں پیش کیا ہے۔

(1) مقالہ نگار کے مطابق مدرسہ ایک ایسی جگہ ہے جہاں سب کو تعلیم حاصل کرنے کے یکساں مواقع حاصل ہوتے ہیں وہاں ذات پات یا اونچ نیچ کی بنیاد پر کسی قسم کا کوئی امتیاز روا نہیں رکھا جاتا ہے۔

(2) دوسری اہم چیز یہ کہ موجودہ دور مسلمانوں کی آبادی کا تین فیصد حصہ ہی مدارس میں زیر تعلیم ہے جب کہ اس سے کئی گنا زیادہ مسلم کمیونٹی تعلیمی وسائل اور تعلیم کی پہنچ سے آج بھی دور ہے۔ مسلم اکثریت والے علاقوں میں آج بھی عصری اسکولوں اور تعلیمی وسائل کی کمی ہے اگر ہیں بھی تو اتنے دور واقع ہیں کہ آنے جانے کی سہولت دستیاب نہیں ہے۔ لہٰذا مدارس کو جدید بنانے سے زیادہ اس بات کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے کہ مسلمانوں کو تعلیمی حصولیابی کے لیے وسائل فراہم کیے جائیں۔ مدرسہ تعلیم کو جدید بنانے کے عمل سے محض تین فیصد طلبا کے ذریعہ مسلمانوں کی تعلیمی و معاشی صورت حال کو بہتر نہیں کیا جاسکتا لہٰذا ہر دو محاذ پر بیک وقت اور یکساں کام کرنے کی ضرورت ہے۔

(3) مدارس کو جدید بنانے کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے لیے تعلیمی اداروں کی تعمیر اور وسائل کی فراہمی پر بھی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

ارشد عالم (2007) نے اپنا تحقیق مقالہ ''Modernising Madrasa Education'' کے موضوع پر پیش کیا۔ اس مقالہ میں مقالہ نگار نے مختلف یونیورسٹیوں میں مدارس کے طلبا سے ہوئے قرآن اور

سائنس کے عنوان پر مباحثہ کا حوالہ دیتے ہوئے یہ واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ مدارس کے طلبا کو سائنس کے تئیں اچھی فہم ہے۔ مدارس کے طلبا سائنسی انکشافات کو قرآنی آیات کے پس منظر میں دیکھ کر اس بات کا ثبوت فراہم کررہے ہیں کہ آج سائنس کے میدان میں جو کچھ بھی انکشافات ہورہے ہیں اس کا تذکرہ اشارہ قرآن کریم میں آج سے تقریباً ساڑھے چودہ سوسال قبل کیا جاچکا ہے۔ بقول مقالہ نگار اگر مدارس کے طلبا میں سائنس کی تدریس کی جاتی ہے اور مدارس کی تعلیم کو جدید تعلیم (Modern Education) کے ساتھ منضم (Integrate) کرتے ہیں تو یہ سائنس اور مدارس کے طلبا دونوں کے حق میں سودمند ثابت ہوگا اور مدارس کے طلبا قرآن کی روشنی میں سائنس کے میدان میں بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کریں گے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ مدارس میں مذہبی تعلیم کے ساتھ ساتھ عصری تعلیم کو بھی شامل کیا جائے۔

مدرسہ تعلیم کو جدیدیانہ کے تعلق سے حکومت کی تجویز اگرچہ مکمل طور پر نفاذ میں نہیں لائی جاسکی ہیں تاہم حکومت اس جانب ٹھوس پیش قدمی کرے اور مدارس کو فنڈ مہیا کرائے تاکہ عصری علوم کو مدارس میں شامل کرنا آسان ہوسکے۔

Sharma R. et al (2007) کی ہماچل پردیش کے کانگڑا ضلع کے اسکولوں کے بارے میں کی گئی تحقیق بعنوان "Extent of Female school Dropouts in Kangra District of Himachal Pradesh" سے یہ معلوم ہوا کہ لڑکیوں کی تعلیم کے لئے خاندان کی منظوری ایک اہم عنصر ہے۔ اس سلسلے میں کی گئی تحقیق سے یہ پتہ چلا کہ 58% خاندانوں میں آپسی تعلقات میں بگاڑ 27.3% خاندانوں میں آپسی جھگڑوں کی وجہ سے اور 10% خاندان اپنی علالت کی وجہ سے اپنی لڑکیوں کو تعلیم نہیں دلا سکے۔

Yousuf et al(2007) یوسف ، نے اپنی تحقیق "Education Exclusion and Inclusion: Policy and Immplementation in South Africa and India" (تعلیم، اخراج اور شمولیت: پالیسی اور عمل آواری، جنوبی آفریقہ اور ہندوستان میں) طلبہ کے ترک تعلیم کی چار وجوہات معلوم ہوئی ہیں جن کا تعلق طلبہ کی مختلف النوع ذاتوں اور نسلوں سے ہے جو یہ ہیں:

☆ رسائی: اسکول میں داخلہ اور بامعنیٰ شرکت

☆ شراکت اور اختیار (Participation and Governance)

اسکول کی مشغولیت اور تعلیمی اکتساب بذریعہ شراکت جس میں تشریح قوانین اور قانون سازی کے طریقے بھی شامل ہیں۔

نصاب: Curriculum اکتساب علم بذریعہ روایتی نصابی کتب اور مخفی نصابی کتب اور عادات۔

شناخت: Identity اپنا اور دوسروں کا ادراک یعنی پہچان۔ اپنے اطراف موجود طلبہ سے واقفیت اور اُن کی معاشرتی اقدار اور ان کی قدر و قیمت۔

چترا نا مشرا (2007) نے اپنا مقالہ "Use of Madrasas in the light of Sachar Committee Report" کے عنوان سے پیش کیا جس میں موضوع سے مطابقت رکھنے والے مندرجہ ذیل تحقیقی نکات پیش کئے گئے۔

1. مسلمانوں کی تعلیمی و معاشی پسماندگی کا ذکر کرتے ہوئے ہندو تنظیموں اور حکومت کو فرقہ واریت چھوڑ کر مسلمانوں کی حالت کو بہتر کرنے پر زور دینا چاہئے۔
2. مدرسہ تعلیم کو جدید بنانے کی پوری شدومد سے وکالت کی گئی ہے۔
3. سچر کمیٹی کے ذریعہ پیش کیے گئے تخمینہ کو سامنے رکھتے ہوئے مقالہ نگار کا کہنا ہے کہ آج جب کہ مسلم قوم بہتر ے میدانوں میں SC اور ST سے بھی پیچھے ہے ایسے میں مسلمانوں کی حالت کو بہتر کرنے کے لیے فوری اقدامات کی ضرورت ہے۔
4. مقالہ نگار کے مطابق مسلمانوں کی صورت حال کو بہتر کرنے کے لیے مدارس اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ لہٰذا مدارس کو چاہئے کہ نصاب میں لازمی تبدیلی و اصلاح کر کے مدارس کو Mainstream میں لانے کی کوشش کریں اور مدارس میں ٹیکنکل کورسز کا آغاز کر کے طلبا کے مستقبل کی راہ ہموار کریں۔

5. مدارس کی ایک متعد بہ تعداد مانتی ہے کہ مدرسہ تعلیم کو جدید بنانا وقت کی اہم ضرورت ہے۔

6. مقالہ نگار نے ایک اور اہم بات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہے کہ مسلم علماء جو مذہبی مسائل پر کافی آوازیں بلند کرتے ہیں انھیں مسلمانوں کی تعلیمی و معاشی پسماندگی کے خلاف بھی آواز بلند کرنا چاہئے تا کہ حکومت ان کی بہتری کے لیے کوئی مستحکم عمل کرے۔

Stearns E. et al(2006) کی تحقیق "When and Why Dropout Leave High School." سے معلوم ہوا کہ تعلیمی نظام کی ناکامی بشمول اساتذہ کی معطلی، برخاستگی اور مسلسل غیر حاضری طلبہ کی ترک تعلیم کی وجوہات ہیں۔ یہ تحقیق مطالعہ ممالک متحدہ امریکہ کی ریاست شمالی کیرولنیا کے پبلک اسکولوں میں کیا گیا تھا۔

انظر عظمیٰ اور کارٹر لین Anzar Uzma and Carter,Lynn(2005)

نے اپنی رپورٹ بعنوان ''مدرسہ کے تعلیم نظام کا فروغ۔ہندوستان کے حالات کا خصوصی مطالعہ''

"Improving Education in Madrasas : An India Case Study"

میں طفل اور پولیس (Child and Police) کے عنوان کے تحت خصوصی مطالعہ کیا گیا۔اس پروگرام کو حیدرآباد کے ایک مشہور دینی تعلیمی مدرسہ میں روبہ عمل لایا گیا۔اس پروگرام کی عمل آوری 2003ء میں حیدرآباد کے دیگر دینی مدارس میں بھی کی گئی اور 2004ء میں بھی اس کا تجربہ کیا گیا۔ان مشاہدات سے یہ معلوم ہوا کہ جن علاقوں میں اس پروجکٹ پر عمل آوری کی گئی وہاں تقریباً سبھی لوگ نیم ماہر یا غیر ماہر مزدوروں کی حیثیت سے کام کر رہے تھے اور اُن میں سے 20% لوگوں کی آمدنی 24 ڈالر سے بھی کم تھی یعنی اس کا مطلب یہ ہے کے وہ سطح غربت سے نچلی سطح پر اپنا گزارہ کر رہے تھے Below Poverty Line (BPL) ان مزدوروں کے بچوں کے معاشرتی اور معاشی موقف کے بارے میں بھی معلومات حاصل ہوئیں اور اُن کے خاندانی حالات کا بھی اندازہ ہوا۔ یہ بھی پتہ چلا کہ ان مزدوروں کے اکثر بچے بھی گھریلو ملازمین کی حیثیت سے مختلف گھروں میں کام کرتے تھے بعض بچے گداگری کرتے ہوئے بھی پائے گئے۔

ان بچوں میں سے 22% بچوں کی عمریں 6 تا 14 سال کے گروپ میں تھیں اور انھوں نے کبھی کسی اسکول میں تعلیم حاصل نہیں کی۔

طفل اور پولیس (Child and Police (AP پراجکٹ کی کوششوں کے اچھے نتائج برآمد ہوئے اور دوسرے دینی مدارس کے منتظمین نے CAP پراجکٹ کے ذمہ داروں سے یہ خواہش کی کہ وہ انھیں بھی اس پروجکٹ میں شامل کرلیں۔ یہ خود اس پروجکٹ کی ایک اہم کامیابی ہے عام طور پر یہ پایا گیا کہ دینی مدارس کے منتظمین اس نوعیت کے سیکولر پراجکٹو ں سے تعاون نہیں کرتے۔ جب اس پروجکٹ کو دوسرے مدارس تک وسعت دی گئی تو اس کے مثبت نتائج برآمد ہوئے۔

ان مدارس کی تعلیمی مہارتوں میں خاطر خواہ اضافہ ہوا۔ان مدارس کے اساتذہ کی سوچ میں بھی سیکولر انداز کی تبدیلی نوٹ کی گئی اور انھوں نے اپنے نصاب میں اسلامی تعلیمات کے علاوہ دیگر سیکولر مضامین اور افکار کی شمولیت پر رضامندی کا اظہار کیا جس کی وجہ سے اس بات کی طمانیت حاصل ہوئی کہ ان مدارس کے طلبہ اور اساتذہ میں عصری تعلیم کے حصول کا شوق ہے۔اُنھیں یہ بھی پتہ چلا کہ عصری تعلیم کے حصول سے جدید معاشرہ کی ترقی کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

محمد اسلم اصلاحی (2005) نے منعقدہ عالمی کانفرنس جامعۃ الفلاح میں اپنا مقالہ ''دینی مدارس کا مروجہ نظام تعلیم وتربیت۔ایک تنقیدی جائزہ'' کے عنوان سے پیش کیا جس میں ابتدائی عہد اسلامی میں مروجہ علوم وفنون کا بالتفصیل تذکرہ کیا ہے اور ان حوالہ جات کی روشنی میں مدارس کے نظام تعلیم وتربیت اور نصاب میں مندرجہ ذیل سفارشات پیش کی ہیں۔

(1) مدارس کے نصاب میں سائنس اور ریاضی جیسے زندہ علوم اور ٹیکنکل تعلیم جن کی افادیت مسلم ہے اگر منطق وفلسفہ جیسے علوم کی جگہ شامل کردیئے جائیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔

(2) قرن اولیٰ میں قرآن وحدیث اور فقہ وادب کی تعلیم کے ساتھ ساتھ 'طب'، تیراکی، گھڑسواری اور نیزہ بازی کی تعلیم دی جاتی تھی۔ان کی جگہ آج کے زمانے کے لحاظ سے مروجہ علوم وفنون مثلاً کمپیوٹر، سائنس، ریاضی، سیاسیات اور معاشیات کی بنیادی تعلیم دی جائے تو اس سے اسلامی تعلیم کے مقاصد کیوں کر متاثر ہوں گے۔

(3) کم از کم ملکی سطح پر عربی، اردو، فارسی کے ساتھ ساتھ انگریزی اور ہندی کی بھی ٹھوس تعلیم فراہم کی جانی چاہئے۔

سرل جھنگرن (2005) نے ”Madrasa Modernisation Programme: An Assesment“ کے عنوان سے اپنا تحقیقی مقالہ پیش کیا جس میں انھوں نے اس بات کا جائزہ پیش کیا ہے کہ مدارس کو جدید بنانے کے عمل میں کون سی رکاوٹیں درپیش ہیں؟ نیز یہ کی حکومت کی جانب سے بنایا گیا یہ پروگرام مسلمانوں کی تعلیمی بہتری کا سبب ہوگا یا نہیں؟ مقالہ نگار کے مطابق حکومت کی جانب سے پیش کردہ جدید بنانے کی تجویز اس مفروضے پر بنائی گئی ہے کہ مسلمان تعلیمی لحاظ سے بہت پسماندہ ہیں اور مدرسہ تعلیم کو جدید بنانا ہی وہ طریقہ عمل ہے جس کے ذریعہ مسلمانوں کی تعلیمی صورت حال کو بہتر بنایا جاسکتا ہے۔ حالانکہ یہ مفروضہ اپنے آپ میں خود مکمل طور پر صحیح نہیں ہے۔ مقالہ نگار کے مطابق مسلمانوں کی تعلیمی صورت حال کو بہتر بنانے کے لیے مدرسہ تعلیم کو جدید بنانے کے ساتھ مسلم اکثریتی علاقوں میں زیادہ سے زیادہ اسکول اور تعلیمی ادارے قائم کرنے کی ضرورت ہے۔ مدرسہ تعلیم کو جدید بنانا ایک اچھی کوشش ہے لیکن اس پروگرام کو عمل میں لانے کے راستے میں بہت سی رکاوٹیں درپیش ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

(1) اول تو یہ کہ حکومت کے پاس مدارس کی تعداد کا صحیح علم نہیں ہے۔ نیز یہ کہ ہندوستان میں بہت سے ایسے مدارس ہیں جن میں پہلے ہی بہت سے عصری مضامین کی تدریس کی جاتی ہے لہٰذا حکومت ان مدارس کو جدید بنانے کے پروگرام میں شامل نہیں کر رہی ہے۔ اس پروگرام میں وہی مدارس رکھے گئے ہیں جس میں صرف مذہبی تعلیمات فراہم کی جاتی ہیں۔

(2) دوسری رکاوٹ یہ ہے کہ بہت سے مدارس خود مختار (Autonomous) ہیں۔ وہ اپنے نصاب پر مکتفی رہنا چاہتے ہیں اور کسی قسم کی بیرونی مداخلت برداشت نہیں کرتے ہیں۔

(3) تیسری جو سب سے اہم رکاوٹ ہے وہ یہ ہے کہ مدارس کے نصاب پہلے سے ہی اتنے وسیع ہیں کہ اس میں مزید مضامین کی شمولیت کی گنجائش نہیں ہے۔

(4) چوتھی بڑی رکاوٹ مدارس کے اساتذہ اور منتظمین کا Mindset ہے جو عصری مضامین کو گمراہی کا سبب مانتے ہیں۔

اس کے علاوہ بھی مدارس کو جدید بنانے کے عمل میں متعدد رکاوٹیں درپیش ہیں۔حکومت کو اس پروگرام پر عمل آوری سے قبل ان تمام رکاوٹوں کا متبادل اور بہتر حل تلاش کرنا ہوگا تا کہ پروگرام کے فوائد اور بہتر نتائج سامنے آسکیں۔

Khokhar A. et al(2005) نے دہلی کے سلم کے علاقوں میں رہنے والے بچوں کے تعلیم چھوڑ دینے کی وجوہات کے بارے میں تحقیق کی اس تحقیقی مطالعہ کا عنوان "Determinants of Reasons of School Dropouts Amongst Dwellers of an Urban Slum of Delhi" تھا۔انہوں نے اس سلم علاقے کے %43.73 لوگوں کے بارے میں تفصیلات جمع کیں۔اس مطالعے سے یہ معلوم ہوا کہ %60 لڑکیوں نے اور %39.5 لڑکوں نے تعلیم چھوڑ دی تھی۔سلم کے رہنے والوں نے یہ بتلایا کہ اس علاقے کی 14 سال کی عمر کی کسی بھی لڑکی نے مڈل کلاس سے زیادہ تعلیم حاصل نہیں کی ہے۔ان میں سے اکثر لڑکیوں نے وسطانیہ اسکول کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد تعلیم ترک کر دی تھی۔یہ خصوصی تحقیقی مطالعہ دہلی کے راؤز ایونیو کے عقبی علاقہ کے دھوبی گھاٹ کے مکینوں کے بارے میں کیا گیا تھا۔

Roul. K. et al(2005) نے اپنی تحقیق "Dropouts Among Girls at Elementary level: A Study of Casual Factors" میں بتلایا کہ %61 اسکولوں کی خراب حالت طلبہ کے تعلیم چھوڑ دینے کی ایک اہم وجہ ہے۔بہت سے اسکول دور دراز مقامات پر واقع ہیں، بعض اسکولوں میں تدریسی آلات دستیاب نہیں ہیں، اساتذہ کو طلبہ کی تعلیمی ضروریات اور مشکلات کا علم نہیں ہے، اساتذہ طلبہ کو سخت سزائیں دیتے ہیں۔یہ تحقیقی مطالعہ ایک سو اساتذہ اور تقریباً اتنی ہی تعداد کی طلبہ پر کیا گیا تھا جو ریاست اڑیسہ کے ضلع میوبھنج کے بلاک سا گو بند پور میں کیا گیا تھا۔

وجیالکشمی بی (2005) :Vijayalaxmi B.- "Dropouts in the Primary Schools of Andhra Pradesh : A Case Study of Ranga Reddy District" نے اپنا تحقیقی مقالہ بعنوان" آندھراپردیش کے مدارس میں ترک مدرسہ کرنے والے ضلع رنگاریڈی کا خصوصی مطالعہ " کے زیر عنوان پیش کیا۔جس میں اختیاری یعنی تجربے اور مشاہدے کی بناء پر ضلع رنگاریڈی کے تحتانوی مدارس کے طلبہ میں ترک مدرسہ کرنے والے طلبہ کی شرح اور اس کے اسباب کا مطالعہ کیا گیا۔اس

تحقیقی مطالعہ کے نتائج سے یہ پتہ چلا کہ دیگر پسماندہ طبقات (OBCs) کے طلبہ (بشمول شہری اور دیہی علاقہ جات) کے طلبہ میں مدرسہ کی تعلیم ترک کرنے والے طلبہ کی شرح زیادہ تھی۔ طلبہ کے والدین کا کم تعلیم یافتہ ہونا یا ناخواندہ ہونا بھی اُس کی ایک وجہ ہوسکتی ہے۔

ترک مدرسہ کرنے والے طلبہ کے والدین یا تو کاشت کار تھے یا زرعی مزدور تھے ترک مدرسہ کرنے والوں کی شرح جماعت دوّم اور جماعت چہارم کے طلبہ کے مقابلے میں جماعت سوّم کے طلبہ میں زیادہ تھی۔ مدرسہ چھوڑ دینے والے طلبہ سے حسب ذیل چھ وجوہات کا پتہ چلا:

1) طلبہ کے والدین نہیں چاہتے کہ اُن کے بچے اعلیٰ تعلیم جاری رکھیں۔

2) طلبہ کے والدین یہ چاہتے کہ اُن کے بچے گھر کے کام کاج میں اُن کی مدد کریں۔

3) وہ یہ بھی چاہتے ہیں کہ ان کے بچے کام کر کے خاندان کے لئے کچھ آمدنی پیدا کریں۔

4) طلبہ کے لئے تعلیم یا تو بہت زیادہ مشکل معلوم ہوتی ہے یا اُنہیں تعلیم حاصل کرنے سے دلچسپی نہیں ہے۔

5) نصابی کتابیں نوٹ بکس وغیرہ خریدنے کی استطاعت نہیں ہے اور

6) طلبہ اکثر مختلف بیماریوں میں مبتلا رہتے ہیں۔

تحتانوی تعلیم کی سطح پر طلبہ کی تعلیمی کامیابی اور خواندگی کی سطح کا مطالعہ

Study of Scholastic Achievement and literacy level of Children at the End of Primary Stage (2005)

اس تحقیقی مطالعہ کے لئے چار ریاستوں کا انتخاب کیا گیا۔ جو یہ ہیں

اُتر پردیش اڑیسہ کرناٹک مہاراشٹرا

ہر ریاست میں دو اضلاع کے تحتانوی تعلیم کے پراجکٹس کو روبہ عمل لایا گیا۔

(District Primary Education Projects) (اڑیسہ اور اتر پریش میں اور چوتھی جماعت کرناٹک میں ان اضلاع کی آخری تحتانوی جماعت (پانچویں جماعت) کے طلبہ کو آزمائشی امتحان

کے لئے منتخب کیا گیا۔اس تحقیقی مطالعہ کا اہم مقصد یہ معلوم کرنا تھا کہ طلبہ اوراساتذہ کی متغیرہ تعداد کس طرح ان کی تعلیمی کامیابیوں پر اثر انداز ہوتی ہے اس تحقیقی مطالعے کے لئے ریاضی اور زبان کے امتحانات وہی منتخب کئے گئے جو Terminal Assesement Survey (TAS) کے لیے چنے گئے تھے۔کیونکہ یہ دوسرا تحقیقی مطالعہ اس مقصد کے لئے کیا گیا تھا کہ DPEP کے دو یا تین برسوں میں محصلہ کامیابیوں کا اندازہ لگایا جاسکے۔اس سروے کا تیسرا مقصد یہ معلوم کرنا تھا کہ تحتانوی تعلیم ختم کرنے والے طلبہ میں خواندگی (Literacy)اورحساب دانی(Numeracy) کی سطح کیا ہے۔اس کے لئے خواندگی اور حساب دانی کے متعلقہ آزمائشی امتحانات کا استعمال کیا گیا۔ساری ریاستوں سے ان آزمائشی امتحانات کی رپورٹس وصول ہوئیں اور قومی سطح کے تحقیقی رپورٹوں کی اشاعت بھی عمل میں آئی۔اس تحقیقی مطالعے کے اہم نتائج حسب ذیل ہیں۔

اُترپردیش کے دواضلاع میں طلبہ کی حاصل کردہ کامیابیاں اوسط درجے کی ہیں جنہیں اطمینان بخش کہا جاسکتا ہے لیکن دیگر دو ریاستوں یعنی کرناٹک اوراڑیسہ میں تعلیمی حالت نہایت کمزور ہے۔اُترپردیش کے طلبہ کے حاصل کردہ انتہائی نشانات کا اوسط زبان اور ریاضی کے امتحانات میں بالترتیب 60.1اور 54.5 تھا جب کہ کرناٹک میں اوسط 28.8اور 27.1اوراڑیسہ میں 50.1اور 38.9 تھا۔

اس تحقیقی مطالعے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ TAS کے آزمائشی امتحانات میں محصلہ نشانات کی سطح زبان اور ریاضی کے مضامین میں گزشتہ دو برسوں کے درمیان وانحطاط کا شکار ہوئی ہے۔جب DPEPاسکیم کا اختتام ہوا سوائے زبان کے امتحان کے نشانات کے جس میں اڑیسہ میں اس فیصد میں اضافہ درج کیا گیا۔خواندگی کے ان آزمائشی امتحانات کے نتائج کے تجزیے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ صرف ایک چوتھائی طلبہ کرناٹک(27.1%)اوراڑیسہ(27.6) کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ خواندہ ہیں۔اُترپردیش میں یہ صورت حال کسی قدر بہتر معلوم ہوتی ہے جہاں اس گروپ کے 54.2% طلبہ نے اپنی کامیابی درج کروائی۔ان میں سے صرف چند طلبہ ہی کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ خواندہ ہیں جنہوں نے 75% سے زائد نشانات حاصل کیے ہیں۔اُترپردیش اور کرناٹک میں صرف 0.5% اتر پردیش

میں 1.3% اوراڑیسہ میں طلبہ نے خواندگی کے امتحان میں 75% سے زائد نشانات حاصل کیا۔ متذکرہ بالا ان تینوں ریاستوں میں سمجھ کر پڑھنے کے امتحان (Reading Comprehension) میں طلبہ کی کامیابی کافی صد بلند آواز سے پڑھنے (Reading aloud) اور لکھائی (Writing) کے امتحان سے زیادہ تھا۔

حساب دانی (Numeracy) کی مہارت کا حصول کا فروغ، طلبہ میں کم پایا گیا۔ کیونکہ آدھے سے زیادہ طلبہ نے اس مضمون میں 40% سے بھی کم نشانات حاصل کیا تھا۔ کم نشانات حاصل کرنے والوں کا تناسب کرناٹک میں 60.7 تھااور اڑیسہ میں 53.7% تھا جب کہ یہ تناسب اُتر پردیش میں صرف 15% تھا۔

Akhtarul Wase (2005) ”Madrasa in India, Trying to be relevant“ یہ کتاب بہت سارے آرٹیکل پر مبنی ہے جو ہندوستان کے تاریخ اور حال کے ہندوستان کے اسلامی تعلیم کا مجموعی جائزہ جو مدرسہ کے اصلاح کے سوالات پر لکھی گئی ہے۔ کتاب کے دیباچے میں مصنف نے مدرسہ کی اہمیت اور اسلامی معلومات کی اہمیت کو واضح کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ قرآن دنیاوی اور دینی تعلیم کو الگ الگ کرکےنہیں دیکھنا چاہئے بلکہ علم ایک ایسا مجموعہ ہے جسے الگ الگ کرکے دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

موجودہ دور کے مدرسے تعلیم کو جو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں وہ صحیح نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ مدارس میں جدید تعلیم دینی چاہئے جیسے کمپیوٹر سائنس، انگریزی وغیرہ۔

اس طرح سے مدرسہ سیکولر اور مذہبی تعلیم کے بیچ میں ایک کڑی کا کام کرسکتا ہے جو مذہبی ٹریننگ کے ساتھ ساتھ جدید تعلیم، طلبہ کو فراہم کرسکتا ہے۔ جس سے طلبہ کے حالات بہتر ہوسکتے ہیں۔

All Inda Sample Survey to Estimate the Number of out of School Children (2005)

یہ ایک بڑا نمونے کا سروے ہے جس پر 2005ء میں عمل کیا گیا تا کہ ملک میں اسکول چھوڑے ہوئے 14 سال سے کم عمر بچوں کی صحیح تعداد کا اندازہ لگایا جاسکے۔ اس پراجکٹ کے تحقیقی کام میں Ed. Ck

(India) Ltd. کے ٹکنیکل سپورٹ گروپ (TSG) نے کافی مدد کی جس کو سرواشکھشا ابھیان نے فروغ دیا تھا۔اس گروپ نے دیہاتوں اور شہروں کے مختلف علاقوں کے انتخاب میں تعاون کیا اور ان علاقوں کے اسکول کی تعلیم ترک کرنے والے بچوں کی تفصیلات جمع کیں۔ یہ تحقیقی مطالعہ دراصل IMRB International کے **Social & Rural Research Institute** نے ہندوستان کی تمام ریاستوں میں کیا تھا۔جس میں دیہی اور شہری علاقوں کے 588 اضلاع کا احاطہ کیا گیا تھا۔ جولائی سے اکتوبر 2005ء کے درمیانی عرصے میں تفصیلات جمع کی گئیں اور 87874 خاندانوں سے معلومات حاصل کی گئیں۔جن کا تعلق 3178 دیہاتوں اور 1823 شہری علاقوں سے تھا۔اس عظیم سروے کے نتائج سے معلوم ہوا کہ ہندوستان میں 6 تا 13 سال کی عمر کے 19.4 کروڑ بچے ہیں جن میں سے 6.9% (فیصد) بچے اسکولوں سے باہر ہیں۔

ایسے بچے جو اسکول سے باہر ہیں ان کی تعداد 68.3% ہے جنہوں نے کبھی اسکول کی صورت نہیں دیکھی۔ جبکہ 97.3% بچوں نے سرکاری اور خانگی اسکولوں میں تعلیم حاصل کی تھی۔ان تعلیمی اداروں میں دیہی مدارس اور سنسکرت پاٹھ شالائیں بھی شامل ہیں۔ایسے طلبہ کی ایک قلیل تعداد یعنی 1.3% فیصد اسکولوں میں شریک تھی۔ بقیہ 0.9% تعداد Education Guarantee Schools یا عربی اور سنسکرت کے اداروں میں شریک تھی۔اس رپورٹ کو Ed. CIL کی جانب سے 2006ء میں شائع کیا گیا۔

Kaur,Kuldip(2003) کور، کلدیپ (2003) نے تحقیقی مقالہ بعنوان "مساجد میں مکتب کا تعلیمی نظام" ''Maktab Education in Mosques'' کے مطالعہ سے یہ پتہ چلا کہ مکاتب میں ابھی تک جدید تعلیم کا سلسلہ باقی و جاری ہے۔اس سلسلے میں 60 مکتبوں کا اور 100 اسلامی علماء سے ربط پیدا کیا گیا اور انٹرویو کے ذریعے سے معلومات حاصل کی گئیں۔ان مکاتب کا انتخاب اُتر پردیش کے ضلع سہارن پور سے کیا گیا تھا۔ان مکاتب سے جو معلومات حاصل ہوئیں وہ یہ ہیں کہ طلبہ ان مکتبوں میں دینی تعلیم یعنی قرآن اور حدیث کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے شریک ہوتے ہیں۔ان میں سے بہت کم ایسے طلبہ ہیں جو صرف عربی، فارسی یا اُردو زبانیں سیکھنے کے لیے جاتے ہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے معاشی اور معاشرتی حالات انھیں مجبور کرتے ہیں کہ وہ اپنے بچوں کو ان دینی مدارس میں بھیجیں کیونکہ وہ

سرکاری یا خانگی اسکولوں میں بھیجنے کے متحمل نہیں ہو سکتے۔مکتبوں میں صرف اسلامی تعلیم دی جاتی ہے۔

دیگر مذاہب کا تقابلی مطالعہ یا سیکولر تعلیم کا نظم ان دینی مدارس میں نہیں ہے اس لیے یہاں سے فارغ ہونے والے طلبہ سرکاری اسکولوں میں داخلہ لینے سے گریز کرتے ہیں جہاں اعلیٰ جماعتوں میں عصری تعلیم کا انتظام ہے۔ایسے دینی مدارس میں سکولر تعلیم کو متعارف کروانے کی شدید ضرورت ہے تاکہ طلبہ تعلیم کے اعلیٰ اقدار سے واقف ہو سکیں اور پیشہ وارانہ تعلیمی اداروں میں تعلیم حاصل کر کے اپنے مستقبل کو شان دار بنا سکیں۔

Leclercg F. (2002) : نے اپنے تحقیقی مطالعہ بعنوان ''مدھیہ پردیش میں تعلیم کی ضمانت کا لائحہ عمل'' "Madhya Pradesh Educational Guarantee Scheme (EGS) Increase Supply of Schools but Failed to Improve Quality" میں یہ بتلایا کہ اسکولوں اور طلبہ کی تعداد میں اضافہ تو ضرور ہوا لیکن یہ اسکیم طلبہ کے معیار کو بلند کرنے میں ناکام رہی۔اپنے تحقیقی مطالعہ کے لیے انھوں نے مدھیہ پردیش کے دو اضلاع کا انتخاب کیا۔ان کے اس تحقیقی مطالعہ سے یہ واضح ہوا کہ جن دیہاتوں کی تعلیمی حالت کا اس مطالعہ میں احاطہ کیا گیا وہاں طلبہ اور اسکولوں کی تعداد میں اچھا خاصا اضافہ ہوا۔

اساتذہ اور طلبہ کی کم حاضری کی وجہ سے معیار تعلیم پر اثر پڑا جس کی وجہ سے تعلیمی معیار میں انحطاط پیدا ہوا۔تدریس کے طریقے غیر موزوں تھے۔اساتذہ اور طلبہ کے والدین کے معاشرتی تعلقات میں کمی محسوس کی گئی جس کی وجہ سے معیار تعلیم کو بلند کرنے میں ناکامی ہوئی۔

Grover S. Sigh N. H.(2002) نے "Obstacles to Providing Quality Education in Tamil Nadu" ''معیار تعلیم کی فراہمی میں رکاوٹیں'' کے زیر عنوان ریاست تامل ناڈو میں ایک تحقیقی مطالعہ منظّم کیا جس کے اہم انکشافات میں تعلیم کی فراہمی میں کئی ایک خامیاں پائی گئیں جس میں تعلیمی اداروں کے انتظامیہ کی ذمہ داری کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔

اس تحقیقی مطالعہ کی روشنی میں تعلیم کے معیار کو بلند کرنے کے سلسلے میں یہ سفارش کی گئی کہ ضلع واری اساس پر تعلیمی انتظامیہ کے ڈھانچہ میں تبدیلی لائی جائے، طلبہ کی تعلیمی ترقی کی جانچ کے لیے ایک نگران کار

میکانزم وضع کیا جائے‘ اساتذہ کی تربیت کے طریقہ کار کی اہلیت میں اضافہ کیا جائے اور تعلیمی اصلاحات کے نفاذ کے لئے مالی وسائل تلاش کیے جائیں۔

دوراسوامی۔ پی **Duraiswamy, P. (2001)** نے اپنے تحقیقی مطالعہ بعنوان ''اسکولوں میں طلبہ کے داخلوں کے لیے دی گئی ترغیبات کا اثر اور کامیابی'' "Effectiveness of Incentives on School Enrollment and Attainment" میں یہ بتلایا کہ ریاست تامل ناڈو نے بچوں کے اسکول میں داخلوں کے لیے دوپہر کے کھانے کی اسکیم‘ مفت کتابوں کی سربراہی‘ مفت یونیفارم کا مہیا کرنا اور اسکول تک آمدورفت کے لیے بس کی سہولت جیسی آسانیاں اور ترغیبات فراہم کیں۔ ان ترغیبات کی وجہ سے ریاست تامل ناڈو کو اپنے اسکولوں میں بچوں کے داخلوں میں اضافہ کرنے میں بڑی مدد ملی جس کی وجہ سے اس ریاست کی خواندگی کی شرح میں خاطر خواہ اضافہ دیکھا گیا جو ہندوستان کی دیگر ریاستوں سے بڑھ کر ہے۔ اس تحقیقی مطالعہ سے یہ معلوم ہوا کہ حکومت کی پالیسیاں اور طلبہ کے لیے ترغیبات کا اسکولوں میں داخلوں پر کافی نمایاں اثر پڑتا ہے۔

روی اور دیگر **Ravi & Others (2001)** نے اپنے تحقیقی مطالعہ ''تحتانوی اسکول کا معیار'' "Quality of Primary School" میں تامل ناڈو کے مدورائی ضلع کی تعلیمی حالت کا جائزہ پیش کیا۔ اس میں بنیادی سہولتیں‘ اساتذہ کا اکتساب میں حصّہ‘ طلبہ کی تعلیمی اور زائد تعلیمی سرگرمیوں میں مشغولیت‘ تدریسی آلات‘ طلبہ کے والدین کی تعلیمی سرگرمیوں سے دلچسپی وغیرہ جیسے موضوعات سے بحث کی گئی اور بتلایا گیا کہ ان سارے عوامل کی وجہ سے تعلیمی معیار میں اضافہ ہوا۔

سنیہا پرابھا **Sneha Prabha,SCERT,Haryana (2000)** کا تحقیقی مطالعہ بعنوان ''اندراج اور برقراری DPEP کا تجربہ'' "Enrollment and Retention A DPEP Experience" یہ ظاہر کرتا ہے کہ ہریانہ کے دو اضلاع کے مختلف بلاکس میں DPEP سے استفادہ کرنے والے اسکولوں اور دوسرے اسکولوں کی تعلیمی ترقی کے درمیان 6.5% کا فرق پایا گیا۔

Srivastava Gouri (1999) نے ضلع راج گڑھ کے خصوصی مطالعہ ترغیبی اسکیمات کے

ذریعے سے تحتانوی سطح پر اسکولوں میں ترقی اندراج اور تعلیم کے جاری رکھنے کے بارے میں طالبات کے رجحان کا اندازہ لگایا جس سے یہ معلوم ہوا کہ دوپہر کے کھانے کی اسکیم، مفت اسکول یونیفارم کی فراہمی، مفت نصابی کتابوں کی دستیابی اور صد فیصد 100% حاضری پر ترغیبی وظیفہ تعلیمی وغیرہ کے مثبت نتائج برآمد ہوئے جس کی وجہ سے طالبات کی ایک اچھی خاصی تعداد نے ترک مدرسہ کی راہ نہیں اپنائی۔

Palaniappan. V. P. (1999) نے اپنے تحقیقی مطالعہ بعنوان "Effectiveness of Achievements of Inservice Training Programmes to Teachers on the students at Primary level in Coimbatore District " میں یہ ثابت کیا کہ برسر خدمت اساتذہ کی دوران ملازمت پیشہ وارانہ تربیت، پیشہ تدریس میں ترقی کے لیے ایک اہم عنصر ہے جو اکتساب علم کو زیادہ دلچسپ بنادیتا ہے جس سے اسکول کے بچوں کی کامیابیوں کے تناسب میں یقیناً اضافہ ہوجاتا ہے۔ اس لیے ہونا یہ چاہیئے کہ ایسے تحقیقی کاموں کے نتائج کو کسی ایک حلقہ تک محدود نہیں کردینا چاہیئے بلکہ ان کی وسیع پیمانے پر تشہیر و اشاعت عمل میں لائی جانی چاہیئے تاکہ اس کا فائدہ دوسروں کو بھی پہنچے جو تعلیم کے میدان میں اعلیٰ معیار کی ضمانت ہے۔

Sesidhara Rao, K. (1999) ششی دھر راؤ نے" ویژن 2020ء کے لیے معیاری بنیادی تعلیم پروگرام" "Vision 2020 A.D:Initiatives for Quality Basic Education Programme" کے زیر عنوان ایک مقالہ تحریر کیا جس میں انھوں نے حکومت آندھرا پردیش کی طرف سے رائج کی گئی مختلف ترغیبی اسکیمات کا جائزہ لیا جس میں APEP'OBB غیر رسمی تعلیم، کھلا اسکول، سمعی و بصری تعلیم DPEP، وغیرہ کا احاطہ کیا گیا۔ انھوں نے یہ بتلایا کہ ان اسکیمات کی وجہ سے تحتانوی جماعتوں کے طلبہ کے داخلوں کے لیے اندراج میں اضافہ ہوا اور اسکول کی تعلیم ترک کرنے والوں کی تعداد میں کمی واقع ہوئی۔

Prakash, Ved & others (1998) پرکاش وید اور دوسرے کی تحقیق کے مطابق تین سالہ DPEP کے طلبہ سے معلومات حاصل کی گئیں جس سے پتہ چلا کہ 1994ء کے مقابلے میں 1997ء کے بیچ کے طلبہ میں اکتسابی صلاحیتوں میں ترقی درج کی گئی۔ یہ ترقی صرف ان ہی اسکولوں میں پائی گئی جن میں

پراجکٹ پرعمل آوری کی گئی تھی ۔ یہ ترقی ریاضی اور زبان کے مضامین میں ریکارڈ کی گئی ۔اس تحقیق کے لئے بنیادی پیمانہ 1994ءکو بنایا گیا تھا۔اکثر صورتوں میں 24% ترقی حاصل کرنے کا ہدف پار کرلیا گیا تھا۔ اس طرح کی ترقی جماعت سوم اور جماعت پنجم کے طلبہ میں پائی گئی۔

Duraiswamy et al (1997) نے اپنے مقالے بعنوان "Is there a Increase? Evidence from Quantity-Quality Trade off as Enrollment Tamilnadu, India" (طلبہ کے اسکول میں شرکت کے اندراج میں اضافہ کرنے کے لئے آیا کوئی کمیت یا کیفیت والا طریقہ موجود ہے؟ ہندوستان کی ریاست تامل ناڈو سے ثبوت'') میں یہ بتلایا کہ ترقی پذیر مما لک وسیع ہوتے جارہے ہیں اوران مما لک کے طلبہ کے اسکولوں میں داخلہ کے اندراجات میں اضافہ ہو رہا ہے۔ خاص طور پر نچلی سطح پر یعنی تحتانوی تعلیم کے مرحلے میں ۔لیکن کسی دی گئی اہلیت کی سطح پر طلبہ کے داخلوں میں اضافہ،وسائل میں اضافہ کا متقاضی ہوتا ہے تا کہ معیار کو برقرار رکھا جائے۔

اس مقالہ میں طلبہ کے اسکولوں میں داخلوں کے اندراج کے منفی پہلو کا جائزہ لیا گیا ہے۔جس میں اسکول کی تدریسی حالت، ریاست تامل ناڈو میں ضلع واری اساس پر تعلیمی سہولتوں کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ گذشتہ دہائیوں میں حکومت نے طلبہ کے اسکولوں میں داخلوں میں اضافہ کرنے کے لئے مختلف اقدامات کئے ہیں ۔لیکن اساتذہ کی تعداد میں اضافہ کے لئے کچھ بھی نہیں کیا گیا۔مزید برآں نئے دیہی اسکولوں کو قائم کیا گیا لیکن اُن کے لیے عمارتوں کی تعمیر عمل میں نہیں آئی۔

یہ ادارے بہت ہی قلیل بنیادی سہولتوں کے ساتھ قائم کئے گئے ۔جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تعلیم کے معیار میں انحطاط پیدا ہوا خاص طور پران اضلاع میں جہاں طلبہ کے اسکولوں میں داخلوں کے انداراجات میں کافی تیزی سے اضافہ درج کیا گیا۔

جگن موہن جی Jagan Mohan G. (1994) : نے اپنی تحقیق بعنوان "A Comparative Study of the Academic Achievement of the Children of Project Primary Schools and Non-Project Primary School" (پراجکٹ

اسکول اور غیر پراجکٹ اسکول کے طلبہ کی تعلیمی کامیابی کا تقابلی مطالعہ) میں یہ معلوم کیا کہ ایسے اسکول کے طلبہ جہاں اس پراجکٹ پر عمل آوری کی گئی' نے اچھے نشانات حاصل کیے۔

"A Study of the Attitude of نے -:**Swamy, K. P. R. (1993)** Primary School Teachers Towards Minimum Levels of Learning" کے عنوان کے تحت تحقیقی کام انجام دیا جس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ تحتانوی مدارس کے بیشتر اساتذہ بلا لحاظ جنس تعلیمی قابلیت اور تجربہ نے اکتساب علم کی اقل ترین سطحوں کو حاصل کرنے کے سلسلے میں مثبت رجحان ظاہر کیا اور انھوں نے یہ خیال ظاہر کیا کہ طلبہ کی مشغولیت پر مبنی طریقہ تدریس اکتساب علم کی اقل ترین سطح کے حصول میں مدد ومعاون ہے۔

اسپارکس(Sparkes 1990) نے اپنی تحقیقی مقالہ بعنوان "Schools, Education and Social Exclusion" "**مدارس- تعلیم اور معاشرتی اخراجیت**" میں یہ کہا گیا کہ بچوں کی صلاحیتوں اور مہارتوں کو فروغ دینے کے لیے مدارس ایک اہم جگہ کی حیثیت رکھتے ہیں، اور یہ بھی بتلایا کہ غریب بچے اس نوعیت کی ترقیات سے زیادہ مستفید ہوتے ہیں۔

تاہم اگر ان تعلیمی تجربات کو طلبہ کے الگ الگ گروہوں میں آزمایا جائے تو اس کے نتائج سماجی اخراجیت کو کم کرنے میں زیادہ مستفید نہیں ہوتے۔ اجتماعی کوششوں کا ایک فائدہ یہ ہے کہ اہلیت رکھنے والے طلبہ کی ہمت افزائی ہوتی ہے اور وہ سب کے ساتھ اپنے آپ کو شامل کر کے فخر محسوس کرتے ہیں۔

2.3 موجودہ مطالعہ میں متعلقہ ادب کے جائزے کا اطلاق
:(Implication of the reviews to the present study)

اس تحقیق کی پیش کش میں متعلقہ ادب کے جائزے کے دوران محقق نے سابقہ تحقیقات میں خلا پائی۔ لہٰذا اسی کو بنیاد بنا کر محقق نے اس تحقیق کو پیش کیا ہے۔ محقق نے اس موضوع سے متعلق تحقیقی مقالوں، کتابوں تحقیقی رسالوں و جرائد کا تجزیہ کیا، جس سے تحقیق کے عنوان کے طے کرنے، تحقیق کا طریقہ کار، تحقیقی آلات کے انتخاب میں مدد ملی۔

درج بالا تحقیقی مقالوں کے تجزیے سے صاف ظاہر ہے کہ:

1. مدرسہ ایجوکیشن پر ملک اور بیرون ملک کوئی خاص تحقیقی کام نہیں ہوا ہے۔
2. ہندوستانی تناظر میں سچر کمیٹی کی رپورٹ کے مطابق مسلم اقلیت کے تقریباً 4 تا 5 فیصد بچے مدرسہ تعلیم سے فیضیاب ہوتے ہیں۔ اس لحاظ سے اس میدان میں کافی تحقیقی کام کی گنجائش بنتی ہے۔ تاہم اس حقیقت کے باوجود یہ میدان تشنہ طلب ہے۔
3. مدرسہ ایجوکیشن کی جدید کاری اور چند دیگر متغیرات پر چند ایک کام ہوئے ہیں لیکن مقدار کے لحاظ سے یہ بھی ناکافی ہیں۔
4. اندراج، حصولیابی اور ترکِ مدرسہ جیسے متغیرات کو لے کر کئی ایک محقق نے تحقیقی کام کیا لیکن اُن کا Focus مدرسہ ایجوکیشن نہیں رہا ہے اور عام طور پر اس طرح کے تحقیقی کام ابتدائی اور ثانوی اسکولوں پر کئے گئے۔

بہرحال مدارس سے متعلق اندراج، حصولیابی اور ترکِ مدرسہ جیسے اہم اور قابل قدر متغیرات پر کسی تحقیق کا نہ ہونا اپنے آپ میں بڑے تعجب کی بات ہے۔ اسی لیے محقق نے طئے کیا تھا کہ وہ ''ریاست بہار کے پٹنہ کمشنری کے مدارس میں اندراج، ترکِ مدرسہ اور حصولیابی کا مطالعہ'' اس مسئلے پر اپنا تحقیقی کام کرے۔ اس طرح کے متغیرات کو لے کر جو تحقیقات اسکولی ایجوکیشن سے متعلق ہوئیں وہ محقق کے لئے بڑی رہنما ثابت ہوئی اور اُن کی روشنی میں محقق نے اپنا تحقیقی خاکہ Research Design تیار کیا جس کی تفصیل آئندہ باب میں پیش ہوگا۔

باب۔سوم

تحقیق کا طریقۂ کار

CHAPTER-3

RESEARCH METHODOLOGY

CHAPTER - 3 :
RESEARCH METHODOLOGY
باب سوم - تحقیق کا طریقۂ کار

3.0 تمہید (Introduction)

تحقیق کا طریقہ کار دراصل معطیات کے حصول، مفروضات کو جانچنے اور معطیات کا تجزیہ کرنے کی مفصل کاروائی کا ایک بلو پرنٹ ہے۔ بنیادی طور پر تحقیقی خاکہ کے دو مقاصد ہیں، اول۔ ایک محقق کو تحقیقی سوالات کے ممکنہ حد تک معقول اور درست جوابات حاصل کرنے کے قابل بناتا ہے۔ دوم۔ تحقیقی خاکہ ایک کنٹرول میکانزم کی طرح کام کرتا ہے۔

Lindquist (1956) کے مطابق - محقق، ایک منصوبہ بند لائحہ عمل کے تحت متغیرات پر کنٹرول کرنے اور موزوں، معقول اور متعلقہ جواب حاصل کرنے کے لئے تحقیقی خاکہ بناتا ہے۔

Myers (1980) کے مطابق - تحقیقی خاکہ تحقیق کرنے کی ایک عام ساخت ہے۔

Mohsin (1984) کے مطابق - تحقیقی خاکہ منصوبہ یا لائحہ عمل کی تشریح کرتا ہے جو کہ مشاہدہ، حقیقت اور اصل صورت حال کے درمیان ربط کو ظاہر کرتا ہے جس کی بنیاد پر اہم نتائج حاصل کئے جاتے ہیں۔

3.1 اصطلاحات کی کارکرد تشریحات
Operational Definitions of the Terms

اس تحقیقی مطالعہ کے لئے جن اصطلاحات کا استعمال کیا گیا ہے ان کی تشریحات حسب ذیل ہیں:

1) مدرسہ Madrasa

یہاں مدرسے سے مراد وہ دینی تعلیمی ادارے یا مدارس جو بہار مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کے تحت کام

کرتے ہیں اور جن میں وسطانیہ، فوقانیہ، مولوی، عالمیت اور فضیلت کی سطحوں کی دینی اور عصری تعلیم پڑھائی جاتی ہے۔

2) اندراج Enrollment

اندراج سے مطلب مدرسہ جانے کی عمر کے بچوں کا تعلیمی مدارس میں داخلوں کا اندراج ہے جو کسی مقررہ تعلیمی سال کے شروع میں کیا جاتا ہے۔اس تحقیقی مطالعہ کے لئے مدارس کے تعلیمی حالات کا 2012ء سے 2015ء تک یعنی چار برسوں کی مدت میں جائزہ لیا گیا۔

3) ترکِ مدرسہ Dropout

ترک مدرسہ یعنی Dropout کا مفہوم یہ ہے کہ طلبہ مدرسہ کی کسی جماعت میں داخلہ حاصل کر کے درمیان ہی میں تعلیم روک دیتے ہیں یا پھر کسی ایک جماعت کا امتحان کامیاب کرنے کے بعد اگلی جماعتوں میں اپنی تعلیم جاری نہیں رکھ پاتے۔موجودہ تحقیقی مطالعہ کے لئے ترک مدرسہ کیے ہوئے ایسے طلبہ کا مطالعہ کیا گیا ہے جنہوں نے کسی وجہ سے 2012ء سے 2015ء کے عرصے میں تعلیم منقطع کر دی ہے۔

4) حصولیابی Achievement

کسی مضمون میں مطلوبہ قابلیت یا اہلیت کا حصول کامیابی یعنی Achievement کہلاتا ہے۔

موجودہ مقالے میں کامیابی کی سطح کا اندازہ لگانے کے لئے طلبہ کی جدید مضامین جیسے انگریزی، ریاضی اور ماحولیاتی سائنس میں کامیابی کے لئے مقررہ اقل ترین نشانات کا حصول یعنی کسی مقررہ سطح تک کامیابی کو معیار بنایا گیا ہے۔اس حصولیابی سے مراد ریاست بہار کے پٹنہ کمشنری کے طلبہ کے سالانہ امتحان کے نتائج سے ہے۔

تحقیقی مطالعہ کا خاکہ Research Design

یہ ایک قسم کی بیانیہ تحقیق ہے جس میں سروے کا طریقہ کار اختیار کیا گیا ہے محقق نے معطیات اکٹھا کرنے کے لئے انٹرویو اور سوال نامے کا استعمال کیا۔

3.2 طریقۂ تحقیق Method of Research

اس تحقیقی مقالہ کی تیاری کے لئے تفصیلات جمع کرنے کی غرض سے سروے کے طریقہ کار کا استعمال کیا گیا ہے۔ سروے کا طریقہ معاشرتی علوم میں کمیتی (Quantitative) اقسام کے تحقیقی مطالعہ جات میں سب سے زیادہ مقبول عام طریقہ ہے۔ سروے کے طریقہ تحقیق میں محقق جواب دہندوں کی ایک مخصوص تعداد کا انتخاب کر لیتا ہے اور سوال نامہ کے ذریعے سے مطلوبہ تفصیلات حاصل کرتا ہے۔ پھر ان کا تجزیہ کر کے نتائج اخذ کرتا ہے۔ جن جواب دہندوں کا انتخاب محقق کرتا ہے انہیں ساری آبادی کی حقیقی نمائندگی کی حیثیت حاصل ہونی چاہیے تاکہ ان سے اخذ کردہ تفصیلات سے قابل اعتماد نتائج حاصل کیے جاسکیں۔ جواب دہندوں کا نمونہ یعنی ان کی آبادی یا تعداد ایسی ہونی چاہئے جن سے حاصل کردہ نتائج کا اطلاق سارے گروہ یا معاشرہ پر ہو سکے۔ جواب دہندوں کا نمونہ ایسا ہو کہ ان میں محقق مطلوبہ نتائج حاصل کر سکے۔

جواب دہندوں کا انتخاب اس انداز سے کیا جانا چاہئے کہ اس میں کسی بھی قسم کی جانب داری کا کوئی شائبہ نہ ہو۔ اس لئے لوگوں کا انتخاب بلا کسی مخصوص ترتیب کے یعنی سرسری طور پر کیا جانا چاہیے۔ اس طریقہ سے کیے گئے انتخاب کو امکانی نمونہ (Randome Sample) کہا جاتا ہے۔

اس نوعیت کے منتخبہ نمونے کی تعریف یوں بھی کی جاسکتی ہے کہ یہ لوگوں کا منتخبہ ایسا مجموعہ یعنی نمونہ ہے جس کا ہر فرد معاشرہ کے کسی بھی فرد کے مشابہ یعنی مماثل ہے اور اس طرح وہ پورے معاشرہ کی ترجمانی کرتا ہے۔

آبادی Population

افراد، اشیاء یا واقعات جن کو ہم معطیات کے حصول کے لیے اپنی تحقیق میں معلومات کی اکائی کے طور پر استعمال کرتے ہیں اسے ہدف یا آبادی کہتے ہیں۔

نمونہ SAMPLE

مطالعہ کی کائنات میں سے محقق صرف چند اراکین کا انتخاب کرتا ہے۔ جو کہ اس مطلوبہ آبادی کی نمائندگی کرتا ہے۔ یہ سب اس لئے کیا جاتا ہے کہ منتخب کیا گیا نمونہ سارے معاشرہ کی مجموعی حالت کا اندازہ لگانے میں مدد و معاون ثابت ہوگا۔ اس طرح منتخب کئے گئے اراکین کو پیشہ وارانہ اصطلاح میں نمونہ یعنی

Sample کہا جاتا ہے۔نمونہ پوری آبادی یعنی کل معاشرہ کا موضوع ہوتا ہے۔ عام طور پر کسی معاشرہ کی آبادی کثیر افراد پر مشتمل ہوتی ہے۔اس طرح ساری آبادی کو تحقیق کے دائرہ میں لانا تقریباً ناممکن ہو جاتا ہے۔نمونہ جملہ آبادی کا ترجمان ہوتا ہے۔نمونہ کی تعداد اتنی محدود ہوتی ہے کہ اس کی تفصیلات حاصل کرنا کسی بھی محقق کے لئے ممکن نہیں ہے۔ سادہ سرسری نمونہ کا انتخاب Simple Random Sampling اس نوعیت کے نمونے کو برسرموقع نمونہ Chance Samplery بھی کہا جاتا ہے۔اسے امکانی نمونہ Probability Sampling بھی کہا جاتا ہے ایسے نمونے کا ہر رکن مجموعی طور پر کل آبادی یعنی سارے معاشرہ کی ترجمانی (Represent) کرتا ہے۔کسی مجموعی آبادی سے منتخب کردہ سادہ سرسری نمونہ کو معاشرہ کے سارے ارکان کی نمائندگی کرنے کا یکساں موقع حاصل رہتا ہے۔مزید یہ کہ ایسے نمونے کے کسی بھی جوڑے (Pair) کے لئے اسی طرح سے جانب داری کا احتمال نہیں رہتا اور اس سے نتائج کے تجزیے کا مرحلہ آسان ہو جاتا ہے۔ خاص طور پر کسی نمونے کے انفرادی نتائج کی درستی یعنی صحت کا اندازہ لگانا آسان ہو جاتا ہے۔

3.3 موجودہ مطالعہ کا تحقیقی خاکہ

موجودہ مطالعہ کا مقصد ریاست بہار کے پٹنہ کمشنری کے مدارس کا اندراج، ترک مدرسہ اور کامیابی کا مطالعہ کرنا ہے۔لہٰذا یہ باب مطالعہ کے طریق کار کی تفصیلات پر مشتمل ہے۔اس میں معطیات کے حصول کے لئے استعمال کئے گئے آلات، معطیات کے حصول کا طریقہ، تحقیق کے انعقاد اور شماریاتی تکنیکیں شامل ہیں۔

موجودہ مطالعہ کے طریقہ کار میں درج نکات کا احاطہ کیا گیا ہے:

(1) آبادی

(۲) نمونہ

(۳) مطالعہ کے آلات

(۴) آلات کا انتظام اور معطیات کے حصول کا طریقہ

(۵) معطیات کا حصول

(٦) اعداد وشمار کی پیشکش بذریعہ جدول اور ترسیم (Graph)

(۷) شماریاتی تکنیکیں تجزیہ اور کائی اسکوئیر۔

(ا) آبادی:

مطالعہ کے مقاصد کے مطابق ریاست بہار کے پٹنہ کمشنری کے مدارس کے اردو میڈیم کے طلباء کو بطور آبادی منتخب کیا گیا۔ محقق نے پٹنہ کمشنری کے مدارس کی ایک فہرست حاصل کی۔ تمام مدارس میں سے صرف پٹنہ کمشنری کے چھ اضلاع میں 30 مدارس کو طبقہ وار نمونہ بندی کے ذریعہ منتخب کیا گیا جو درج ذیل ہیں۔

نمبر شمار	مدرسے کا نام	نمبر شمار	مدرسے کا نام
پٹنہ ضلع کے تحت آنے والے مدارس			
1	مدرسہ شمس الہدیٰ	2	مدرسہ سلیمانیہ
3	مدرسہ شریعہ ادارہ	4	مدرسہ فلاح المسلمین
5	مدرسہ اسلامیہ عربیہ اکبر پور		
نالندہ ضلع کے تحت آنے والے مدارس			
1	مدرسہ عزیزیہ	2	مدرسہ محمدیہ
3	مدرسہ نور الہدیٰ	4	مدرسہ اسلامیہ گیلانی
5	مدرسہ رحمانیہ		
روہتاس ضلع کے تحت آنے والے مدارس			
1	خانقاہ کبیریہ	2	مدرسہ دار الخیریہ نظامیہ

3	مدرسہ رحمت العلوم	4	مدرسہ حبیبیہ
5	مدرسہ رشیدیہ		

بھوجپور ضلع کے تحت آنے والے مدارس

1	مدرسہ وحیدیہ	2	مدرسہ الامیہ حنیفیہ
3	مدرسہ ابوالکلام آزاد اسلامیہ	4	مدرسہ فخرالدین علی احمد
5	مدرسہ مقبولیہ نوریہ		

بکسر ضلع کے تحت آنے والے مدارس

1	مدرسہ شمس العلوم	2	مدرسہ الامیہ سراج العلوم
3	مدرسہ البنات تحمل حسن	4	مدرسہ شمس العلوم تیرانجہ
5	مدرسہ انبیاء فتح العلوم		

کیمور ضلع کے تحت آنے والے مدارس

1	مدرسہ معین العلوم	2	مدرسہ رحمت العلوم
3	مدرسہ مجیبیہ	4	مدرسہ عابدیہ
5	مدرسہ اشرفیہ		

ریاست بہار

پٹنہ کمشنری کے تحت آنے والے چھ اضلاع

1. پٹنہ
2. نالندہ
3. روہتاس
4. بھوجپور
5. بکسر
6. کیمور

(۲) نمونہ:

موجودہ مطالعہ میں محقق نے پٹنہ کمشنری کے چھ اضلاع کے 30 مدارس سے 16200 طلباء کا سادہ اتفاقی نمونہ بندی کے ذریعہ انتخاب کیا۔جس کی درجہ بندی ضلع وار اور سطح وار بالترتیب جدول 3.1 اور جدول 3.2 میں دی گئی ہے۔

جدول 3.1: پٹنہ کمشنری کے مدارس میں 2012 سے 2015 تک طلبا کا سطح وار اندراج

نمبر شمار	مدرسہ کی سطح	لڑکے	لڑکیاں	کل طلبا کی تعداد
1	وسطانیہ	4360	4879	9239
2	فوقانیہ	1488	1589	3077
3	مولوی	809	991	1800
4	عالمیت	601	710	1311
5	فضیلت	367	406	773
	جملہ طلبا	7625	8575	16200

جدول 3.2: پٹنہ کمشنری کے مدارس میں 2012 سے 2015 تک طلبا کا ضلع وار اندراج

District name * Total Admission in All Madrasa * Gender of the respondents Cross tabulation

		Total Admission in All Madrasas					
District name		Wastania	Fauquania	Molvi	Alimiyat	Fazilat	Total
Male	Patna	691	330	256	168	101	1546
	Nalanda	690	237	200	180	104	1411
	Rohtas	783	271	153	89	67	1363
	Bhojpur	796	396	200	164	95	1651
	Baxar	715	254	0	0	0	969
	kaimoor	685	0	0	0	0	685
	Total	4360	1488	809	601	367	7625

Female	Patna	854	364	324	211	106	1859
	Nalanda	784	249	216	189	141	1579
	Rohtas	852	269	214	119	69	1523
	Bhojpur	840	429	237	191	90	1787
	Baxar	788	278	0	0	0	1066
	kaimoor	761	0	0	0	0	761
	Total	4879	1589	991	710	406	8575
Total	Patna	1545	694	580	379	207	3405
	Nalanda	1474	486	416	369	245	2990
	Rohtas	1635	540	367	208	136	2886
	Bhojpur	1636	825	437	355	185	3438
	Baxar	1504	532	0	0	0	2036
	kaimoor	1445	0	0	0	0	1445
	Total	9239	3077	1800	1311	773	16200

(۴) آلات کی تفصیل:

مطالعہ کے معطیات کے حصول کے لئے محقق نے اپنے تیار کردہ سوالنامے کا استعمال کیا۔اس کے علاوہ مدارس کے پرنسپل اوراساتذہ سے انٹرویو بھی کیا گیا،اورمدارس میں موجودہ اعدادوشمار کو بھی حاصل کیا۔

طلبا کی کامیابی کومعلوم کرنے کے لئے اس کے سالانہ امتحان کے نتائج کو حاصل کیا گیا۔

(۵) معطیات کے حصول کا طریقہ:

موجودہ مطالعہ میں معطیات کے حصول کے لئے سروے طریقہ کا استعمال کیا گیا۔محقق نے ذاتی طور پر ہر ایک منتخبہ مدرسہ کا دورہ کیا اور پرنسپل کی اجازت کے بعد مدرسہ کے اندراج اور ترک مدرسہ کے اعداد کو حاصل کیا گیا۔طلبا کی کامیابی کو معلوم کرنے لئے سالانہ رزلٹ حاصل کیا گیا۔اس کے علاوہ سوالنامہ کے ذریعہ طلبا اوراساتذہ سے مزید معلومات حاصل کی گئی۔

(۶) اعداد وشمار اور جدول سازی:

موجودہ تحقیقی مطالعہ میں حاصل شدہ تمام معطیات کی جدول سازی کی گئی اور اسے مقاصد کے مطابق الگ الگ اعداد وشمار کو مختلف جدول میں درج کیا گیا۔

(۷) شماریاتی تکنیکیں:

موجودہ مطالعہ میں حاصل شدہ معطیات کو مختلف شماریاتی تکنیکوں کے ذریعہ تجزیہ کیا گیا جس میں فیصد، حسابی اوسط، معیاری انحراف اور کائی اسکوئیر (Chi-squire) کا استعمال کیا گیا۔

3.4 آلات کی تیاری: Development of the Tool

1. Interview schedule for Secretary / Principal
2. Institutional data sheet
3. Format of interview

اس تحقیقی مقالے کے لئے استعمال کئے جانے والے ذرائع/ وسائل کا ایک کچا خاکہ پہلے تیار کیا گیا۔ اس مسودے کو مضامین کے ماہرین کے پاس ان کی تجاویز اور آراء حاصل کرنے کے لئے روانہ کیا گیا۔ ماہرین سے حاصل شدہ تجاویز کی روشنی میں اس مسودہ میں تبدیلیاں کی گئیں اور اس ترمیم شدہ مسودہ کو آزمائشی مطالعہ (Pilot Study) کے لئے چند مدارس کو بھیجا گیا۔ اس بات کا اطمینان کر لینے کے بعد کہ مسودہ دوسرے مدارس کے لئے بھی قابل عمل ہے۔ قطعیت دی گئی۔ احتیاط برتی گئی کہ اس میں مدارس کے نصابات کو بھی شامل کیا جائے تا کہ ان ہی مضامین کی حصولیابی کو شامل کیا جا سکے۔

ادارہ جاتی تختے اور انٹرویو کے نظام العمل کا آزمائشی مطالعہ سے پہلے اردو میں ترجمہ کیا گیا اور طلبہ اور پرنسپل کی سہولت کے لئے انگریزی میں بھی تفصیلات دی گئیں تا کہ صحیح معلومات حاصل ہوسکیں۔

3.5 معطیات جمع کرنے کے لئے اختیار کردہ طریقہ

Procedure for data collection

1. Interview schedule for Secretary / Principal
2. Institutional data sheet
3. Format of interview

تحقیقی مطالعہ کے وسائل(Tools of research) کوقطیعت دینے کے بعد مدرسہ کے معتمد/ پرنسپل سے تفصیلات اکٹھا کرنے کے لئے اجازت حاصل کی گئی۔ محقق نے بذات خودان مدارس کا دورہ کیا۔ اس دورہ میں محقق نے بعض دیگر اصحاب کا تعاون بھی حاصل کیا ادارہ جاتی تفصیلات کا گوشوارہ مدرسہ کے معتمد/ پرنسپل کو دیا گیا اور ان سے درخواست کی گئی کہ وہ مطلوبہ تفصیلات فراہم کریں انٹرویو/ ملاقات (interview) کے نظام العمل (Schedule) پر محقق نے خودعمل آواری کر کے معطیات حاصل کیں۔ انہیں اس بات کا تیقن دیا گیا کہ حاصل کی گئی معطیات بالکلیہ طور پر پوشیدہ رکھی جائیں گی اوران کا استعمال بلا کسی حوالے کے تحقیقی کاموں میں کیا جائے گا۔ معطیات کے حصول کے عمل میں معتمدین مدرسہ/ پرنسپل کا تعاون حاصل کیا گیا۔ معطیات کے حصول کے لئے محقق کو پرنسپل/ معتمدین مدرسہ سے طویل گفتگو کرنا بھی شامل تھا اور انہیں معطیات فراہم کرنے کے لئے آمادہ اور قائل کرنا پڑا۔ کئی پرنسپل تحریری طور پر معطیات فراہم کرنے میں پس وپیش کررہے تھے۔ محقق نے ان کے سوالات کے تسلی بخش جوابات دے کراوراُن کے اشکالات کودورکر کے اپنے کام کو جاری رکھا اور خودان سے مختلف سوالات پوچھ کر معطیات جمع کیں۔

باب۔ چہارم

مواد کا تجزیہ اور تشریح

Chapter-4

ANALYSIS AND INTERPRETATION OF THE DATA

CHAPTER - 4

ANALYSIS AND INTERPRETATION OF THE DATA

باب۔چہارم : مواد کا تجزیہ اور تشریح

جدول4.1.A: اضلاع کے حساب سے تمام مدرسوں کا کل داخلہ

اضلاع	تعداد	فیصد
پٹنہ	3405	21.0
نالندہ	2990	18.5
روہتاس	2886	17.8
بھوجپور	3438	21.2
بکسر	2035	12.6
کیمور	1446	8.9
کل	**16200**	**100**

پیش نظر جدول نمبر 4.1.A سے معلوم ہوتا ہے کہ پٹنہ کمشنری کے تحت مختلف اضلاع میں 2012 سے 2015 تک کا کل اندراج 16200 ہے۔ جدول سے یہ واضح ہوتا ہے کہ بھوجپور ضلع میں بالمقابل دیگر ضلعوں کے اندراج سب سے زیادہ یعنی 3438 ہے۔ جو کل اندراج کا 21.2 فیصد ہے۔ جدول کے مطابق اگلا بڑا اندراج پٹنہ ضلع کا ہے۔ جس میں کل 21 فیصد طلبہ مندرج ہیں۔ اس کے علاوہ ضلع نالندہ ہے جس میں اندراج 2990 ہے۔ جس کا 18.5 فیصد ہے۔ جدول سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ پٹنہ کمشنری کے تقریباً 40 فیصد طلبہ بھوجپور اور نالندہ کے ضلعوں میں زیر تعلیم ہیں۔ اس طرح روہتاس میں 17.8 فیصد پٹنہ میں 21.0 فیصد طلبہ زیر تعلیم ہیں۔ یعنی 40 فیصد طلبہ روہتاس اور پٹنہ میں مندرج ہیں۔ بقیہ تقریبا 12.6 اور 8.9 فیصد بکسر اور کیمور اضلاع میں زیر تعلیم ہیں۔

اس طرح اس جدول سے واضح ہوتا ہے کہ مدارس میں اندراج ہونے والے طلبہ میں ایک بڑی تعداد بھوجپور اور پٹنہ ضلع سے آتی ہے۔ کیمور اس اندراج میں سب سے آخر میں ہے۔ اس ضلع کے مدارس صرف وسطانیہ اور فوقانیہ کی تعلیم تک ہی محدود ہیں۔ جسے گراف کے ذریعہ بھی دکھایا گیا ہے۔

گراف 4.1.A: اضلاع کے حساب سے تمام مدرسوں کا کل داخلہ

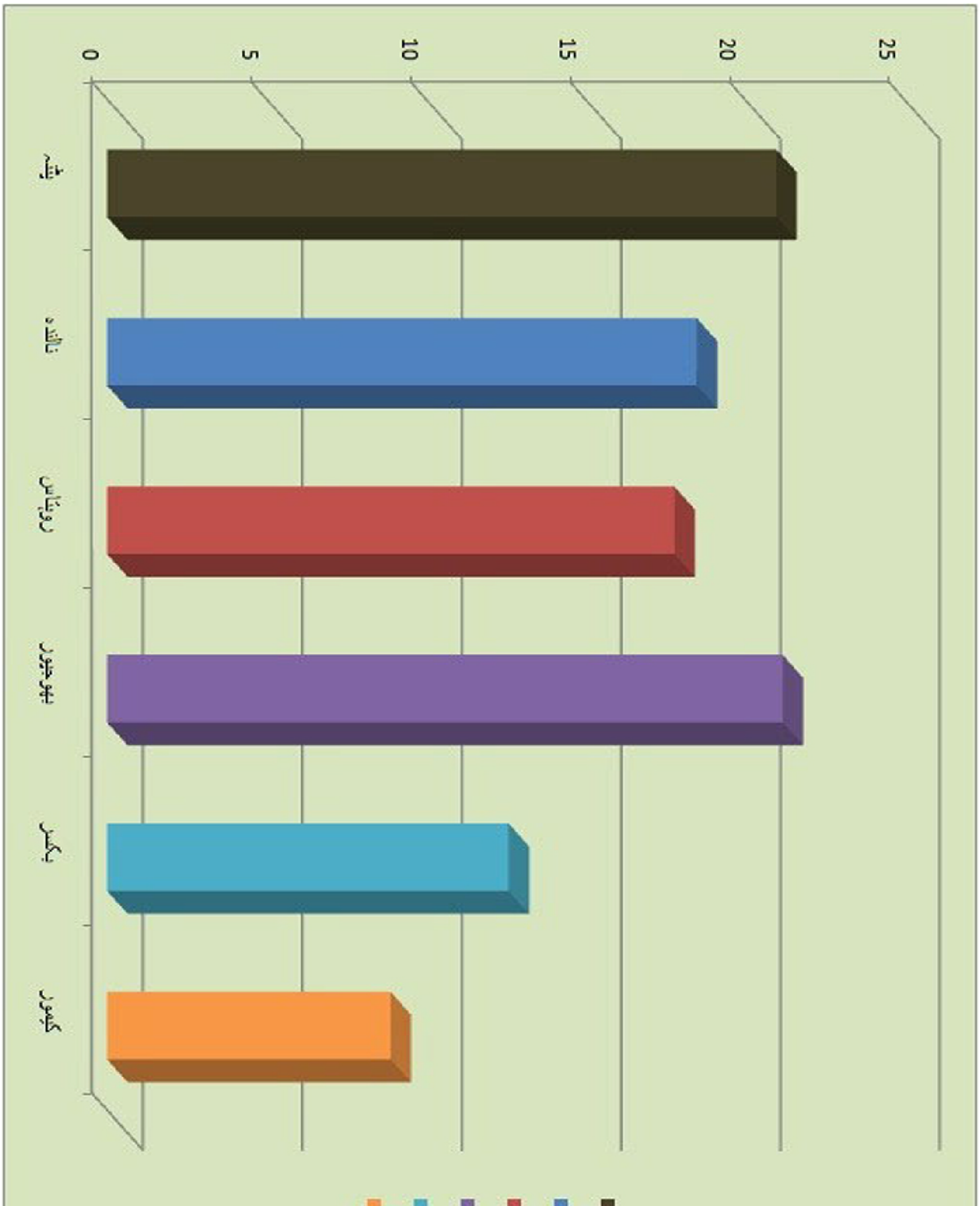

جدول 4.1.B: درجے کے مطابق تمام مدرسوں کا کل داخلہ بلحاظِ جنس

نمبر شمار	درجے کی سطح	لڑکے		لڑکیاں		کل طلبہ کی تعداد و فیصد	
		تعداد	فیصد	تعداد	فیصد	تعداد	فیصد
1	وسطانیہ	4360	47.19	4879	52.80	9239	57.03
2	فوقانیہ	1488	48.35	1589	51.64	3077	18.99
3	مولوی	809	44.94	991	55.05	1800	11.11
4	عالمیت	601	45.84	710	54.15	1311	08.09
5	فضیلت	367	47.47	406	52.52	773	04.77
	کل	7625	47.06	8575	52.93	16200	100

جدول 4.1.B پٹنہ کمشنری میں مدارس کی مختلف سطح کے مطابق لڑکے اور لڑکیوں کی کل تعداد ظاہر کرتی ہے کہ پٹنہ کمشنری کے مدارس میں تعلیم حاصل کرنے والے لڑکوں کی کل تعداد 7625 ہے۔ جو کہ کل تعداد کا 47.06 فیصد ہے۔ اور لڑکیوں کی کل تعداد 8575 ہے۔ جو کہ 52.93 فیصد ہے۔ جدول سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ وسطانیہ سطح پر لڑکوں کی تعداد 4360 یعنی 47.19 فیصد ہے۔ اور لڑکیوں کی کل تعداد 4879 یعنی 52.80 فیصد ہے۔ جبکہ فوقانیہ سطح پر لڑکوں کا اندراج 1488 یعنی 48.35 فیصد اور لڑکیوں کا اندراج 1589 یعنی 51.64 فیصد ہے۔ فوقانیہ سطح پر ان کی تعداد میں کمی آئی ہے۔ حالانکہ لڑکے اور لڑکیوں کا فیصد تمام سطحوں پر تقریبا یکساں ہیں۔ مولوی سطح پر لڑکوں اور لڑکیوں کی تعداد بالترتیب 809 اور 991 ہے۔ اس طرح عالمیت کی سطح پر لڑکے اور لڑکیوں کی تعداد بالترتیب 601 اور 710 ہے اور فضیلت کی سطح پر یہ تعداد بالترتیب 367 اور 406 ہو جاتی ہے۔

جدول سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ جیسے جیسے مدارس کے طلبہ اعلی سطح پر پہنچتے ہیں ان کی تعداد بتدریج کم ہوتی جاتی ہے لیکن چونکانے والی بات یہ ہے کہ تمام سطحوں پر لڑکیوں کی تعداد لڑکوں کی بہ نسبت زیادہ ہے۔ جسے گراف کے ذریعہ بھی دکھایا گیا ہے۔

گراف 4.1.B: درجے کے مطابق تمام مدرسوں کا کل داخلہ بلحاظِ جنس

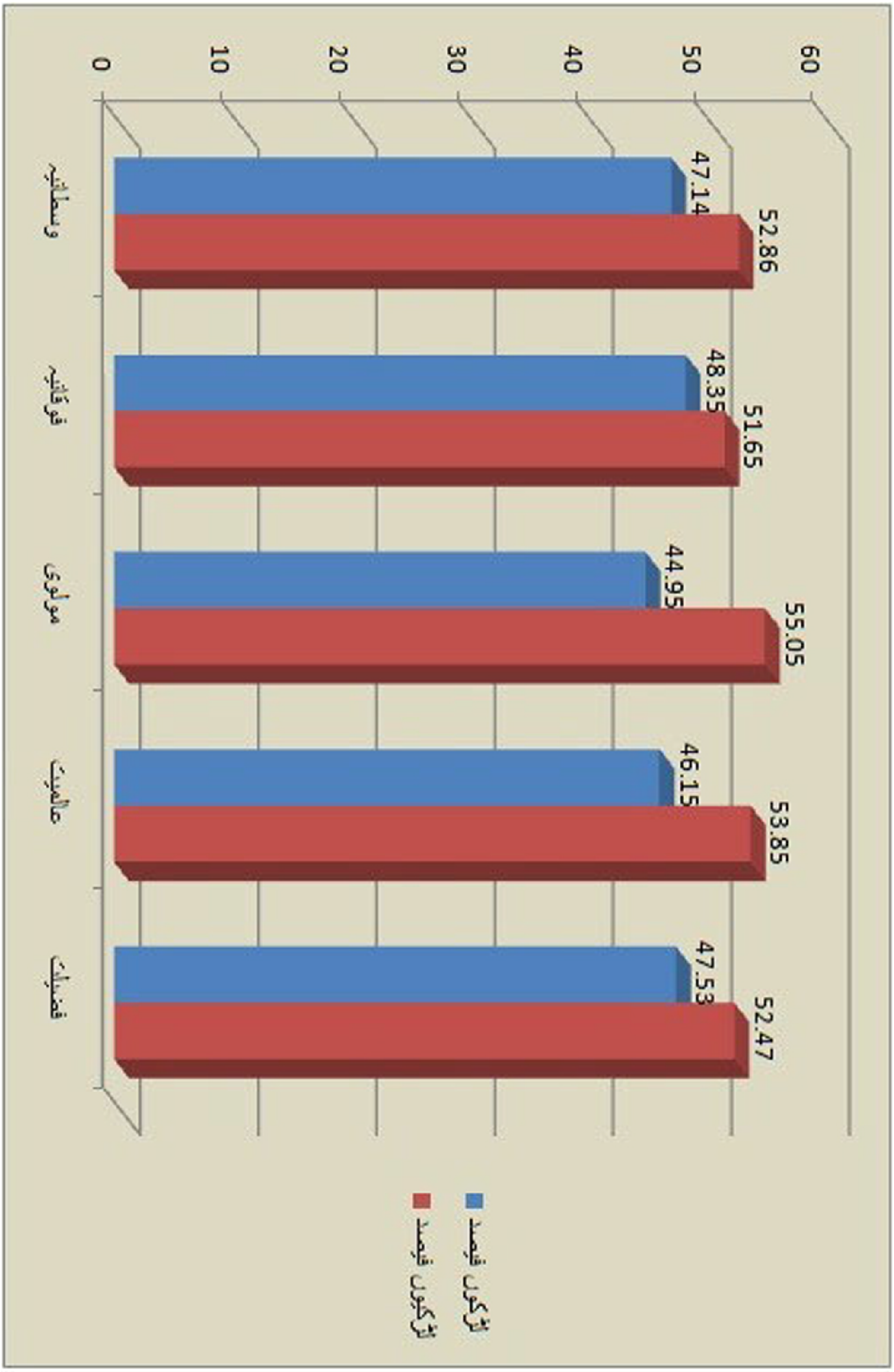

جدول 4.2.A: پٹنہ کمشنری میں کل اندراج بلحاظ جنس

درجے	تعداد	فیصد
لڑکے	7625	47.06
لڑکیاں	8575	52.94
کل	**16200**	**100**

جدول 4.2.A پٹنہ کمشنری میں مدارس کی مختلف سطح کے مطابق لڑکے اور لڑکیوں کی کل تعداد ظاہر کرتی ہے۔ کہ پٹنہ کمشنری کے مدارس میں تعلیم حاصل کرنے والے لڑکوں کی کل تعداد 7625 ہے۔ جو کہ کل تعداد کا 47.06 فیصد ہے۔ اور لڑکیوں کی کل تعداد 8575 ہے۔ جو کے 52.94 فیصد ہے۔

جدول سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ جیسے جیسے مدارس کے طلبہ اعلی سطح پر پہنچتے ہیں ان کی تعداد بتدریج کم ہوتی جاتی ہے لیکن چونکانے والی بات یہ ہے کہ تمام سطحوں پر لڑکیوں کی تعداد لڑکوں کی بہ نسبت زیادہ ہے۔ جسے گراف کے ذریعہ بھی دکھایا گیا ہے۔

گراف4.2.A: پٹنہ کمشنری میں کل اندراج بلحاظ جنس

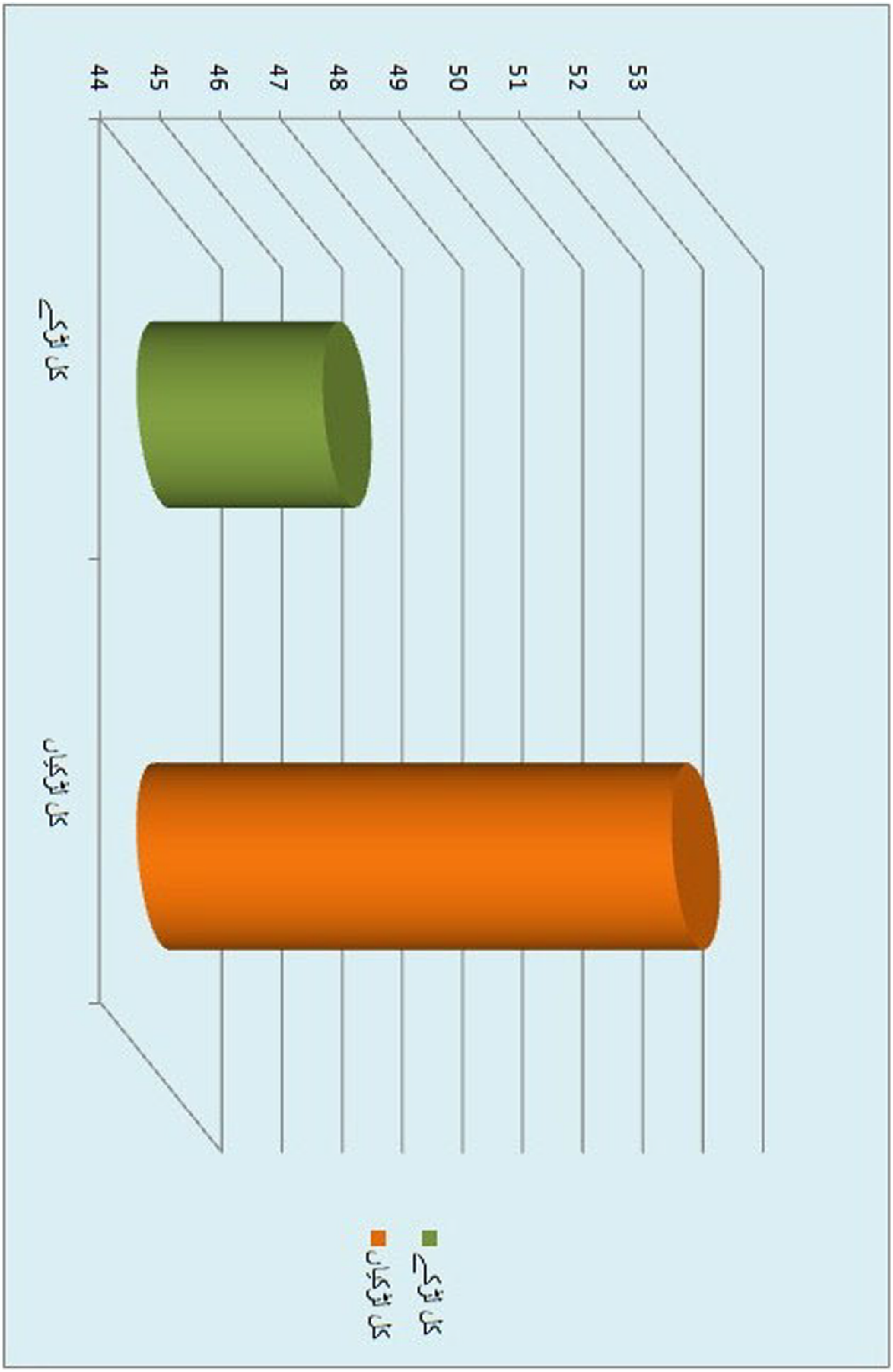

جدول 4.2.B: کامیاب، ناکام اور ترکِ مدرسہ

طلبہ	تعداد	فیصد
کامیاب	11624	71.8
ناکام	1605	9.9
ترکِ مدرسہ	2971	18.3
کل	16200	100

جدول 4.2.B. پٹنہ کمشنری میں مدارس کی مختلف سطح کے مطابق کامیاب، ناکام اور ترکِ مدرسہ کرنے والے طلبہ کی تعداد ظاہر کرتی ہے کہ پٹنہ کمشنری کے مدارس میں کامیاب ہونے والے طلبہ کا فیصد 71.8 ہے جب کہ ناکام ہونے والے طلبہ کا فیصد 9.9 ہے اور ترکِ مدرسہ کرنے والے طلبہ کا فیصد 18.3 ہے۔

جدول سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ کامیاب طلبہ کی بہ نسبت ناکام طلبہ کے فیصد میں کمی آئی ہے۔ جب کہ ترکِ مدرسہ کرنے والے طلبہ کی تعداد ناکام طلبہ سے زیادہ ہے۔ مگر اچھی بات یہ ہے کہ کامیاب طلبہ کے فیصد میں بہتری ہے۔ جسے گراف کے ذریعہ بھی دکھایا گیا ہے۔

گراف 4.2.B: کامیاب، ناکام اور ترکِ مدرسہ

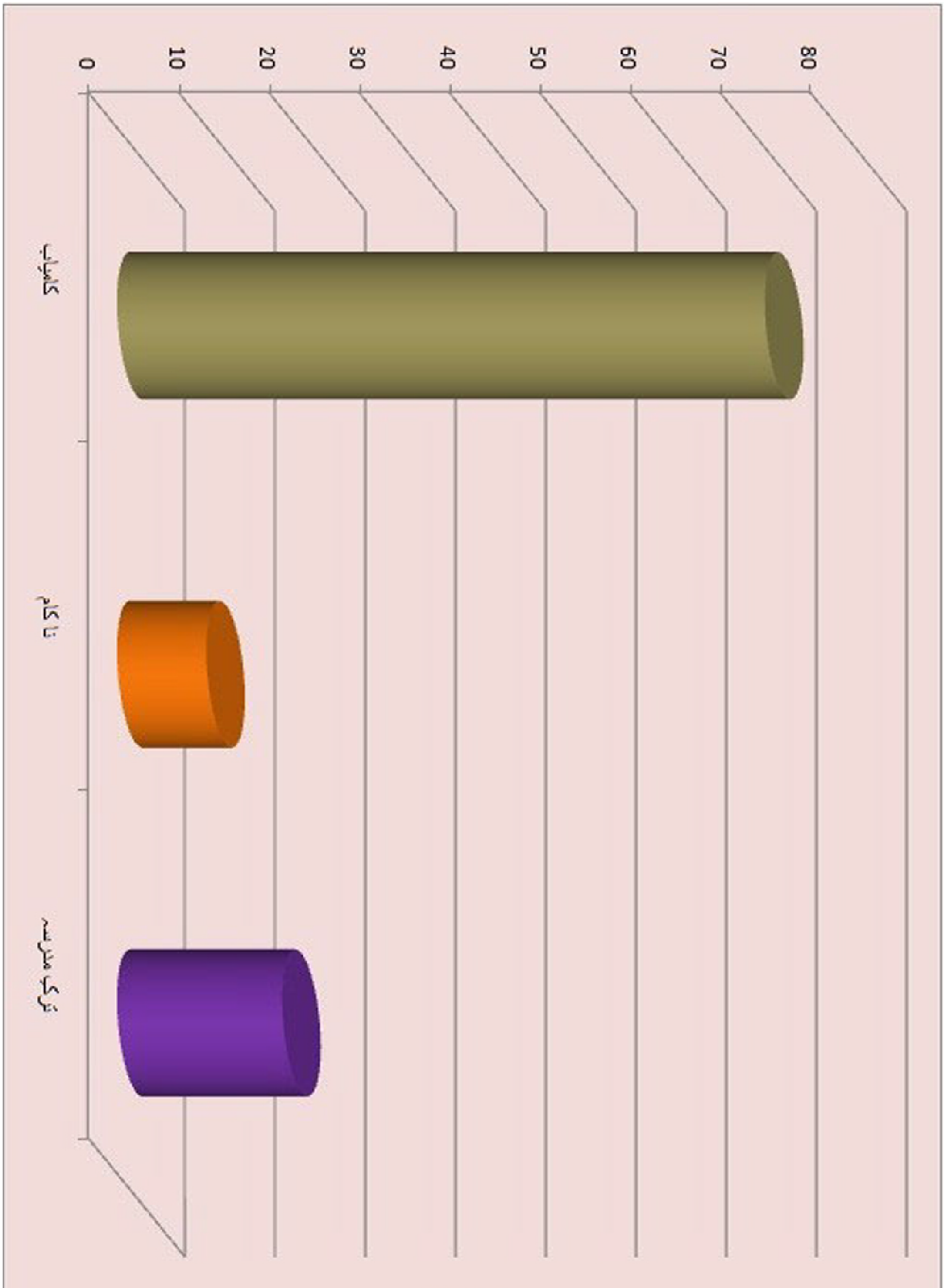

جدول 4.2.C: جواب دہندگان کی عمر

طبقہ وار عمر	تعداد	فیصد
10-15	5851	36.11
15-20	6307	38.93
20-25	2740	16.91
25-30	943	05.82
30 سے زیادہ	359	02.21
کل	16200	100.00

جدول 4.2.C سے یہ واضح ہوتا ہے کہ پٹنہ کمشنری کے مدارس میں 15-10 سال کے عمر والے جواب دہندگان کا فیصد 36.11 ہے اس طرح 20-15 سال کے عمر والے کا فیصد 38.93 ہے۔ اور 25-20 عمر والے کا فیصد 16.91 ہے اور 30-25 سال کی عمر کے طلبہ کا فیصد 5.82 ہے جبکہ 30 سے زیادہ عمر والے جواب دہندگان کا فیصد صرف 2.21 ہے تمام جواب دہندگان میں 20-15 عمر والے طلبہ کا فیصد 38.93 ہے اور سب سے کم جواب دہندگان کا فیصد 2.21 ہے۔

جدول سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ 30-25 اور 30 سے زیادہ عمر کے طلبہ کی تعداد قلیل ہے لیکن 25 سال سے کم اور 10 سال سے زیادہ عمر والے طلبہ کی تعداد زیادہ ہے۔ جسے گراف کے ذریعہ بھی دکھایا گیا ہے۔

گراف 4.2.C: جواب دہندگان کی عمر

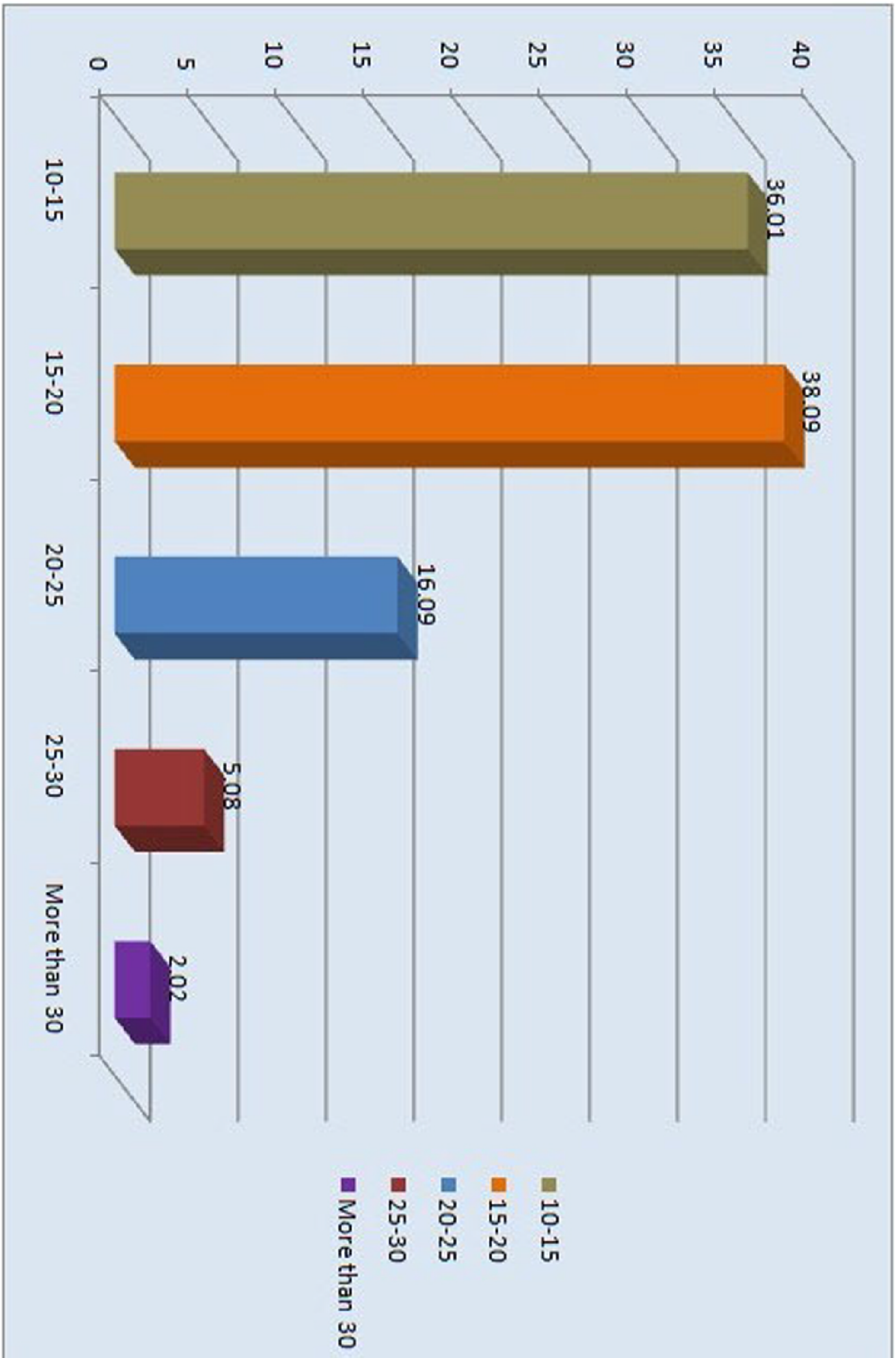

جدول 4.2.D: ترکِ مدرسہ اور اندراج کا تناسب

درجے کی سطح	لڑکے		لڑکیاں		کل طلبہ کی تعداد و فیصد	
	تعداد	فیصد	تعداد	فیصد	تعداد	فیصد
وسطانیہ	996	22.84	1000	20.45	1996	21.58
فوقانیہ	203	13.64	185	11.64	388	12.60
مولوی	123	15.20	119	12.00	242	13.44
عالمیت	86	14.30	66	09.41	152	11.67
فضیلت	41	11.17	28	06.91	69	08.93
کل	1449	77.15	1398	60.41	2847	68.22

جدول 4.2.D پٹنہ کمشنری میں مدارس کی مختلف سطح کے مطابق لڑکے اور لڑکیوں کی کل تعداد ظاہر کرتی ہے کہ پٹنہ کمشنری کے مدارس ترک تعلیم کرنے والے لڑکوں کی کل تعداد 1449 ہے۔ جو کے کل تعداد کا 77.15 فیصد ہے۔ اور لڑکیوں کی کل تعداد 1398 ہے۔ جو کہ 60.41 فیصد ہے۔ جدول سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ وسطانیہ سطح پر لڑکوں کی تعداد 996 یعنی 22.84 فیصد ہے۔ اور لڑکیوں کی کل تعداد 1000 یعنی 20.45 فیصد ہے۔ جب کہ فوقانیہ سطح پر لڑکوں کے ترک مدرسہ کا تعداد 203 یعنی 13.64 فیصد اور لڑکیوں کے ترک مدرسہ کرنے کی تعداد 185 یعنی 11.64 فیصد ہے۔ ترک مدرسہ کرنے والے مولوی سطح پر لڑکوں اور لڑکیوں کی تعداد بالترتیب 123 اور 119 ہے۔ اس طرح عالمیت سطح پر لڑکے اور لڑکیوں کی تعداد بالترتیب 86 اور 66 ہے اور فضیلت کی سطح پر یہ تعداد بالترتیب 41 اور 28 ہے۔

جدول سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ جیسے جیسے مدارس کے طلبہ اعلی سطح پر پہنچتے ہیں انکی تعداد بتدریج کم ہوتی جاتی ہے لیکن چونکانے والی بات یہ ہے کہ تمام سطحوں پر لڑکیوں کی تعداد لڑکوں کی بہ نسبت زیادہ ہے۔ جسے گراف کے ذریعہ بھی دکھایا گیا ہے۔

گراف 4.2.D: ترکِ مدرسہ اور اندراج کا تناسب

جدول 4.3.A: جنس کے اعتبار سے پٹنہ کمشنری کے تمام مدارس کا اندراج

District name * Total Admission in All Madrasa * Gender of the respondents Cross tabulation							
Total Admission in All Madrasas							
	District name	Wastania	Fauquania	Molvi	Alimiyat	Fazilat	Total
Male	Patna	691	330	256	168	101	1546
	Nalanda	690	237	200	180	104	1411
	Rohtas	783	271	153	89	67	1363
	Bhojpur	796	396	200	164	95	1651
	Baxar	715	254	0	0	0	969
	kaimoor	685	0	0	0	0	685
	Total	4360	1488	809	601	367	7625
Female	Patna	854	364	324	211	106	1859
	Nalanda	784	249	216	189	141	1579
	Rohtas	852	269	214	119	69	1523
	Bhojpur	840	429	237	191	90	1787
	Baxar	788	278	0	0	0	1066
	kaimoor	761	0	0	0	0	761
	Total	4879	1589	991	710	406	8575
Total	Patna	1545	694	580	379	207	3405
	Nalanda	1474	486	416	369	245	2990
	Rohtas	1635	540	367	208	136	2886
	Bhojpur	1636	825	437	355	185	3438
	Baxar	1504	532	0	0	0	2036
	kaimoor	1445	0	0	0	0	1445
	Total	9239	3077	1800	1311	773	16200

جدول 4.3.A سے معلوم ہوتا ہے کہ پٹنہ کمشنری کے تحت مختلف اضلاع میں 2012 سے 2015 تک کا اندراج جنس کے اعتبار سے دکھایا گیا ہے۔ جس میں لڑکوں کی کل تعداد پانچوں اضلاع میں 7625 ہے۔ اورلڑکیوں کی کل تعداد 8575 ہے اس طرح پٹنہ ضلع میں 1546 لڑکے ہیں اسی طرح نالندہ میں 1411 لڑکے ہیں۔ جبکہ روہتاس میں 1363 ہے اسی طرح بھوجپور میں 1651 لڑکے ہیں اور بکسر میں 969 لڑکے ہیں اسی طرح کیمور میں لڑکوں کی تعداد 684 ہے۔ اگر درجوں کے اعتبار سے دیکھا جائے تو وسطانیہ میں لڑکوں کی تعداد 4359 ہے اسی طرح فوقانیہ میں لڑکوں کی تعداد 1488 ہے۔ مولوی میں لڑکوں کی تعداد 809 ہے۔ جبکہ عالمیت میں لڑکوں کی تعداد 601 ہے۔ اسی طرح فضیلت میں لڑکوں کی تعداد 367 ہے۔ اسی طرح لڑکیوں کا اندراج اضلاع کے اعتبار سے پٹنہ میں 1859 ہے، نالندہ میں لڑکیوں کی تعداد 1579 ہے اسی طرح روہتاس میں 1523 ہے، جبکہ بھوجپور میں یہ تعداد 1787 ہے اسی طرح بکسر میں لڑکیوں کی تعداد 1066 ہے۔ اور کیمور میں 762 ہے اسی طرح درجوں کے اعتبار سے لڑکیوں کی تعداد وسطانیہ میں 4879 ہے۔ فوقانیہ میں 1589 ہے۔ مولوی میں 991 ہے۔ اسی طرح عالمیت میں 710 لڑکیاں ہیں جبکہ فضیلت میں اس کی تعداد 406 ہے۔

لہذا اس جدول سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ لڑکوں کی بہ نسبت لڑکیوں کا اندراج کثیر تعداد میں ہے۔ اسے گراف کے ذریعہ نیچے دکھایا گیا ہے۔

گراف 4.3.A: جنس کے اعتبار سے پٹنہ کمشنری کے تمام مدارس کا اندراج

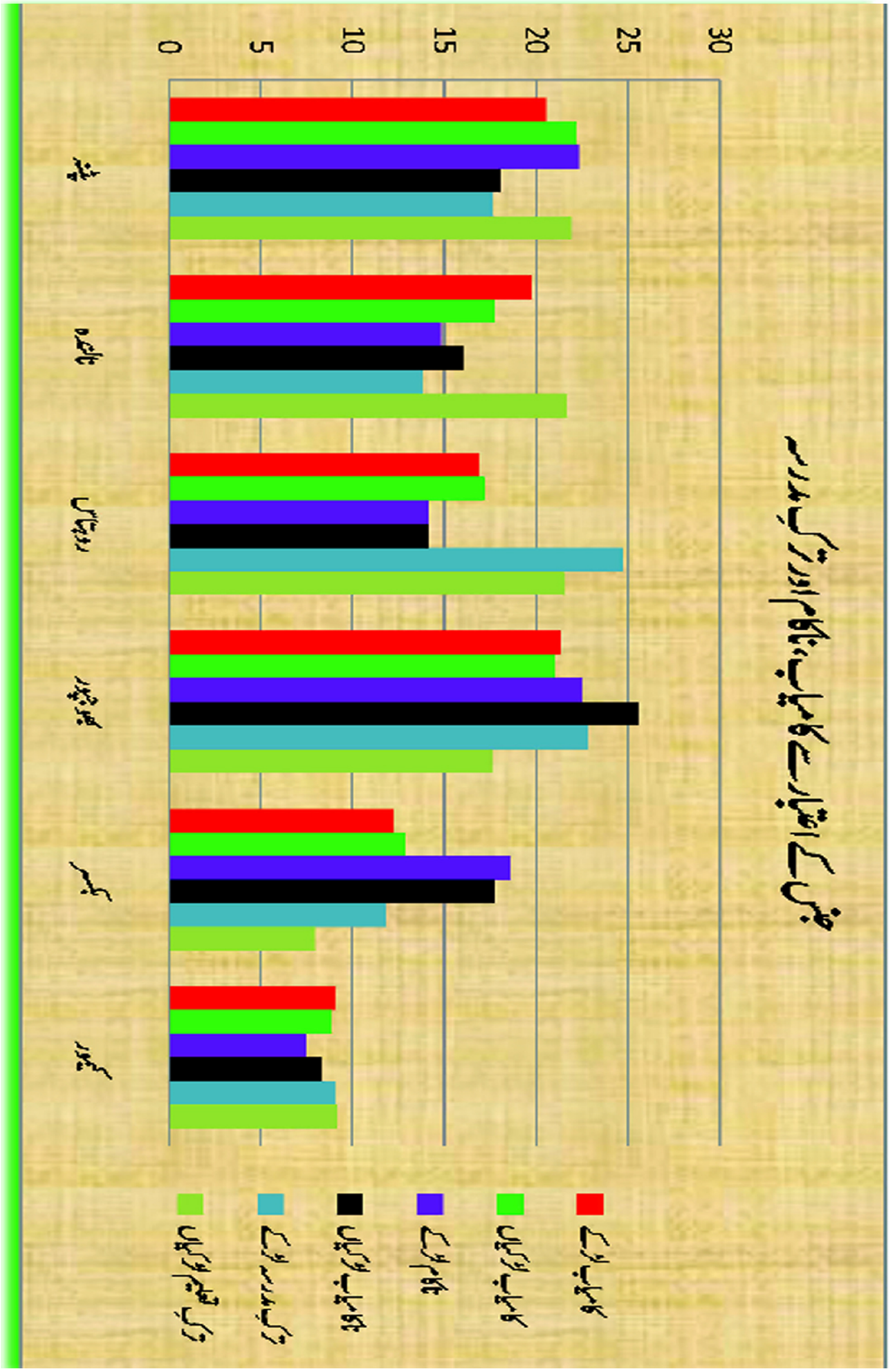

جدول 4.3.B: پٹنہ کمشنری کے کامیاب، ناکام اور ترکِ مدرسہ کرنے والے طلبہ وطالبات کی تعداد تمام درجوں کے اعتبار سے

District name * Total Admission in All Madrasa * Total Dropouts, Pass and Fail in all Madrasas Crosstabulation

Total Admission in All Madrasas

	District name	Wastania	Fauquania	Molvi	Alimiyat	Fazilat	Total
Pass	Patna	997	552	459	305	174	2487
	Nalanda	945	370	342	329	197	2183
	Rohtas	1057	400	261	156	109	1983
	Bhojpur	1005	675	319	300	162	2461
	Baxar	1082	383	0	0	0	1465
	kaimoor	1045	0	0	0	0	1045
	Total	6131	2380	1381	1090	642	11624
Fail	Patna	180	47	51	24	13	315
	Nalanda	116	55	30	9	41	251
	Rohtas	132	60	19	11	5	227
	Bhojpur	244	60	59	26	4	393
	Baxar	209	81	0	0	0	290
	kaimoor	129	0	0	0	0	129
	Total	1010	303	159	70	63	1605
Dropout	Patna	368	95	70	50	20	603
	Nalanda	413	61	44	31	7	556
	Rohtas	446	80	87	41	22	676
	Bhojpur	387	90	59	29	19	584
	Baxar	213	68	0	0	0	281
	kaimoor	271	0	0	0	0	271

	Total	2098	394	260	151	68	2971
Total	Patna	1545	694	580	379	207	3405
	Nalanda	1474	486	416	369	245	2990
	Rohtas	1635	540	367	208	136	2886
	Bhojpur	1636	825	437	355	185	3438
	Baxar	1504	532	0	0	0	2036
	kaimoor	1445	0	0	0	0	1445
	Total	9239	3077	1800	1311	773	16200

جدول4.3.B میں پٹنہ کمشنری کے تحت مختلف اضلاع میں 2012 سے 2015 تک کامیاب، ناکام اور ترکِ مدرسہ کرنے والوں کو دکھایا گیا ہے جس میں کامیاب لڑکوں کی تعداد11624 ہے اور ناکام کی تعداد1605 ہے اسی طرح ترکِ مدرسہ کرنے والے طلبہ کی تعداد 2971 ہے اسی طرح درجے کی بنیاد پر پانچوں اضلاع میں کامیاب، ناکام اور ترکِ مدرسہ کو بھی دکھایا گیا ہے۔ پٹنہ میں وسطانیہ میں کامیاب ہونے والے طلبہ کی تعداد 997 ہے۔نالندہ میں 945 ہے،روہتاس میں 1057 ہے، اسی طرح بھوجپور میں 1005 طلبہ وسطانیہ میں کامیاب ہوئے ہیں اسی طرح بکسر ضلع میں 1082 طلبہ کامیاب ہوئے ہیں اسی طرح کیمور میں 1045 طلبہ نے وسطانیہ میں کامیابی حاصل کی ہے۔اسی طرح فوقانیہ میں کامیاب ہونے والے طلبہ کی تعداد پٹنہ میں 552 ہے، نالندہ میں 370 ہے، روہتاس میں 400 ہے،اسی طرح بھوجپور میں 675 طلبہ نے فوقانیہ میں کامیابی حاصل کی ہے، اسی طرح بکسر ضلع میں 382 طلبہ نے کامیابی حاصل کی ہے۔اسی طرح مولوی درجے سے پٹنہ ضلع میں لڑکوں کی تعداد 459 ہے۔ نالندہ میں 342 ہے، روہتاس میں 261 ہے بھوجپور میں 319 ہے،لیکن اس کی بہ نسبت بکسر اور کیمور میں کوئی بھی طلبہ نہیں ہے۔ٹھیک اسی طرح عالمیت درجے سے پٹنہ میں 305 لڑکے کامیاب ہوئے، نالندہ میں 329، روہتاس میں 156 اور بھوجپور میں 300 لڑکوں نے عالمیت میں کامیابی حاصل کی ہے لیکن بکسر اور کیمور میں کسی نے بھی امتحان میں حصہ نہیں لیا۔اسی طرح فضیلت سے پٹنہ ضلع میں کامیاب ہونے والے طلبہ کی تعداد 174 ہے، نالندہ میں 197، روہتاس میں 109، بھوجپور میں 162 طلبہ نے فضیلت میں کامیابی حاصل کی ہے۔لیکن بکسر اور کیمور سے کسی طالب علم نے فضیلت کا امتحان نہیں دیا۔اسی طرح وسطانیہ درجے سے ناکام ہونے والے پٹنہ ضلع میں 180 طلبہ ہیں، نالندہ میں 116 ہیں، روہتاس میں 132 ہیں، بھوجپور میں 244 طلبہ ناکامیاب

ہوئے ہیں، اسی طرح بکسر میں 209 اور کیمور میں 129 طلبہ ناکام ہوئے ہیں۔ اسی طرح فوقانیہ درجے میں پٹنہ میں 47 طلبہ ناکام ہوئے، نالندہ ضلع میں 55 طلبہ ناکامیاب ہوئے، روہتاس اور بھوجپور میں 60 طلبہ ناکام ہوئے، بکسر ضلع میں فوقانیہ درجے سے 81 طلبہ ناکام ہوئے، لیکن کیمور میں کوئی بھی طلبہ فوقانیہ میں نہیں بیٹھے۔ ٹھیک اسی طرح مولوی میں پٹنہ ضلع سے 51 طلبہ، نالندہ ضلع سے 30 طلبہ روہتاس ضلع سے 19 طلبہ، بھوجپور ضلع سے 59 طلبہ ناکام ہوئے۔ لیکن بکسر اور کیمور ضلع میں کوئی طلبہ امتحان میں شریک نہیں ہوئے۔ ٹھیک اسی طرح عالمیت میں ناکام ہونے والے پٹنہ ضلع سے 24 طلبہ، نالندہ سے 09 طلبہ اور روہتاس سے 11 طلبہ ہیں، بھوجپور سے 26 طلبہ عالمیت میں ناکام ہوئے، لیکن بکسر اور کیمور میں مولوی کیا متحان میں طلبہ نہیں تھے۔ اسی طرح فضیلت درجے میں ناکام ہونے والے پٹنہ ضلع سے 13 طلبہ نالندہ سے 41 طلبہ، روہتاس سے 05 طلبہ، بھوجپور سے 04 طلبہ ہیں۔ لیکن بکسر اور کیمور سے کوئی طلبہ فضیلت کے امتحان میں نہیں شامل ہوئے۔ اسی طرح ترکِ مدرسہ کرنے والے وسطانیہ سے پٹنہ ضلع میں 368 طلبہ، نالندہ میں 413 طلبہ، روہتاس میں 446 طلبہ، بھوجپور میں 387 طلبہ، بکسر میں 213 طلبہ، کیمور میں 271 طلبہ نے وسطانیہ سے ترکِ مدرسہ کیا۔ اسی طرح فوقانیہ میں ترکِ مدرسہ کرنے والے پٹنہ ضلع سے 95 طلبہ، نالندہ سے 61 طلبہ، روہتاس سے 80 طلبہ، بھوجپور 90 طلبہ، بکسر سے 68 طلبہ فوقانیہ میں ترکِ مدرسہ کئے ہیں۔ لیکن کیمور میں کوئی بھی طلبہ فوقانیہ درجے میں نہیں تھے۔ اس لئے یہاں کا ترکِ مدرسہ بھی صفر ہے۔ تھیک اسی طرح مولوی درجے میں ترکِ مدرسہ کرنے والے پٹنہ ضلع سے 70 طلبہ، نالندہ سے 44 طلبہ، روہتاس سے 87 طلبہ، بھوجپور سے 59 طلبہ ہیں لیکن بکسر اور کیمور ضلع میں مولوی درجے کی تعلیم نہیں دی جا رہی ہے۔ ٹھیک اسی طرح عالمیت درجے میں ترکِ مدرسہ کرنے والے پٹنہ ضلع سے 50 طلبہ، نالندہ سے 31 طلبہ، روہتاس سے 41 طلبہ اور بھوجپور سے 29 طلبہ ہیں۔ لیکن بکسر اور کیمور ضلعے میں عالمیت کی تعلیم کی سہولیت نہیں ہے۔ ٹھیک اسی طرح فضیلت درجے سے ترکِ مدرسہ کرنے والے پٹنہ ضلع سے 20 طلبہ، نالندہ سے 07 طلبہ، روہتاس سے 22 طلبہ، بھوجپور سے 19 طلبہ، لیکن بکسر اور کیمور میں فضیلت کی تعلیم نہیں ہے۔

لہذا اس جدول سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ کامیاب ہونے والوں کی تعداد زیادہ ہے مگر ترکِ مدرسہ کرنے والے طلبہ کی تعداد ناکام طلبہ سے زیادہ ہے جسے گراف کے ذریعے بھی دکھایا گیا ہے۔

گراف4.3.B: پٹنہ کمشنری کے کامیاب، ناکام اور ترکِ مدرسہ تمام درجوں کے اعتبار سے

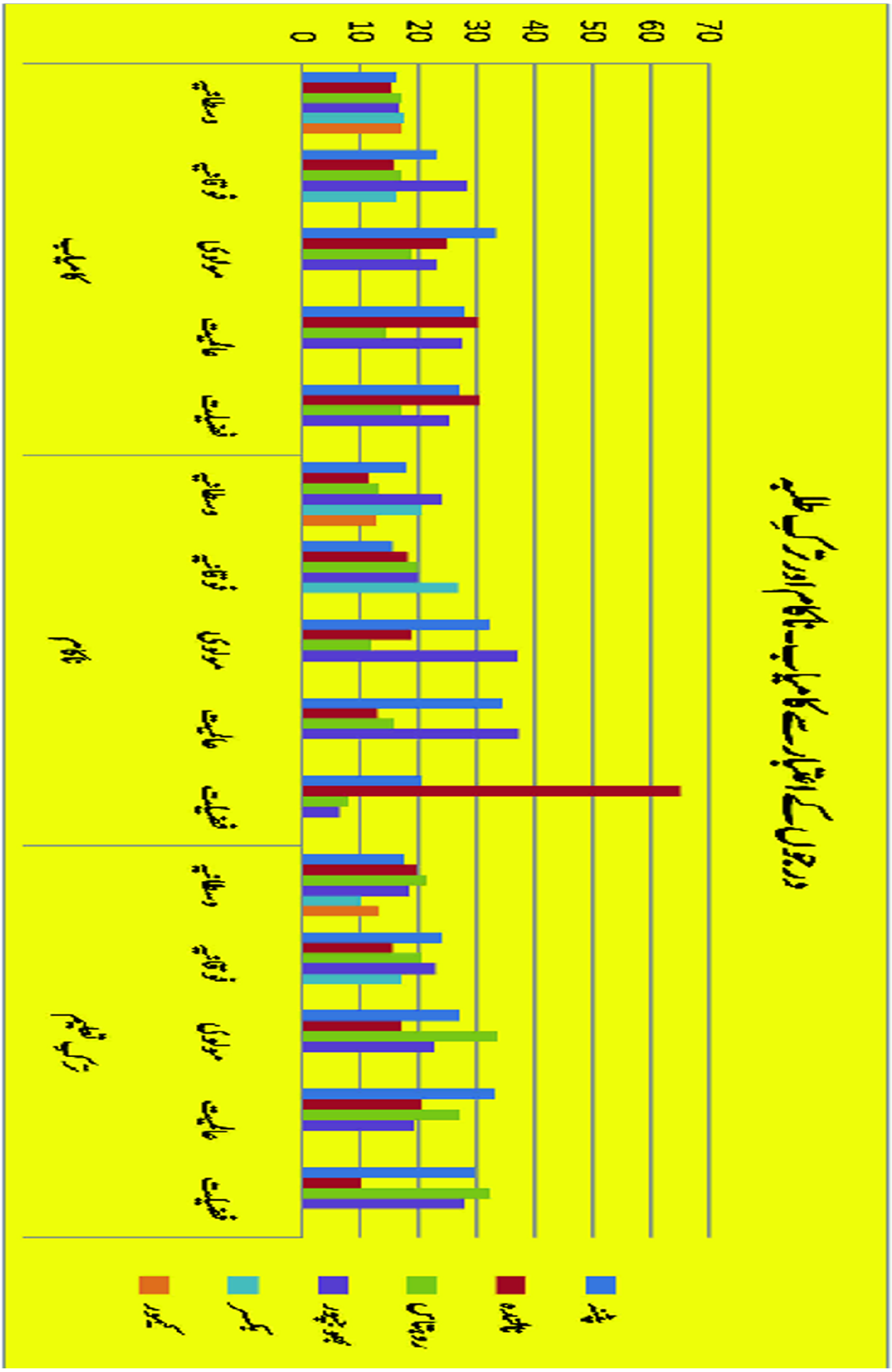

جدول 4.3.C: جنس کے اعتبار سے پٹنہ کمشنری کے کامیاب، ناکام اور ترکِ مدرسہ

District name * Gender of the respondents * Total Dropouts, Pass and Fail in all Madrasas Crosstabulation				
Total Admission in All Madrasas				
	Districtname	Male	Female	Total
Pass	Patna	1215	1272	2487
	Nalanda	1167	1016	2183
	Rohtas	1000	983	1983
	Bhojpur	1260	1201	2461
	Baxar	726	738	1464
	Kaimoor	538	508	1046
	Total	5906	5718	11624
Fail	Patna	131	184	315
	Nalanda	87	164	251
	Rohtas	83	144	227
	Bhojpur	132	261	393
	Baxar	109	181	290
	Kaimoor	44	85	129
	Total	586	1019	1605
Dropout	Patna	200	403	603
	Nalanda	157	399	556

	Rohtas	280	396	676
	Bhojpur	259	325	584
	Baxar	134	147	281
	Kaimoor	102	169	271
	Total	1132	1839	2971
Total	Patna	1546	1859	3405
	Nalanda	1411	1579	2990
	Rohtas	1363	1523	2886
	Bhojpur	1651	1787	3438
	Baxar	969	1066	2035
	Kaimoor	685	761	1446
	Total	7625	8575	16200

جدول 4.3.C میں پٹنہ کمشنری کے تحت مختلف اضلاع میں 2012 سے 2015 تک کامیاب، ناکام اور ترکِ مدرسہ کرنے والے جنس کے اعتبار سے لڑکے اور لڑکیوں کے تعداد کو دکھایا گیا ہے جس میں کامیاب لڑکوں کی تعداد 5906 ہے، اور کامیاب لڑکیوں کی تعداد 5718 ہے، اس طرح کل کامیاب، ناکام لڑکے اور لڑکیوں کی تعداد 11624 ہے۔ اسی طرح ناکام ہونے والے لڑکوں کی تعداد 586 ہے اور لڑکیوں کی تعداد 1019 ہے، اس طرح ناکام لڑکے اور لڑکیوں کی کل تعداد 1605 ہے۔ اسی طرح ترکِ مدرسہ کرنے والے لڑکوں کی تعداد 1132 ہے، اور لڑکیوں کی تعداد 1839 ہے، اس طرح ترکِ مدرسہ کرنے والے کل لڑکے اور لڑکیوں کی تعداد 2971 ہے۔ واضح ہے کہ پانچوں اضلاع میں کامیاب لڑکے اور لڑکیوں میں پٹنہ ضلع میں 1215 لڑکے کامیاب ہیں اور 1272 لڑکیاں کامیاب ہیں، اسی طرح نالندہ میں 1167 لڑکے کامیاب ہیں اور 1016 لڑکیاں کامیاب ہیں، اسی طرح روہتاس میں 1000 لڑکے کامیاب ہیں اور

983 لڑکیاں کامیاب ہیں اسی طرح بھوجپور میں 1260 لڑکے کامیاب ہیں اور 1201 لڑکیاں کامیاب ہیں، جبکہ بکسر ضلع میں کامیاب لڑکوں کی تعداد 726 ہے اورلڑکیوں کی تعداد 738 ہے، اسی طرح کیمور میں کامیاب لڑکوں کی تعداد 538 ہے اور کامیاب لڑکیوں کی تعداد 508 ہے۔ واضح رہے کہ نا کام ہونے والے لڑکے پٹنہ ضلع میں 131 ہے جبکہ لڑکیوں کی تعداد 184 ہے، اسی طرح نالندہ میں نا کام ہونے والے لڑکوں کی تعداد 87 ہے اور نا کام لڑکیوں کی تعداد 164 ہے، جبکہ روہتاس میں کامیاب ہونے والے لڑکوں کی تعداد 83 ہے اورلڑکیوں کی تعداد 144 ہے، واضح ہے کی بھوجپور میں نا کام لڑکوں کی تعداد 131 ہے جبکہ لڑکیوں کی تعداد 261 ہے، اس طرح بکسر میں نا کام لڑکوں کی تعداد 109 ہے اورلڑکیوں کی تعداد 181 ہے، جبکہ کیمور میں نا کام لڑکوں کی تعداد 44 ہے اورلڑکیوں کی تعداد 85 ہے۔ اسی طرح ترکِ مدرسہ کرنے والے لڑکوں کی تعداد 200 ہے جبکہ لڑکیوں کی تعداد 403 ہے۔ اسی طرح نالندہ میں ترکِ مدرسہ کرنے والے لڑکوں کی تعداد 157 ہے اورلڑکیوں کی 399 ہے۔ اسی طرح روہتاس میں ترکِ مدرسہ کرنے والے لڑکوں کی تعداد 280 ہے جبکہ لڑکیوں کی تعداد 396 ہے۔ واضح رہے کہ بھوجپور میں ترکِ مدرسہ کرنے والے لڑکوں کی تعداد 259 ہے اورلڑکیوں کی تعداد 325 ہے، اسی طرح بکسر میں ترکِ مدرسہ کرنے والے لڑکوں کی تعداد 134 ہے اورلڑکیوں کی تعداد 147 ہے واضح رہے کہ کیمور میں ترکِ مدرسہ کرنے والے لڑکوں کی تعداد 102 ہے جبکہ لڑکیوں کی تعداد 169 ہے۔

لہذا اس جدول سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ کامیاب ہونے والوں میں لڑکیوں کے مقابلے لڑکوں کی تعداد زیادہ ہے۔ اسی طرح نا کام ہونے والے لڑکے لڑکیوں میں لڑکیاں زیادہ نا کام ہیں۔ اسی طرح ترکِ مدرسہ کرنے والوں میں بھی لڑکیوں کی تعداد لڑکوں کے مقابلے میں کثیر ہے۔ جسے گراف کے ذریعے بھی دکھایا گیا ہے۔

گراف4.3.C: جنس کے اعتبار سے پٹنہ کمشنری کے کامیاب، ناکام اور ترکِ مدرسہ

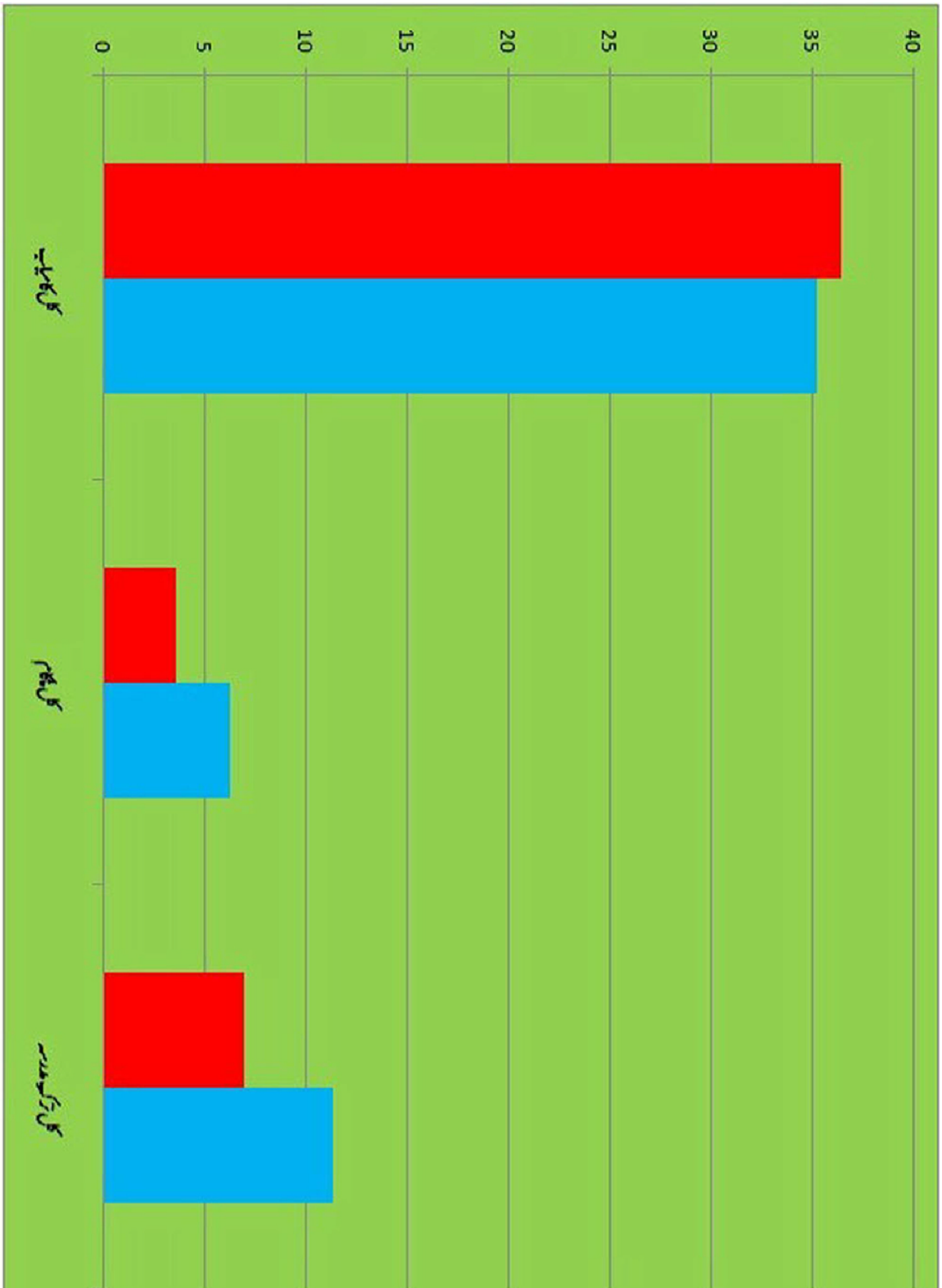

مفروضہ 1: اساتذہ کی لیاقت اور پیشے کے میلان اور مدرسے میں کامیاب، ناکام اور ترکِ مدرسہ کرنے والے طلبہ کی تعداد کے درمیان مثبت تعلق پایا جاتا ہے۔

اوپر کے مفروضہ متغیر اساتذہ کی لیاقت اور پیشہ کی بہ نسبت مدارس میں کامیاب، ناکام اور ترکِ مدرسہ کا استعمال کیا گیا ہے۔

آزادی کے دو واضح متغیر Chi-Square جانچ کے درمیان تعلقات کو جانچنے کے لئے جانچ کی اہمیت کی سطح ہے: A=0.05, i.e. a=5%

SPSS کا نتیجہ نیچے دیا گیا ہے۔

Contingency Table for type of Response and Number of Students

Qualification match to job profile of the teachers							
		Strongly Disagree	Disagree	Un decided	Agree	Strongly Agree	Total
Pass	Count	1904	2066	4374	1741	1539	11624
	Expected Count	1894.3	2069.4	4358.3	1752.2	1549.9	11624.0
Fail	Count	266	293	603	239	204	1605
	Expected Count	261.6	285.7	601.8	241.9	214.0	1605.0
Dropout	Count	470	525	1097	462	417	2971
	Expected Count	484.2	528.9	1113.9	447.9	396.1	2971.0
Total	Count	2640	2884	6074	2442	2160	16200
	Expected Count	2640.0	2884.0	6074.0	2442.0	2160.0	16200.0

Chi Square Test			
	Value	df	Asymp.Sig. (2-sided)
PearsonChi-Square	3.273^a	5	.916

فیصلہ : اوپر کے Chi-square جدول سے (0.000) جانچ کی P-value 0.05 کی سطح سے زیادہ ہے۔

نتیجہ : اسی وجہ سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ اساتذہ کی لیاقت اور پیشہ کے میلان پر مدارس میں کامیاب، ناکام اور ترکِ مدرسہ کرنے والے طلبہ کی تعداد کے درمیان تعلق نہیں پایا جاتا ہے۔ اس لئے مفروضہ 1 رد کیا جاتا ہے۔

مفروضہ 2: مدارس میں اچھی، بنیادی سہولیات اور کامیاب، ناکام اور ترکِ مدرسہ کرنے والے طلبہ کی تعداد میں کوئی تعلق نہیں پایا جاتا۔

آزادی کے دو واضح متغیر Chi-Square جانچ کے درمیان تعلقات کو جانچنے کے لئے جانچ کی اہمیت کی سطح ہے: A=0.05, i.e. a=8%

SPSS کا نتیجہ نیچے دیا گیا ہے۔

Contingency Table for Response type and Number of Students

Qualification match to job profile of the teachers							
		Strongly Disagree	Disagree	Un decided	Agree	Strongly Agree	Total
Pass	Count	1090	5446	2020	2002	1066	11624
	Expected Count	1117.2	5418.8	2004.8	2008.4	1074.9	11624.0
Fail	Count	159	763	260	276	147	1605
	Expected Count	154.3	748.2	276.8	277.3	148.4	1605.0
Dropout	Count	308	1343	514	421	285	2971
	Expected Count	285.5	1385.0	512.4	513.3	274.7	2971.0
Total	Count	1557	7552	2794	2799	1498	16200
	Expected Count	1557.0	7552.0	2794.0	2799.0	1498.0	16200.0

Chi Square Test

	Value	df	Asymp.Sig. (2-sided)
PearsonChi-Square	6.030[a]	8	.644

فیصلہ :اوپر کے Chi-square جدول سے (0.000) جانچ کی P-value 0.05 کی سطح سے زیادہ ہے۔

نتیجہ :اسی وجہ سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ مدرسہ میں اچھی بنیادی سہولیات سے مدارس میں کامیاب، ناکام اور ترکِ مدرسہ کا معنیٰ خیز تعلق نہیں ہے۔اس لئے مفروضہ 2 قبول کیا جاتا ہے۔

مفروضہ 3: اساتذہ کی لیاقت اور پیشہ کے میلان پر مدارس میں طلبہ کے اندراج میں اضافہ نہیں ہو رہا ہے۔
آزادی کے دو واضح متغیر Chi-Square جانچ کے درمیان تعلقات کو جانچنے کے لئے جانچ کی
اہمیت کی سطح ہے: A=0.05, i.e. a=5%
SPSS کا نتیجہ نیچے دیا گیا ہے۔

Contingency Table for Response type and level of Madrasas

Qualification match to job profile of the teachers							
		Strongly Disagree	Disagree	Un decided	Agree	Strongly Agree	Total
Wastania	Count	1539	1642	3453	1384	1221	9239
	Expected Count	1505.6	1644.8	3464.1	1392.7	1231.9	9239.0
Fauquinia	Count	463	557	1149	486	422	3077
	Expected Count	501.4	547.8	1153.7	463.8	410.3	3077.0
Molvi	Count	327	313	682	249	229	1800
	Expected Count	293.3	320.4	674.9	271.3	240.0	1800.0
Almiyat	Count	193	235	501	194	188	1311
	Expected Count	213.6	233.4	491.5	197.6	174.8	1311.0
Fazilat	Count	118	137	289	129	100	773
	Expected Count	126.0	137.6	289.8	116.5	103.1	773.0
Total	Count	2640	2884	6074	2442	2160	16200
	Expected Count	2640.0	2884.0	6074.0	2442.0	2160.0	16200.0

Chi Square Test

	Value	df	Asymp.Sig. (2-sided)
PearsonChi-Square	17.088[a]	5	.380

فیصلہ: اوپر کے Chi-square جدول سے (0.000) جانچ کی P-value 0.05 کی سطح سے زیادہ ہے۔

نتیجہ: اسی وجہ سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ مدرسہ میں اساتذہ کی لیاقت اور پیشہ کے میلان پر مدارس میں طلبہ کے اندراج میں کوئی معنی خیز اضافہ نہیں ہے۔اس لئے مفروضہ 3 قبول کیا جاتا ہے۔

مفروضہ 4: مدارس میں اچھی، بنیادی سہولیات سے طلبہ کے اندراج میں اضافہ نہیں ہو رہا ہے۔

آزادی کے دو واضح متغیر Chi-Square جانچ کے درمیان تعلقات کو جانچنے کے لئے جانچ کی اہمیت کی سطح ہے: A=0.05, i.e. a=5%

SPSS کا نتیجہ نیچے دیا گیا ہے۔

Contingency Table for Response type and level of Madrasas

Qualification match to job profile of the teachers							
		Strongly Disagree	Disagree	Un decided	Agree	Strongly Agree	Total
Wastania	Count	862	4364	1593	1576	844	9239
	Expected Count	888.0	4307.0	1593.4	1596.3	854.3	9239.0
Fauquinia	Count	326	1375	536	544	296	3077
	Expected Count	295.7	1434.4	530.7	531.6	284.5	3077.0
Molvi	Count	144	890	305	306	155	1800
	Expected Count	173.0	839.1	310.4	311.0	166.4	1800.0
Almiyat	Count	152	563	223	243	130	1311
	Expected Count	216.0	611.2	226.1	226.5	121.2	1311.0
Fazilat	Count	73	360	137	130	73	773
	Expected Count	74.3	360.4	133.3	133.6	71.5	773.0
Total	Count	1557	7552	2794	2799	1498	16200
	Expected Count	1557.0	7552.0	2794.0	2799.0	1498.0	16200.0

Chi Square Test			
	Value	df	Asymp.Sig. (2−sided)
PearsonChi−Square	28.457[a]	5	.028

فیصلہ :اوپر کے Chi-square جدول سے (0.000) جانچ کی P-value 0.05 کی سطح سے زیادہ ہے۔

نتیجہ :اسی وجہ سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ مدرسہ میں اچھی بنیادی سہولیات سے مدارس میں اندراج کا اضافہ ہوا ہے۔اس لئے مفروضہ 4 رد کیا جاتا ہے۔

باب۔پنجم

خلاصہ،محاصل،نتائج،مشورے اورمزید تحقیق کے لئے تجاویز

CHAPTER-5

SUMMARY, FINDINGS, CONCLUSION AND SUGGESTIONS FOR FURTHER RESEARCH

CHAPTER - 5
SUMMARY, FINDINGS, CONCLUSION AND SUGGESTIONS FOR FURTHER RESEARCH
باب:پنجم : خلاصہ،محاصل،نتائج،مشورے اورمزید تحقیق کے لئے تجاویز

5.0 تعارف:

زیرِنظر تحقیقی مقالہ بعنوان’’ ریاست بہار کے پٹنہ کمشنری کے مدارس کااندراج، ترکِ مدرسہ اور حصولیابی کا مطالعہ‘‘ ہے۔جو پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔

باب اول:

یہ باب مطالعہ کا ایک تعارفی خاکہ پیش کرتا ہے۔جس میں ریاست بہار کے پٹنہ کمشنری کے مدارس میں اندراج،ترکِ مدرسہ اورحصولیابیوں کا مطالعہ کا تعارف پیش کیا گیا ہے۔

باب دوم:

یہ باب متعلقہ ادب کے جائزے کو پیش کرتا ہے،جس میں سابق میں کئے گئے متعلقہ تحقیقات کے نتائج کا جائزہ لیا گیا ہے۔

باب سوم:

اس باب میں تحقیقی خاکہ کو بیان کیا گیا ہے،جس میں مطالعے کے طریقہءکارکوپیش کیا گیا ہے۔اس باب میں مطالعہ آبادی،نمونہ بندی،استعمال شدہ تحقیقی آلات،معطیات کاحصول وغیرہ کے بارے میں تفصیل ہے۔

باب چہارم:

اس باب میں حاصل شدہ معطیات (اعدادوشمار) کا تجزیہ اورتشریح ہے۔

باب پنجم:

اختتامی باب پنجم میں مطالعہ کا خلاصہ،نتائج،تعلیمی مضمرات اورمزید تحقیق کے لئے تجاویز وغیرہ پیش کی گئی ہیں۔آخرمیں کتابیات ہے جوحوالوں کی فہرست پرمبنی ہے۔سب سے اخیر میں ضمیمہ جات ہیں۔

5.1 تمہید:

اس تحقیقی مقالہ کا عنوان ''ریاست بہار کے پٹنہ کمشنری کے مدارس کا اندراج، ترکِ مدرسہ اور حصولیابی کا مطالعہ'' تجویز کیا گیا ہے۔ اس عنوان کے تحت یہ معلوم کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ تعلیمی انحطاط ہونے کی کیا وجوہات ہیں۔ اس میں یہ بھی جاننے کی کوشش کی گئی ہے کہ تعلیم سے بے اعتنائی کی وجہ آیا معاشی یا معاشرتی مسائل حائل ہیں۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی خواندگی کی شرح دیگر برادرانِ وطن جیسے ہندو، بدھسٹ، سکھ اور جین وغیرہ سے بہت ہی کم ہے۔ مسلمان لڑکیوں میں ترکِ مدرسہ کا رجحان بہت زیادہ ہے۔ جو ایک سنگین مسئلہ ہے۔ ان ہی وجوہات کی بناء پر حاشیہ پر کر دیئے گئے مسلمانوں کے محروم طبقات میں بچوں کے لیے زیادہ سے زیادہ روایتی تعلیم اور خاص کر مدرسہ کی تعلیم کے لیے نہایت ہی شدت سے رجحان رہا ہے۔ مدارس میں پیشہ وارانہ تربیت کے حامل اساتذہ خدمات انجام نہیں دیتے شاید یہی وجہ ہے کہ مدارس سے وہ افراد پیدا نہیں ہو پا رہے ہیں جو عملی زندگی میں دیگر برادرانِ وطن کی طرح کامیابی سے ہمکنار ہو سکیں۔

5.2 مطالعہ کے مقاصد:

1. ریاست بہار کی پٹنہ کمشنری کے مدارس میں طلبہ کے اندراج کی تفصیلات معلوم کرنا۔
2. ریاست بہار کی پٹنہ کمشنری کے مدارس میں ترک مدرسہ کرنے والے طلبا و طالبات سے متعلق اعداد و شمار اکٹھا کرنا۔
3. ریاست بہار کی پٹنہ کمشنری کے مدارس کے طلبا و طالبات کی حصولیابیوں کا پتہ لگانا۔
4. ریاست بہار کی پٹنہ کمشنری کے مختلف مدارس کے طلبا و طالبات کے اندراج، مدرسہ ترک کرنے والے طلبا و طالبات کا تناسب اور ان کی حصولیابیوں کا جائزہ لینا۔
5. ریاست بہار کے پٹنہ کمشنری کے مدارس کی جانب سے طلبہ کے آفاقی اندراج، مدرسہ ترک کرنے والے طلبہ کے تناسب میں کمی اور طلبہ کی کامیابیوں کے لئے اختیار کی جانے والی تدابیر اور اقدامات تجویز کرنا۔

6. اساتذہ کی لیاقت اور پیشہ کے میلان پر طلبہ کے جوابات اور طلبہ کی تعداد میں تعلق معلوم کرنا۔

7. مدارس میں اچھی بنیادی سہولیات پر طلبہ کے مختلف جوابات اور طلبہ کی تعداد میں تعلق معلوم کرنا۔

8. اساتذہ کی لیاقت اور پیشہ کے میلان پر طلبہ کے مختلف جوابات اور مدارس کی سطح کے درمیان تعلق معلوم کرنا۔

9. مدارس میں اچھی بنیادی سہولیات پر طلبہ کے مختلف جوابات اور مدارس کی سطح کے درمیان تعلق معلوم کرنا۔

5.3 مطالعہ کے حدود:

1. یہ مطالعہ صرف ریاست بہار پر محیط ہے۔

2. یہ مطالعہ بہار کی پٹنہ کمشنری کے چھ اضلاع تک محدود ہے اور اس کی مدت 2012-2015 تک کی ہے۔

2. موجودہ تحقیق میں معطیات مدرسہ کے مدرسین اور صدر مدرسین سے حاصل کی گئی ہیں۔

4. یہ مطالعہ صرف ان ہی مدارس پر محیط ہے جو حکومت بہار کے مدرسہ بورڈ کے تحت آتے ہیں۔

5.4 تحقیقی موضوع کی اہمیت:

ہندوستان ایک جمہوری ملک ہے اور تمام جمہوری ممالک کی طرح یہاں بھی سبھی افراد کو ترقی کے یکساں مواقع حاصل ہیں۔ان یکساں مواقع سے استفادہ کرنے کے لئے سبھی گروہوں کا ایک سطح پر ہونا بہت ضروری ہے۔مسلم اقلیتی گروہ بھی تعلیمی لحاظ سے پسماندہ ہے اور سچر کمیٹی کی رپورٹ میں اس اقلیتی گروہ کی پسماندگی کے مختلف ابعاد پر (Dimension) حقائق اور اعداد وشمار کی روشنی پر تفصیلی بحث کی گئی ہے۔

اسی رپورٹ میں یہ بات بھی بتائی گئی ہے کہ کل ہند سطح پر تقریباً چار فیصد مسلمان اقلیتی بچے مدرسوں میں تعلیم حاصل کرتے ہیں۔مدارس کے بارے میں آج کل مختلف جہتوں سے کام کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ بھی اپنی نوعیت اور ساخت کے اعتبار سے ایک منفرد حیثیت رکھتا ہے۔اس کے تحت تمام کورسیس اردو ذریعہ تعلیم (اردو میڈیم) میں فراہم کی جاتی ہے۔بارہویں جماعت تک

کی تعلیم اس بورڈ سے منظور شدہ مدارس میں فراہم کی جاتی ہے۔ جس میں کسی بھی ریگولر اسکول بورڈ کے تعلیمی نصاب کے مساوی زبان (ہندی، انگریزی، اردو، عربی، فارسی) ریاضی، سائنس، سماجی علوم اور معاشیات وغیرہ پڑھائی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ منطق وفلسفہ کو بھی قدیم سائنس کے طور پر ہی پڑھایا جاتا ہے۔ لہٰذا جدید عصری تعلیمی نصاب سے آراستہ ان مدارس کے اندراج، ترک مدرسہ اور طلبا کے حصولیابی کا مطالعہ اہمیت کی حامل ہے۔

جدید تعلیم یافتہ طبقے کی ایک بڑی تعداد مذہب بیزاری کی شکار ہے کہ وہ ہر چیز کو سائنسی اصول و انکشافات اور حقائق کی بنیاد پر پرکھ کر دیکھنا چاہتی ہے۔ بہر حال یہ بات صحیح ہے کہ ایسے میں سائنسی علوم سے جو تقویت مل سکتی ہے، اس کے لیے کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ امام غزالی نے اپنے وقت میں لوگوں کے ذہنوں سے یونانی فلسفے کی مرعوبیت اور مذہبی فکر پر پڑنے والے اسکے اثرات کو دیکھ کر ہی یونانی فلسفے کے رو میں غواصی کی **تهافت الفلاسفته** جیسی کتاب لکھی۔

لہٰذا موجودہ تحقیقی مطالعہ اس سمت میں ایک کوشش ہے کہ مدرسہ بورڈ سے الحاق شدہ مدارس کی کارکردگی کو معلوم کیا جائے۔

5.5 متعلقہ مواد کا تنقیدی جائزہ:

اس تحقیق کی پیش کش میں متعلقہ ادب کے جائزے کے دوران محقق نے سابقہ تحقیقات میں خلا پائی۔ لہٰذا اسی کو بنیاد بنا کر محقق نے اس تحقیق کو پیش کیا ہے۔ محقق نے اس موضوع سے متعلق تحقیقی مقالوں، کتابوں، لائبریری، مدرسہ بورڈ اور تحقیقی رسالوں وجرائد کا تجزیہ کیا، جس سے تحقیق کے عنوان کے طے کرنے، تحقیقی خاکہ بنانے اور تحقیق کا طریقہ کار، تحقیقی آلات منتخب کرنے میں مدد ملی۔

محقق کو اس تنقیدی جائزے سے یہ بات معلوم ہوئی کہ مدارس کی جدید کاری اور دیگر متغیرات پر تو کافی کام ہو رہا ہے لیکن طلبہ کے اندراج، حصولیابی اور ترکِ مدرسہ، اساتذہ کے تعلیمی لیاقت اور پیشے کے تئیں اُن کے رجحانات جیسے متغیرات پر کوئی خاص توجہ نہیں دی گئی ہے اور بالخصوص بہار کے پٹنہ کمشنری کے مدارس پر تو اس لحاظ سے تحقیقی نوعیت کا کام کیا ہی نہیں گیا ہے۔

5.6 مسئلہ کا بیان:

''ریاست بہار کے پٹنہ کمشنری کے مدارس میں اندراج، ترکِ مدرسہ اور حصولیابی کا مطالعہ''

تحقیقی سوالات:

1. ریاست بہار کی پٹنہ کمشنری کے مدارس میں طلبہ کے اندراج کی تفصیلات کیا ہے؟
2. ریاست بہار کی پٹنہ کمشنری کے مدارس میں تعلیم ترک کرنے والے طلبا و طالبات سے متعلق اعداد و شمار کیا ہے؟
3. ریاست بہار کی پٹنہ کمشنری کے مدارس کے طلبا و طالبات کی حصولیابیوں کی شرح کیا ہے؟
4. ریاست بہار کی پٹنہ کمشنری کے مختلف مدارس کے طلبا و طالبات کے داخلوں کے اندراجات، مدرسہ ترک کرنے والے طلبا و طالبات کا تناسب اور ان کی حصولیابیوں کی شرح کیا ہے؟
5. ریاست بہار کی پٹنہ کمشنری کے مدارس کی جانب سے طلبا کے آفاقی اندراج، مدرسہ ترک کرنے والے طلبا کے تناسب میں کمی اور طلبا کی حصولیابیوں کے لئے اختیار کی جانے والی تدابیر اور اقدامات کیا کیا کئے گئے ہیں؟

5.7 مطالعہ کے مفروضات:

مفروضہ 1: اساتذہ کی لیاقت اور پیشے کے میلان اور مدرسے میں کامیاب، ناکام اور ترکِ مدرسہ کرنے والے طلبہ کی تعداد کے درمیان مثبت تعلق پایا جاتا ہے۔

مفروضہ 2: مدارس میں اچھی، بنیادی سہولیات اور کامیاب، ناکام اور ترکِ مدرسہ کرنے والے طلبہ کی تعداد میں کوئی تعلق نہیں پایا جاتا۔

مفروضہ 3: اساتذہ کی لیاقت اور پیشہ کے میلان پر مدارس میں طلبہ کے اندراج میں اضافہ نہیں ہو رہا ہے۔

مفروضہ 4: مدارس میں اچھی، بنیادی سہولیات سے طلبہ کے اندراج میں اضافہ نہیں ہو رہا ہے۔

5.8 طریقۂ تحقیق:

اس تحقیقی مقالہ کی تیاری کے لئے تفصیلات جمع کرنے کی غرض سے سروے کا طریقہ کار کا استعمال کیا گیا ہے۔ بہار کے پٹنہ کمشنری میں کل 137 مدارس میں سے 30 مدارس کا انتخاب Simple Random Sampling کے ذریعہ کیا گیا۔ منتخبہ مدارس کے اساتذہ اور صدر مدرسین کے لئے محقق نے اپنا تیار کردہ سوالنامہ استعمال کر کے معطیات اکٹھا کیا۔ محقق نے اپنے نگراں کی رہنمائی میں سوالنامہ تیار کر کے مختلف ماہرین سے بھی اصلاح لی۔

سوالنامے کے ذریعہ حاصل معطیات کو محقق نے جدول کی شکل میں ترتیب دیا۔ معطیات کے تجربے کے لئے بطورِ خاص Chi-square Test کا استعمال کیا۔ جو کہ معاشرتی علوم میں کمیتی (Quantitative) اقسام کے تحقیقی مطالعہ جات میں سب سے زیادہ مقبول عام طریقہ ہے۔ اس طریقہ تحقیق میں محقق جواب دہندوں کی ایک مخصوص تعداد کا انتخاب کر لیتا ہے اور سوال نامہ کے ذریعے سے مطلوبہ تفصیلات حاصل کرتا ہے۔ پھر ان کا تجزیہ کر کے نتائج اخذ کرتا ہے۔ جن جواب دہندوں کا انتخاب کیا جاتا ہے انہیں ساری آبادی کی حقیقی نمائندگی کی حیثیت حاصل ہونی چاہیے تاکہ ان سے اخذ کردہ تفصیلات سے قابل اعتماد نتائج حاصل کیے جاسکیں۔ جواب دہندوں کا نمونہ یعنی ان کی آبادی یا تعداد ایسی ہونی چاہئے جن سے حاصل کردہ نتائج کا اطلاق سارے گروہ یا معاشرہ پر ہو سکے۔ جواب دہندوں کا نمونہ ایسا ہو کہ ان میں محقق مطلوبہ نتائج حاصل کر سکے۔

جواب دہندوں کا انتخاب اس انداز سے کیا جانا چاہئے کہ اس میں کسی بھی قسم کی جانب داری کا کوئی شائبہ نہ ہو۔ اس لئے لوگوں کا انتخاب بلا کسی مخصوص ترتیب کے یعنی سرسری طور پر کیا جانا چاہیے۔ اس طریقہ سے کیے گئے انتخاب کو امکانی نمونہ (Randomely Sample) کہا جاتا ہے۔

اس نوعیت کے منتخبہ نمونے کی تعریف یوں بھی کی جاسکتی ہے کہ یہ لوگوں کا منتخبہ ایسا مجموعہ یعنی نمونہ ہے جس کا ہر فرد معاشرہ کے کسی بھی فرد کے مماثل ہے اور اس طرح وہ پورے معاشرہ کی ترجمانی کرتا ہے۔

نمونہ بندی:

مطالعہ کی کائنات میں سے محقق صرف چند ارا کین کا انتخاب کرتا ہے۔ جو کہ اس مطلوبہ آبادی کی نمائندگی کرتا ہے۔ یہ سب اس لئے کیا جاتا ہے کہ منتخب کیا گیا نمونہ سارے معاشرہ کی مجموعی حالت کا اندازہ لگانے میں مدد ومعاون ثابت ہو۔ اس طرح منتخب کئے گئے ارا کین کو پیشہ وارانہ اصطلاح میں نمونہ یعنی Sample کہا جاتا ہے۔ نمونہ پوری آبادی یعنی کل معاشرہ کا موضوع ہوتا ہے۔ عام طور پر کسی معاشرہ کی آبادی کثیر افراد پر مشتمل ہوتی ہے۔ اس طرح ساری آبادی کو تحقیق کے دائرہ میں لانا تقریباً ناممکن ہو جاتا ہے۔ نمونہ جملہ آبادی کا ترجمان ہوتا ہے۔ نمونہ کی تعداد اتنی محدود ہوتی ہے کہ اس کی تفصیلات حاصل کرنا کسی بھی محقق کے لئے ممکن نہیں ہے۔ سادہ سرسری نمونہ کا انتخاب Simple Random Sampling اس نوعیت کے نمونے کو برسر موقع نمونہ Chance Samplery بھی کہا جاتا ہے۔ اسے امکانی نمونہ Probability Sampling بھی کہا جاتا ہے ایسے نمونے کا ہر رکن مجموعی طور پر کل آبادی یعنی سارے معاشرہ کی ترجمانی (Represent) کرتا ہے۔ کسی مجموعی آبادی سے منتخب کردہ سادہ سرسری نمونہ کو معاشرہ کے سارے ارکان کی نمائندگی کرنے کا یکساں موقع حاصل رہتا ہے۔ مزید یہ کہ ایسے نمونے کے کسی بھی جوڑے (Pair) کے لئے اسی طرح سے جانب داری کا احتمال نہیں رہتا اور اس سے نتائج کے تجزیے کا مرحلہ آسان ہو جاتا ہے۔ خاص طور پر کسی نمونے کے انفرادی نتائج کی درستی یعنی صحت کا اندازہ لگانا آسان ہو جاتا ہے۔

معطیات کی ترتیب :

موجودہ مطالعہ میں معطیات کے حصول کے لئے سروے طریقہ کا استعمال کیا گیا۔ محقق نے ذاتی طور پر ہر ایک منتخبہ مدرسہ کا دورہ کیا اور پرنسپل کی اجازت کے بعد مدرسہ کے اندراج اور ترک مدرسہ کے اعداد کو حاصل کیا۔ طلبا کی کامیابی کو معلوم کرنے لئے سالانہ رزلٹ حاصل کیا۔ اس کے علاوہ سوالنامے کے ذریعہ طلبا اور اساتذہ سے مزید معلومات حاصل کی گئی۔

آلاتِ تحقیق :

1. Interview schedule for Secretary / Principal
2. Institutional data sheet
3. Format of interview

اس تحقیقی مقالے کے لئے استعمال کئے جانے والے ذرائع/ وسائل کا ایک کچا خاکہ پہلے تیار کیا گیا۔ اس مسودے کو مضامین کے ماہرین کے پاس ان کی تجاویز اور آراء حاصل کرنے کے لئے روانہ کیا گیا۔ ماہرین سے حاصل شدہ تجاویز کی روشنی میں اس مسودہ میں تبدیلیاں کی گئیں اور اس ترمیم شدہ مسودہ کو آزمائشی مطالعہ (Pilot Study) کے لئے چند مدارس کو بھیجا گیا۔ اس بات کا اطمینان کر لینے کے بعد کہ مسودہ دوسرے مدارس کے لئے بھی قابل عمل ہے، قطعیت دی گئی۔

شماریاتی تکنیک :

موجودہ مطالعہ میں حاصل شدہ معطیات کو مختلف شماریاتی تکنیکوں کے ذریعہ تجزیہ کیا گیا جس میں فیصد، حسابی اوسط، معیاری انحراف اور کائی اسکوئیر (Chi-squire) کا استعمال کیا گیا۔

5.9 محاصلات (Findings):

مطالعہ کے محاصلات سے یہ اخذ ہوتا ہے کہ پٹنہ کمشنری کے سارے اضلاع میں سب سے زیادہ داخلہ پٹنہ، پھوجپور اور نالندہ میں ہے جو تقریباً 60 فیصد ہے اس کی بہ نسبت سب سے کم داخلہ پٹنہ کمشنری کے کیمور ضلع میں ہے جسے جدول 4.1.A میں دکھایا گیا ہے۔ اسی طرح درجہ کے اعتبار سے لڑکے اور لڑکیوں کے اعتبار سے پٹنہ کمشنری کے سارے اضلاع میں وسطانیہ درجے میں قریب 57.03 فیصد داخلہ ہے اور جنس کے اعتبار سے دیکھا جائے تو لڑکیوں کا فیصد 52.80 ہے جب کہ لڑکوں کا فیصد 47.14 ہے۔ فضیلت میں بھی لڑکیوں کا فیصد لڑکوں سے زیادہ ہے جسے جدول 4.1.B میں دکھایا گیا ہے۔

اسی طرح پٹنہ کمشنری میں کل لڑکوں کی بہ نسبت لڑکیوں کا اندراج زیادہ ہے۔ 52.9 فیصد لڑکیاں ہیں اور 47.1 فیصد لڑکے ہیں جسے جدول 4.2.A میں دکھایا گیا ہے۔ اس تحقیق سے حاصل ہوا ہے کہ کامیاب

طلبہ کا فیصد 71.8 ہے اور نا کام طلبہ کا فیصد 9.9 ہے جب کہ ترک مدرسہ کا فیصد 18.3 ہے۔ جس سے محقق کو یہ حاصل ہوا ہے کہ ترک مدرسہ کرنے والے طلبہ کی بہ نسبت نا کام طلبہ کا فیصد کم ہے جسے جدول 4.2.B میں دکھایا گیا ہے۔ اسی طرح عمر کے اعتبار سے 10 سے 15 اور 15 سے 20 سال کے طلبہ کے عمر کا فیصد زیادہ ہے جب کہ 25 سے 30 اور 30 سال سے زیادہ عمر کے طلبہ کا فیصد کم ہے اس تحقیق سے یہ حاصل ہوا ہے کہ 10 سے 15 سال کے طلبہ کا فیصد 36.11 ہے اور 15 سے 20 سال کے طلبہ کا فیصد 39.93 ہے۔ اسی طرح 20 سے 25 سال کے طلبہ کا فیصد 16.91 ہے اسے جدول 4.2.C میں دکھایا گیا ہے۔ اسی طرح ترک مدرسہ اور اندراج کے تناسب سے یہ حاصل ہوتا ہے کہ وسطانیہ میں لڑکوں کے بہ نسبت لڑکیاں ترک مدرسہ کم کر رہی ہیں اسی طرح سارے درجوں میں لڑکیوں کا تناسب ترک مدرسہ کرنے میں کم ہے۔ جیسے وسطانیہ میں لڑکے 22.84 فیصد اور لڑکیاں 20.45 فیصد ترک مدرسہ کر رہی ہیں۔ اسی طرح فضیلت میں لڑکیاں 6.91 فیصد اور لڑکے 11.17 فیصد ترک مدرسہ کر رہے ہیں جس کی تفصیل جدول 4.2.D میں دکھائی گئی ہے۔

اسی طرح جنس کے لحاظ سے پٹنہ کمشنری کے تمام مدارس کے درجہ کے لحاظ سے لڑکیوں کی تعداد لڑکوں کی بہ نسبت زیادہ ہے جس میں لڑکیوں کی کل تعداد وسطانیہ میں 4879 ہے اور لڑکوں کی کل تعداد 4360 ہے۔ اسی طرح فوقانیہ میں لڑکیوں کی کل تعداد 1589 ہے اور لڑکوں کی تعداد 1488 ہے۔ اسی طرح مولوی میں لڑکیوں کی تعداد 991 ہے۔ جب کہ لڑکوں کی تعداد 809 ہے اسی طرح عالمیت میں لڑکیوں کی تعداد 710 ہے اور لڑکوں کی تعداد 601 ہے۔ اسی طرح فضیلت میں لڑکیوں کی تعداد 406 ہے اور لڑکوں کی تعداد 367 ہے جسے جدول 4.3A میں دکھایا گیا ہے۔

اسی طرح ہمارے پہلے تحقیقی مفروضے کے تحت Chi-squire test کے ذریعہ اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ اساتذہ کی لیاقت اور پیشہ کے میلان اور مدارس میں کامیاب، نا کام اور ترکِ مدرسہ کرنے والے طلبہ و طالبات کے درمیان کوئی معنی خیز تعلق نہیں پایا جاتا ہے۔ اسی طرح دوسرے مفروضہ کے تحت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ Chi-squire test کے ذریعہ اس بات کا علم ہوتا ہے کہ مدرسہ میں اچھی بنیادی سہولیات سے مدارس میں کامیاب، نا کام اور ترکِ مدرسہ کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس طرح تیسرے مفروضہ کی جانچ

کرتے ہوئے Chi-squire test کے نتائج ظاہر کرتے ہیں کہ مدرسہ میں اساتذہ کے لیاقت اور پیشہ کے تئیں رجحان طلبہ کے اندراج میں اضافہ کا سبب نہیں ہے ۔ اسی طرح چوتھے مفروضہ کے تحت Chi-squire test کے ذریعہ حاصل ہونے والی معلومات سے پتہ چلتا ہے کہ مدرسہ میں اچھی بنیادی سہولیات سے مدارس میں اندراج کا اضافہ ہوا ہے۔مختصراًہم اپنے محاصلات کا اظہار اس طرح کرسکتے ہیں۔

1. اساتذہ کی لیاقت اور پیشے کے میلان اور مدرسے میں کامیاب، ناکام اور ترک مدرسہ کرنے والے طلبہ کی تعداد میں معنی خیز تعلق نہیں پایا جاتا ہے۔

2. مدارس میں اچھی، بنیادی سہولیات اور کامیاب، ناکام اور ترک مدرسہ کرنے والے طلبہ کی تعداد میں کوئی معنی خیز تعلق نہیں پایا جاتا ہے۔

3. اساتذہ کی لیاقت اور پیشہ کے میلان پر مدارس میں طلبہ کے اندراج میں کوئی معنی خیز اضافہ نہیں ہے۔

4. مدارس میں اچھی، بنیادی سہولیات سے طلبہ کے اندراج میں اضافہ ہوا ہے۔

5.10 خلاصہ(Conclusion)

1. اساتذہ کی لیاقت اور پیشے کے میلان اور مدرسے میں کامیاب، ناکام اور ترک مدرسہ کرنے والے طلبہ کی تعداد میں معنی خیز تعلق نہیں پایا جاتا ہے۔بعض مدارس میں اساتذہ کی لیاقت اور پیشے کی تئیں میدان میں کمی کے باوجود کامیاب، ناکام اور ترک مدرسہ کرنے والے طلبہ میں کوئی فرق نہیں ہے۔

2. مدارس میں اچھی، بنیادی سہولیات اور کامیاب، ناکام اور ترک مدرسہ کرنے والے طلبہ کی تعداد میں کوئی معنی خیز تعلق نہیں پایا جاتا ہے۔بعض ایسے مدارس بھی پائے گئے جن میں بنیادی سہولتوں میں کمی پائی گئی لیکن دیگر مدارس کے مقابلے وہاں بھی کامیاب، ناکام اور ترک مدرسہ کرنے والے طلبہ کا تناسب ویسے ہی ہے۔

3. اساتذہ کی لیاقت اور پیشہ کے میلان پر مدارس میں طلبہ کے اندراج میں کوئی معنی خیز اضافہ نہیں ہے۔بعض ایسے مدارس بھی دیکھے گئے جہاں اساتذہ اعلیٰ تعلیم یافتہ نہیں ہیں اور پیشہ کے تئیں ان کا میلان بھی کم ہے اس کے باوجود ان مدارس میں طلبہ کے اندراج میں کوئی کمی نہیں ہے۔

4. مدارس میں اچھی، بنیادی سہولیات سے طلبہ کے اندراج میں اضافہ ہوا ہے۔یعنی مدارس میں بنیادی سہولتوں کی فراہمی سے طلبہ کے رجوع میں اضافہ ہوتا ہے۔

5.11 تعلیمی مضمرات:

(1) مدارس کے اساتذہ کی اعلیٰ تعلیمی قابلیت اور پیشے کے تئیں ان کا میلان، ان کی کارکردگی پر کوئی خاص اثر مرتب نہیں کر رہا ہے۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مدارس کے اساتذہ کے پیشہ ورانہ فروغ کے لئے مختلف قسم کے دورانِ ملازمت (In Service Programme) پروگراموں کی سخت ضرورت ہے۔

(2) مدارس میں بنیادی سہولتوں کی فراہمی سے طلبہ کے انداراج میں معنی خیز اضافہ ہوتا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ جو سرپرست اپنے بچوں کو مدارس میں پڑھاتے ہیں ان میں کم از کم اتنا شعور ہے کہ وہ داخلے کے وقت صرف گھر اور مدرسے کا فاصلہ ہی نہیں دیکھتے بلکہ مدرسے کی عمارت، کمرہ ہائے جماعت، بیٹھنے کا انتظام، تختۂ سیاہ اور دیگر بنیادی اشیاء وغیرہ کو دیکھ کر اپنے بچوں کے داخلہ کا فیصلہ کرتے ہیں۔

(3) بنیادی سہولتوں کی فراہمی کے باوجود ان میں پڑھنے والے طلبہ کے نتائج پر ان سہولتوں کا کوئی خاص اثر نہیں پایا جانا بتاتا ہے کہ مدارس میں سہولتوں کے استعمال کو لے کر جامع منصوبہ بندی اور منظّم عمل آوری کی جانی چاہیئے۔

5.12 تجاویز اور مشورے برائے حکومت:

(1) Right to education کے طرز پر مدارس کے لئے بھی عمارت دیگر انفراسٹرکچرس کے ضمن میں Norms & standards طے کئے جائیں اور موجودہ مدارس کو تین یا پانچ سال کی مدت متعین کی جائے کہ وہ اس دوران Norms & Standards پر پورا اتریں۔

(2) Norms & Standards کے مطابق اپنے آپ کو ڈھالنے کے لئے مدراس کو حسب ضرورت فنڈ فراہم کیا جائے۔

(3) Norms & Standards میں اسکول کے طرز پر مدارس میں بھی طلبہ اور اساتذہ کا تناسب طے کیا جائے۔ اسی طرح سے مدارس کے اساتذہ کے لئے مختلف سطحوں پر پڑھانے کے لئے اساتذہ کی کم سے کم تعلیمی قابلیت متعین کردی جائے۔

(4) تدریسی اور غیر تدریسی اسٹاف کی تنخواہوں کے ساتھ ساتھ دیگر اخراجات جیسے بجلی، پانی وغیرہ کے لئے بھی اسکول کی طرز پر فنڈ فراہم کیا جائے۔

(5) مدارس کے اساتذہ بالعموم تدریسی تربیت سے عاری ہوتے ہیں اور کوئی Pre-service course قبل از ملازمت کورس نہیں کئے ہوتے ہیں۔ اس لئے DIET اور SCERT کے انسانی اور مادی وسائل کا استعمال کرتے ہوئے مدارس کے اساتذہ کے لئے دوران ملازمت پروگراموں کا جامع منصوبہ بنایا جائے اور انہیں اعتماد میں لے کر اور ان کی سہولتوں کا خیال رکھتے ہوئے اس منصوبہ پر مکمل انداز میں عمل آوری کی جائے۔

5.13 اساتذہ کے لئے مشورے:

(1) طلبہ کی ہمہ جہت ترقی کے لئے موثر اساتذہ کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے اساتذۂ مدارس اپنے علمی، فکری اور فنّی ارتقاء کے لئے مختلف قسم کے پروگراموں جیسے تربیتی پروگرام وغیرہ میں شرکت کو یقینی بنائیں۔

(2) فارغین مدارس اپنی دلچسپی اور صلاحیت کے اعتبار سے وسیع پیمانے پر سماجی خدمات انجام دے سکتے ہیں، اس کے لئے ضروری ہے کہ اساتذہ طلبۂ مدارس کی ہمہ جہت ترقی کے لئے جامع منصوبہ بندی اور منظّم عمل آوری کو یقینی بنائیں۔

(3) خود مدرسہ کی سطح پر اساتذہ مدرسہ کے علمی، فکری اور فنی ضرورتوں پر مبنی پروگرام بنائیں اور سبھی متعلقین کی شرکت کو یقینی بنائیں۔

(4) دینی نقطۂ نظر سے علم میں دوئی نہیں ہے، یعنی دینی اور دنیوی علوم کی کوئی تفریق نہیں ہے اس لئے حصول علم کی کوششوں میں اس طرح کا امتیاز نہ برتیں اور اپنے طلبہ کو بھی اس بات کے لئے راغب کریں کہ وہ جس میدان میں بھی دلچسپی رکھتے ہوں اس کا انتخاب کریں اور خوب دلجمعی کے ساتھ علم حاصل کریں۔

(5) اساتذۂ مدارس کو چاہئے کہ وہ اپنی تدریس میں تنوع اور دلچسپی پیدا کرنے کی کوشش کریں تاکہ کمرہ جماعت میں خوشگوار تعلیمی ماحول پیدا ہو اور طلبہ ہم نصابی سرگرمیوں اور کھیل کود کی سرگرمیوں میں حصہ لے کر اپنی شخصیت کو پروان چڑھا سکیں۔

5.14 مدارس کی انتظامیہ کے لئے مشورے:

(1) اسکولوں کی طرز پر مدارس کے لئے کشادہ اور تمام تر تعلیمی سہولتوں سے آراستہ عمارتوں کی فراہمی کو جلد از جلد یقینی بنایا جائے۔

(2) تدریسی اور غیر تدریسی اسٹاف کی تقرری اور ترقی کے وقت Merit صلاحیت، سخت کوشی اور تجربہ اور کارکردگی کو بنیاد بنایا جائے۔

(3) اساتذہ کے پیشہ ورانہ فروغ کے لئے دوران ملازمت Need based پروگراموں کے انعقاد کو یقینی بنایا جائے۔

(4) طلبہ کی ہمہ جہت ترقی کے لئے نصابی اور ہم نصابی سرگرمیوں (بشمول تعلیمی سیر، تقریری تحریری مقابلے، نظم خوانی، توسیعی خطبات، تربیتی پروگرام Group sport وغیرہ پر مبنی سالانہ لائحہ عمل تعلیمی سال کے آغاز سے قبل تیار کیا جائے اور اس کی تیاری میں سبھی متعلقہ افراد کو شامل رکھا جائے۔

(5) مدرسہ کے تعلیمی منصوبے کی تیاری اور اس پر عمل آوری میں تعاون اور رہنمائی کے لئے تعلیمی میدان سے وابستہ اعلیٰ تعلیم یافتہ، تجربہ کار، باصلاحیت اور مخلص افراد پر مشتمل ایک تعلیمی کمیٹی تشکیل دی جائے اور اسے مدرسے کے تعلیمی فروغ کے لئے ذمہ دار بنایا جائے۔

5.15 مزید تحقیق کے لئے تجاویز:

(1) یہ مطالعہ ریاست بہار کے پٹنہ کمشنری کے مدراس میں اندراج، ترک مدرسہ اور حصولیابی سے متعلق ہے۔ اس طرح کا مطالعہ ریاست بہار کے دوسری کمشنریوں اور دیگر ریاستوں کے مختلف علاقوں کے لئے بھی کیا جاسکتا ہے۔

(2) اس مطالعہ میں صرف مدرسہ بورڈ سے سے ملحق مدارس کا ہی مطالعہ کیا گیا ہے۔اس لئے اس طرح کا مطالعہ ایسے مدارس کے لئے بھی کیا جاسکتا ہے جو یا تو بالکل آزادانہ طور پر اپنا کام کر رہے ہوں یا کسی بڑے مدرسے یا جامعہ سے ملحق ہوں۔

(3) زیر نظر مطالعہ میں جنس اور تعلیمی سطحوں کو بنیاد بنایا گیا ہے۔اس طرح کا مطالعہ دیہی اور شہری علاقوں کے مدراس کے موازنے کے لئے بھی کیا جاسکتا ہے۔اسی طرح سے طلبہ کا مطالعہ ان کے سماجی و معاشرتی حیثیت کے لحاظ سے بھی کیا جاسکتا ہے۔مزید یہ کہ اقامتی اور غیر اقامتی طلبہ کوموازنہ کے لئے بنیاد بنایا جاسکتا ہے۔

(4) زیر نظر مطالعہ میں اساتذہ مدارس کو ایک کل کے طور پر دیکھا گیا ہے۔ان کا عصری اور دینی اداروں سے فراغت کی بنیاد پر موازنہ بھی کیا جاسکتا ہے۔

کتابیات

BIBLIOGRAPHY

کتابیات(BIBLIOGRAPHY)

اردو کتابیں:

ابوالحسنات ندوی(2008)، ہندوستان کی قدیم اسلامی درس گاہیں، اعظم گڑھ، دارالمصنفین

ابوعمار زاہدالراشدی(2007) دینی مدارس کا نظام نقد ونظر کے آئینے میں، گوجرانوالہ، الشریعہ اکیڈمی

ابوالاعلیٰ مودودی(بدون سن)، تعلیمات، لاہور، اسلامک پبلی کیشنز

ابوالحسن علی ندوی(1989)، تاریخ دعوت وعزیمت، جلد پنجم، لکھنؤ، مجلس تحقیقات ونشریات اسلام

ابن الحسن عباسی(بدون سن)، دینی مدارس: ماضی حال اور مستقبل، دہلی، فرید بک ڈپو

ابن الحسن عباسی(1419ھ)، التجائے مسافر، کراچی، مکتبہ عمر فاروق

احمد شبلی(1999)، تاریخ تعلیم وتربیت اسلامیہ، اردو ترجمہ محمد حسین خاں زبیری، لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ

اختر الواسع(2003)، سرسید کی تعلیمی تحریک، دہلی، مکتبہ جامعہ، طبع دوم

ادارہ علمیہ(مرتب)(1990)، دینی مدارس اوران کے مسائل (مقالات سمینار) اعظم گڑھ، جامعۃ الفلاح

اشرف علی تھانوی(بدون سن)، اسلام میں پردے کی حقیقت، نئی دہلی، فرید بک ڈپو

اشرف علی تھانوی(1428ھ)، امدادالفتاویٰ: مرتبہ مولانا محمد شفیع، مکتبہ دارالعلوم کراچی

اشرف علی تھانوی(بدون سن)، علوم وفنون اور نصاب تعلیم، (افادات)، ترتیب: محمد زید مظاہری ندوی، باندہ ادارہ افادات اشرفیہ

افتخار احمد صدیقی(1971)، مولوی نذیر احمد دہلوی۔ احوال وآثار، مجلس ترقی ادب، لاہور

انجم کمال رحمانی(2006)، پاکستان میں تعلیم: ایک تحقیقی جائزہ، لاہور، پاکستان، رائٹرس کوآپریٹیو سوسائٹی

انجمن طلبہ قدیم(1992)، مدرسۃ الاصلاح، اعظم گڑھ، مرتب، علامہ حمید الدین فراہی: حیات وافکار، (مجموعۂ مقالات فراہی، سمینار اکتوبر 1991ء اعظم گڑھ، دائرہ حمیدیہ، مدرسۃ الاصلاح

اوصاف احمد(مرتب)(2012)، ہندوستان کے دینی مدارس میں اسلامی مالیات واقتصادیات کی تعلیم،

مقالات، مباحثہ اور وثائق، نئی دہلی، ایفا پبلی کیشنز 2009ء معاصر دینی تعلیم مشکلات اور حل،
اسلامی فقہ اکیڈمی، دہلی
تنظیم ابنائے قدیم دارالعلوم دیوبند (2005)، حجۃ الاسلام محمد قاسم نانوتوی، حیات وافکار، خدمات (مجموعہ
مقالات سمینار) دہلی
شاہ عبدالعزیز (1341ھ)، فتاویٰ عزیزی، مطبع مجتبائی، دہلی
شبلی نعمانی (1955)، مقالاتِ شبلی، جلد سوم اعظم گڑھ دارالمصنفین
شبلی نعمانی (1999)، سفرنامہ روم ومصر وشام، اعظم گڑھ، دارالمصنفین
شبلی نعمانی (1995)، خطبات شبلی، اعظم گڑھ، دارالمصنفین
شبیر احمد میواتی (مرتب) (2007)، دینی مدارس اور عصر حاضر، گوجرانوالہ، الشریعہ اکادمی
شمس تبریز خاں مولوی (1984)، تاریخ ندوۃ العلماء (جلد ثانی) دفتر نظامت دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ
شیخ محمد اکرام (بدون سن)، موج کوثر، دہلی، ادبی دنیا
شیخ محمد اکرام (1991)، رودِ کوثر، دہلی، تاج کمپنی
ضیاء الحسن فاروقی (2011)، مسلمانوں کا تعلیمی نظام، نئی دہلی، مکتبہ جامعہ
ضیاء الدین اصلاحی (2006)، مسلمانوں کی تعلیم، اعظم گڑھ، دارالمصنفین
طٰہٰ جابر علوانی (2012)، دینی تعلیم اصلاح وجمود کی کشمکش کا مطالعہ، اردو ترجمہ ڈاکٹر عبیداللہ فہد فلاحی، نئی دہلی،
انسٹی ٹیوٹ آف ابجیکٹیو اسٹڈیز
ظفر الاسلام اصلاحی (2007)، تعلیم عہد اسلامی کے ہندوستان میں۔ اعظم گڑھ، دارالمصنفین
ظفر الاسلام اصلاحی (2001)، سرسید اور ایم اے او کالج اور دینی مشرقی تعلیم، نئی دہلی، اسلامک بک فاؤنڈیشن
عتیق الرحمٰن قاسمی، محمد (2004)، دینی مدارس اور دہشت گردی، پٹنہ دارالاشاعت، امارت شرعیہ
غلام یحییٰ انجم (2004)، دینی مدارس اور عہد حاضر کے تقاضے، پوربندر گجرات، مرکز اہل سنت برکات رضا
قمر آستاں خاں (مرتب) (1993)، مولانا آزاد اور مدارس اسلامیہ: ندوۃ العلماء کی تاریخ کا ایک باب،
خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری

کمال الدین حیدر(1979)، قیصر التواریخ،لکھنؤ،1896ءگارساں دتاسی: خطبات گارساں دتاسی،(مترجم محمد حمید اللہ) کراچی،انجمن ترقی اردو پاکستان

محمد قاسم فرشتہ(1983)،تاریخ فرشتہ(اردو) ترجمہ عبدالحئی خواجہ،دیوبند،مکتبہ ملت،(جلد اول)

مناظر احسن گیلانی(2007)،ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم وتربیت(مکمل دو جلدیں) ممبئی،مکتبہ الحق

مناظر احسن گیلانی(بدون سن)،سوانح قاسمی: دیوبند،دارالعلوم دیوبند

محمد قاری طیب(1090)،مرتب: مولانا محمد ادریس ہوشیار پوری،خطبات حکیم الاسلام،دیوبند،دارالکتاب

محمد تقی عثمانی،ہمارا تعلیمی نظام،دیوبند،مکتبہ نعیمیہ

محبوب رضوی(1993)،تاریخ دارالعلوم دیوبند(جلد اول ودوم) ادارہ اہتمام دارالعلوم دیوبند

مرزا یاور بیگ(2011)،مدارس اور علم ایک تغیر کی ضرورت،نئی دہلی،اسلامی کتاب گھر

مظہر حسین(2002)،علی گڑھ تحریک: سماجی اور سیاسی مطالعہ،نئی دہلی،انجمن قی اردو ہند

محمد ذکاء اللہ(1904)،تاریخ عوج عہد سلطنت انگلشیہ ہند،دہلی،مطبع شمس المطابع

محمد اسحاق جلیس ندوی مولوی(1983)،تاریخ ندوۃ العلماء(جلد اول) دفتر نظامت دارالعلوم ندوۃ العلماء،لکھنؤ

محمد رضوان القاسمی(1994)،دینی مدارس اور عصر حاضر،مرکز دعوت وتحقیق،حیدر آباد

ممشاد علی قاسمی(1992)،تاریخ درس نظامی،مظفر نگر،مجمع البجوث العلمیہ

مجیب اللہ ندوی(بدون سن)،قرآن پاک کی تعلیم اور اس کی عظمت،ندوۃ التالیف وترجمہ،جامعۃ الرشاد،اعظم گڑھ

محمد اسحاق(1999) تعلیم ایک تحریک ایک چیلنج،نئی دہلی،کل ہند تعلیمی تحریک

مفتی رشید احمد میواتی(1995)،حیات مسیح الامت،میوات،ادارہ تالیفات مسیح الامت

محسن عثمانی ندوی(2001)،دعوت اسلام: اقوام عالم اور برادران وطن کے درمیان،نئی دہلی،یونیورسل پیس فاؤنڈیشن

نور الحسن راشد کاندھلوی(2009)،استاذ الکل حضرت مولانا مملوک العلی نانوتوی،مفتی الہی بخش اکیڈمی،مظفر نگر

نجات اللہ صدیقی(2001)،دینی مدارس مسائل اور تقاضے،نئی دہلی،مرکزی مکتبہ اسلامی

نذر الحفیظ ندوی(2001)،مغربی میڈیا اور اس کے اثرات،لکھنؤ،دارالعلوم ندوۃ العلماء

نواز دیوبندی (مرتب) (2000)، سوانح علمائے دیوبند، نواز پبلی کیشنز، دیوبند
نوین کمار (بدون سن)، اسلامک مدرسے بے نقاب، دہلی، کرنٹ نیوز براڈ کاسٹنگ
یٰسین اختر مصباحی (2000)، تعارف اہل سنت، نئی دہلی، دار القلم
یٰسین اختر مصباحی (2000)، الجامعۃ الاشرفیہ، مبارکپور
یوگیندر سکندر (ترجمہ وارث مظہری) (2011)، مدارس کے نصاب میں اصلاح علماء اور دانش وروں کے خیالات، ممبئی وکاس ادھیین کیند
جلال الدین عمری (2009)، دینی علوم کی تدریس، ہندوستان کے مدارس کا نصاب اور اس کی خصوصیات، نئی دہلی: مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز
جاوید اشرف قاسمی (2002)، فیضان دار العلوم دیوبند، میوات: مدرسہ ابی ابن کعب
خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری (1995)، عربی اسلامی مدارس کا نصاب و نظام تعلیم اور عصری تقاضے، (مکمل چار جلدیں)، پٹنہ
خالد یار خاں (1992)، تاریخ تعلیم، اردو اکیڈمی، سندھ۔ کراچی، (مولانا سید) ریاست علی ندوی، اسلامی نظام تعلیم، اعظم گڑھ: دار المصنفین
رفیق زکریا (1985)، ہندوستانی سیاست میں مسلمانوں کا عروض، (اردو ترجمہ: Rise of Muslims in Indian Politics مترجم ڈاکٹر ثاقب انور)، نئی دہلی: ترقی اردو بیورو
سلطان احمد اصلاحی (1996)، ہندوستان میں مدارس عربیہ کے مسائل: ادارہ علم وادب، علی گڑھ،
سید سلمان حسینی ندوی (2004)، ہمارا نصاب تعلیم کیا ہو؟ لکھنؤ: جامعہ سید احمد شہید
سعید اختر (1976)، ہمارا نظام تعلیم، لاہور: البدر پبلی کیشنز
سید نوشہ علی (حواشی و تعلقات: مفتی انتظام اللہ شہابی) (1963)، مسلمانانِ ہندوپاکستان کی تاریخ تعلیم، کراچی: سلمان اکیڈمی
سلیم منصور خالد (2002)، دینی مدارس میں تعلیم: کیفیت، مسائل، امکانات، اسلام آباد: انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، عالمی ادارہ فکر اسلامی،

سرسید احمد خان(1995)، رسالہ اسباب بغاوت ہندوستانہ پٹنہ، خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری
سرسید احمد خاں (بدون سن)، مقالات سرسید مرتبہ، مولانا محمد اسماعیل پانی پتی مجلس ترقی ادب لاہور
سید محمد الحسنی (1984)، سیرت مولانا محمد علی مونگیری بانی ندوۃ العلماء، مجلس نشریات اسلام کراچی
سید سلیمان ندوی(2011)، خطبات مدراس، اسلام آباد: ادارہ تحقیقات اسلامی
سید سلیمان ندوی(2008)، حیات شبلی، اعظم گڑھ: دارالصنفین
سید سلیمان ندوی(1930)، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کا تخیل، نصب العین، نظام تعلیم، دستور العمل اور نصاب اعظم گڑھ: دارالمعارف
سید حمید اللہ(1997)، خطبات بھاولپور، نئی دہلی: اسلامک بک فاؤنڈیشن
سلمان شاہ جہاں پوری (2003)، مسلمانوں کے افکار و مسائل آزادی سے پہلے اور بعد (افادات مولانا حسین احمد مدنی) ترتیب، پٹنہ: خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری
سید احمد رضا بجنوری مولانا (بدون سن)، انوار الباری، (جلد: 11)، بجنور: ناشر العلوم
ابوالاعلیٰ مودودی، مولانا سید(2009)، تعلیمات، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلیشر ز، نئی دہلی
ابوالاعلیٰ مودودی، مولانا سید(1946)، تحریک آزادی ہند اور مسلمان، حصہ اول، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور
ابوالاعلیٰ مودودی، مولانا سید(2007)، اسلامی نظام تعلیم، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلیشر ز، نئی دہلی
ابوالحسنات ندوی، مولانا(1971)، ہندوستان کے قدیم اسلامی درسگاہیں، دارالمصنفین، اعظم گڑھ، یو۔ پی
ابوالحسن علی ندوی، مولانا سید(1997)، علم کا مقام اور اہل علم کی ذمہ داریاں، مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ
ابوالحسن علی ندوی، مولانا سید بصائر مجلس نشریات اسلام، ناظم آباد، کراچی
ابوالحسن علی ندوی، مولانا سید(1961) ہندوستانی مسلمان ایک تاریخی جائزہ مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ
ابوالحسن علی ندوی، مولانا سید(1981)، مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش، مجلس تحقیقات و نشریات اسلام لکھنؤ
ابوالحسن علی ندوی، مولانا سید(1981)، پا جا سراغ زندگی، مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، لکھنؤ
ابوالحامد محمد ابن محمد بن محمد الغزالی، احیا العلوم

ابوظفر ندوی، مولانا سید (1947) تاریخ سندھ، دارالمصنفین ،اعظم گڑھ، یو۔پی
احمد سلطان اصلاحی (1990)، مدارس میں سائنسی تعلیم، مرکز مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی
احمد سلطان اصلاحی، ہندوستان میں مدارس عربیہ کے مسائل، ادارہ علم وادب، علی گڑھ
احمد اخلاق، (2007)، مسلمانوں کی تعلیم ایک جائزہ، شہاب الدین اعظمی، سرسید نگر، علی گڑھ
احمد اقبال انصاری (1995)، دینی مدارس کا تعلیمی نظام، خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ
احمد ومیض ندوی، مولانا سید (2008)، دینی عصری تعلیم اہمیت، طریقہ کار اور عصری تقاضے، جامعہ عائشہ صدیقہ للبنات، نزل زیر اہتمام دارالفکر وقلم مسجد سلطان نواز جنگ آغا پورہ، حیدرآباد
اختر الواسع (1985)، سرسید کی تعلیمی تحریک، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی
اصغر عباسی (1975)، سرسید کی صحافت، انجمن ترقی اردو ہند، دہلی
ارشد محمد (2001)، آزاد ہندوستان میں مسلمانوں کی تعلیمی صورت حال، پرواز رحمانی اور محمد ارشد، ہندوستان مسلمان، دعوت پبلیکیشن، نئی دہلی
افضل المطابع، مدرسہ اسلامی عربی دیوبند کا زرین ماضی ومستقبل، افضل المطابع پریس، دہلی
افضل حسین (2009)، فن تعلیم وتربیت، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلیشرز، نئی دہلی
افضل حسین (2002)، جماعت اسلامی ہند کی تعلیمی کاوشیں، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلیشرز، نئی دہلی
الطاف حسین حالی (1990)، حیات جاوید، ترقی اردو بیورو، نئی دہلی
بنت اسلام (2005)، علم، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی
تقی عثمانی، مولانا محمد (2000)، دینی مدارس دین کے قلعے، فرید بک ڈپو، نئی دہلی
ثناء الحق صدیقی (1986)، مقدمہ مسلمانوں کی تعلیمی ترقی میں مسلم ایجوکیشنل کا کردار، آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس، کراچی
جلال الدین عمری، مولانا سید (2009)، دینی علوم کی تدریس (ہندوستان کے مدارس کا نصاب اور اس کی خصوصیات)، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلیشرز، نئی دہلی
محمد اشفاق احمد (2005)، جماعتِ اسلامی ہند کی تعلیمی خدمات، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلیشرز، نئی دہلی

حبیب اللہ، عبدالبرکت محمود (1984)، ہندوستان میں مسلم حکومتوں کے اسباب ترقی، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، وزارت ترقی انسانی وسائل، حکومت ہند، نئی دہلی

حبیب الدین احمد، محمد (2003)، علامہ اقبال کا نظریہ تعلیم، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلیشرز، نئی دہلی

جعفر، ایس، ایم (2003)، تعلیم ہندوستان کے مسلم عہد حکومت میں (1000-100)، مترجم سعید انصاری، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، وزارت ترقی انسانی وسائل، حکومت ہند، نئی دہلی

حمید اللہ (2004)، خطبات بہاول پور، فرید بک ڈپو، نئی دہلی

خافی خاں، نظام الملک (1985)، منتخب اللباب، ایشیا، ٹک سوسائیٹی، کلکتہ

خرم جاہ مراد (1999)، احیائے اسلام اور معلم، ادارہ تعلیمی تحقیق، تنظیم اساتذہ، پاکستان، مزنگ

خلیق احمد، پروفیسر نظامی (1950) شاہ ولی اللہ کے سیاسی، مکتوبات، شعبہ تاریخ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

خلیق احمد، پروفیسر نظامی (1974)، سرسید احمد خاں، ایک تعارف، رانا پبلیشرز، نئی دہلی

خلیق احمد، پروفیسر نظامی (1982)، سرسید احمد خاں اور علی گڑھ تحریک، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، یو۔ پی

خلیق احمد، پروفیسر نظامی (1993)، سرسید کی فکر اور عصر جدید کے تقاضے، انجمن ترقی اردو ہند، دہلی

خلیق احمد، پروفیسر نظامی (1958)، سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات، دہلی

خلیق احمد، پروفیسر نظامی (1994)، علی گڑھ کی خدمات، انجمن ترقی اردو ہند دہلی

خلیق انجم (1994)، اسلام کا نظریہ تعلیم، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلیشرز، نئی دہلی

ذاکر حسین، جامعہ کے پچیس سال، مکتبہ جامعہ، نئی دہلی

رحمان علی مولوی (1914)، تذکرہ علمائے ہند، مطبع نول کشور، لکھنؤ

رشید احمد صدیقی، پروفیسر اور آل احمد سرور، علی گڑھ تحریک کا آغاز تا امروز، مرتب، نسیم قریشی، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

رشید، ایچ۔ کے۔ (2003) پی ایچ۔ ڈی، مقالہ بعنوان ''دینی مدارس کا منہاج عمل اور جدید معاشرتی تقاضے'' جامعہ کراچی، پاکستان

ریاست علی ندوی، مولانا سید (2003)، اسلامی نظام تعلیم، الفیصل اردو بازار، لاہور

سرور فاروقی ندوی، مفتی محمد (2007)، مدارس اسلامیہ کے نصاب کا تاریخی جائزہ اور ہندی زبان کی ضرورت، مکتبہ پیام امن، لکھنؤ

سلامت اللہ (1977) تعلیم اور اس کا سماجی پس منظر، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، وزارت ترقی انسانی وسائل، حکومت ہند، نئی دہلی

سلمان حسینی ندوی، مولانا سید (2004)، ہمارا نصاب کیسا ہو، جامعہ سید احمد شہید احمد آباد، ملیح آباد، لکھنؤ

سلامت اللہ (1990)، ہندوستان میں مسلمانوں کی تعلیم، مکتبہ جامعہ، نئی دہلی

سلیمان ندوی، علامہ سید (1939)، حیاتِ شبلی، دار المصنفین، اعظم گڑھ

سلیمان ندوی، علامہ سید (2001)، ہندوؤں کی علمی و تعلیمی ترقی میں مسلمان حکمرانوں کی کوششیں، خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ

سیف اللہ رحمانی، مولانا خالد (1994)، دینی مدارس اور عصر حاضر، مرکز دعوت وتحقیقات، حیدرآباد

شبیر بخاری، سید (1986)، میکالے اور برصغیر کا نظام تعلیم، آئینہ ادب، لاہور

شبلی نعمانی (1995)، عربی اسلامی مدارس کا نصاب و نظام تعلیم اور عصری تقاضے، خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ

شبلی نعمانی (2009)، مقالاتِ شبلی، جلد سوم، دار المصنفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ

شمس تبریز خاں (2003)، تاریخ ندوۃ العلماء (حصہ دوم) مجلس صحافت ونشریات اسلام، لکھنؤ

شمس الرحمٰن محسنی (1989)، ہندوستانی مسلمانوں کی قومی تعلیمی تحریک، مکتبہ جامعہ، جامعہ اسلامیہ، نئی دہلی

شہاب الدین دستوی (1986)، علامہ سید سلیمان ندوی اور ندوہ، سید سلیمان ندوی، مرتبہ خلیق انجم، انجمن ترقی اردو ہند، نئی دہلی

صباح الدین عبد الرحمٰن، سید (1963)، ہندوستان کے مسلمان حکمرانوں کے تمدنی جلوے، معارف پریس، اعظم گڑھ

ضیاء الحسن فاروقی (1992)، مسلمانوں کا تعلیمی نظام، مکتبہ جامعہ نئی دہلی

طاہر القادری، محمد (1997)، مقدمہ سیرت الرسول ﷺ، جلد اول، منہاج القرآن پبلیکیشنز، لاہور

طیب محمد(1965)، دارالعلوم دیو بند، اہتمام دفتر دارالعلوم، دیو بند

عابد حسین، ڈاکٹر سید(1928)، مسلمانوں کی تعلیم اور جامعہ ملیہ، مطبع جامعہ ملیہ، نئی دہلی

عبدالسلام، قدوائی ندوی(1976)، ندوۃ العلماء کے پچاسی سال، رودادِ چمن، مرتب، محمد الحسینی، مکتبہ دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

عبدالغفار مدھولی(1986)، جامعہ کی کہانی، مکتبہ جامعہ، جامعہ نگر، نئی دہلی

ابوالاعرفان خاں ندوی، ابول مولانا(1980)، نصاب تعلیم اور طریقہ تعلیم موجودہ عہد کے تقاضے

خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری(1995)، عربی اسلامی مدارس کا نصاب و نظام تعلیم اور تقاضے، خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ

علی ممشد قاسمی(1994)، تاریخ درس نظامی، مجموعہ الابیت العلمیاء، بلاس پور

غلام السیدین، خواجہ(2003)، تعلیمی تشکیل نو کے مسائل، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، وزارت ترقی انسانی وسائل، حکومت ہند، نئی دہلی

فاروقی خاں، محمد(1990)، قرآن کی تعلیمی اور تدریسی مسائل، دینی مدارس اور ان کے مسائل، جامعۃ الفلاح، بلیریا گنج، یو۔ پی

قمرالدین(1996)، ہندوستان کی دینی درس گاہیں، ہمدرد ایجوکیشنل سوسائٹی، نئی دہلی

مجیب اللہ ندوی(2002)، دینی مدارس اور ان کی ذمہ داریاں، دارالتالیف وترجمہ، اعظم گڑھ

مناظر احسن گیلانی(1953)، سوانح قاسمی، دیو بند، یو۔ پی

مناظر احسن گیلانی، مسلمانوں کا نظام تعلیم وتربیت، ندوۃ المصنفین، دہلی

محبوب رضوی، سید(1950)، دارالعلوم دیو بند کی تعلیمی خصوصیات، دیو بند، یو۔ پی

محمد الحسینی، سید(1964)، سیرت مولانا محمد علی مونگیری، بانی ندوۃ العلماء لکھنؤ، مکتبہ دارالسلام ندوۃ العلماء، لکھنؤ

محمد الیاس، برنی مولوی(1924) برطانوی حکومت ہند، حیدرآباد، دکن، جامعہ عثمانیہ، حیدرآباد

محمد سلیم، سید(2005)، اسلامی درس گاہیں صلاحیتوں کی آبیاری، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلیشرز، نئی دہلی

محمد سلیم، سید(1988)، آغاز اسلام میں مسلمانوں کا نظام تعلیم عباسی وامیہ تک، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلیشرز، نئی دہلی

محمد علی جوہر(1920)، دستور العمل جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی، مطبع جامعہ ملیہ، نئی دہلی
محمد منظور نعمانی، دارالعلوم دیوبند کا قضیہ عوام کی عدالت میں، دفتر دیوبند، یو۔ پی
نجات اللہ صدیقی، محمد(2001)، دینی مدارس مسائل اور تقاضے، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلیشرز، نئی دہلی
نعیم صدیقی، فلسفہ تعلیم و حکمت (قرآن کی روشنی میں)، تالیف، ابوالکلام حجازی، دارالبیان، نئی دہلی
یحیٰ انجم غلام(1991)، انوار خیال، نئی دہلی
یوسف القرضاوی، علامہ، اسلامی نظام کے خدوخال، مترجم، ابوالظفر انصاری، ادارہ درسیات اسلامیہ، لاہور

اخبارات ورسائل

روزنامہ راشٹریہ سہارا، دہلی، دینی مدارس نمبر 31/مارچ 2007
سہ روزہ دعوت، نئی دہلی 19/جولائی 2008
ہفت روزہ الجمعیۃ (دینی مدارس نمبر) 18/اکتوبر 2002ء

رپورٹ:

سچر کمیٹی رپورٹ: ''ہندوستان میں مسلمانوں کا سماجی، معاشی اور تعلیمی موقف''
وزیراعظم ہند کی قائم کردہ اعلیٰ سطحی کمیٹی کی رپورٹ، 2006ء جو سچر کمیٹی کے نام سے مشہور ہے

English Books:

A Glance at Dar-ul-Ulum, Deoband, Centenary Celebration Office, Dar-ul-Ulum, Deoband, 1980.History Speaks-116 Glorious Years of Dar-ul-Ulum; Deoband Centenary Celebration Office, Dar-ul-Ulum, Deoband, 117 years services of dar-ul-Ulum Deoband in the fields of Nation; Community Information and Culture, etc, Centenary Celebration Office, Darul-Ulum, Deoband, 1984.

Abdul, Rasool, V. G. (1973). *The Educational Ideas of Maulana Abdul Kalam Azad.* New Delhi: Sterling Publishers.

Abdullah, S. M. (1922). *A Descriptive catalogue of the Persian, Urdu and Arabic Manuscripts*, Punjab University Library, Volume-I, Lahore.

Abid, Husain Abid (1965). *The Destiny of Indian Muslims*. Bombay: Asia Publishing House.

Agarwal, Meena (2007). *Education in Third world and India.*

Ahmad, A. (1993). *Muslim in India No.1 Bihar,* Vol 1, Delhi: Inter India Pub.

Ahmed, Imtiaz (1981). *Ritual and Religion among Muslims in India***.** New Delhi: Manohar Publications.

Ahmed, Khurshid (1982). *Principles of Islamic Education*. Lahore: Islamic Publications Ltd., Shah Alam Market.

Ahmed, M. M. Zahur-uddin (1935). *Present day problems of Indian Education with special reference to Muslim Education*. Mumbari: Fine art Press.

Ahmed, Manzoor (1995). *Islamic Education Redefenition of Aims and Methodology*, New Delhi: Qazi Publishers.

Ahmed, Mirza Ghulam (1937). *The Teachings of Islam*. Ahmadiya Anjuman Ishaat-i-Islam, Lahore.The Philosophy of the Teaching of Islam; Mirza Wasim Ahmed Nazir, Nazir Dawat-o-Tabligh, Qadian, Punjab, 1965.

Ahmed, Mohmmad Akhlaq(1985). *Traditional Education among Muslims-A Study of some Aspects in Modern India*. Delhi: B.R. Publishing Corporation.

Ahmed, Munir-Uddin (1968). *Studies in Islamic History Muslim Education and Scholars, Social Status upto the 5th Century Muslim Era and 11th Century Christian Era in the light of Tarikh-i-Bagdad.* Zurick: Verla, Der Islam.

Ahmed, Nizam-uddin (1903). *Muhammadan Education in Berar (Central Provinces*. Nagpur :Albert.

Ahmed, Rafi-uddin (1981). *The Bengal Muslims-1871-1906: Quest for Identity*. New York: Oxford University,Press.

Ahmed, S. (2001). *India's Modern education revolution and Muslim minority.* Ranchi: Markaz-e Adab wa science.

Akhterul Wasey (etd.) (1944). *Madrasas in India: Trying to be Relevantm.* New Delhi: Global media publications.

Alfred, Guillaume (1924). *The traditions of Islam Introduction to the study of Hadis Literature*. Oxford.

A**li, B. Sheikh** (1981). *Islam A Cultural Orientation*. New Delhi: Macmillan Indian Limited.

Ali, Meer Hasan (1832). *Observation on the Musalmans of India*. Parbury, Allen and Co. Leaden Hall Street, II Volumes Lodon, reprint.

Ali, Mohammad, *The Proposed Muhammadan University*, Caxton Printing Works, (L.T.P).

Ali, Syed Amir (1978). *The Spirit of Islam - A History of the Evolution and Ideals of Islam with a Life of the Prophet.* Christopher, London, 1922, Idarha-i-Adabiyat-i-Delhi, reprint. A Short History of the Saracens; London, 1934.

Al-Naqhib, Al-Attas (1977). *Aims and Objectives of Islamic Education*. Kindg: Hodder and Stoughton.

Altekar, A. S. (1974). *Education in Ancient India.* Nand Kishore & Bros.

Ameer Ali (1974). *The Spirit of Islam, London,* Chatto & Windus.

Ansari, A. S. Bazmee (1965). *Dar-ul-Ulum Encyclopedia of Islam.* (New series), Volume II, Leiden.

Ansari, I. A. (1988). *Muslim Educational Backwardness, New Educational policy and programmes.* Delhi: Sterling Publications.

Apte, D. G. (1961). *Our Educational Heritage-the background of Hindu Education.* Baroda: Acharya Book Depot.

Arnold, T. W. (1963). *The Preaching of Islam - A History of the propagation of the Muslim faith.* Sheikh Mohammad Ashraf Publisher and Book Sellers, Kashmiri Bazar, Lahore, Reprint, 1963.

Arnold, Thomas (1931). *The Legacy of Islam.* London: Oxford University press, Guillaume, Alfred (Editors).

Asad, Mohammad and Leopold, Weiss (1934). *Islam on the Cross roads.* New Delhi: The Arafat Publications, Karol Bagh.

Ashraf Ali (1982). *The Muslim Elite.* Delhi: Atlantic Publishers.

Ashraf, S. A. and Husain, S. S. (1979). *Crisis in Muslim Education-Islamic Education Series.* Hodder the Stoughton, King Abdulaziz University, Jeddah.

Bahadoor, Moulvi Abdul Luteef Khan (1868). Muhammadan Education in Bengal-Read at the Second Session of the Bengal Social Science Association-Held at the Town Hall of Calcutta, on January 30 1868, represented from the transactions of the Bengal; Social Science Association, Calcutta.

Baig, M. R. A. (1974). *The Muslim Dilemma in India.* New Delhi: Vikas Publishing House, Ansari Road.

Bakhsh, S. Khuda (1974). *Politics in Islam: Idarah-i-Adabiyat-i-Delli,* Delhi, Reprint. Contribution to the History of Islamic Civilization, Calcutta University Press, 48 Hazra Road, Bally Gunge, Calcutta, 1959.

Bandyopadhya (2002). Madrasa Education and contribution of Indian Muslims. *Economic and political weekly,* Vol. 20.

Barbara Daly Metcalf (1982). *Islamic Revival in British India: Deoband, 1860-1900.* Delhi: Oxford University press.

Barhold, V. V. (1934). *Mussalman Culture; translated from Russian to English by Shahid Suhrawardy.* Calcutta: Calcutta University Press.

Basak, J. C., *Educational Reformation in India*; 363 Upper Chitpore Road, Calcutta, (N.D.A.).

Basak, N. C., *History of Vernacular Education in Bengal 1800-1854.* Calcutta: Bharti Book Stall, Educational Publishers, (N.D.A.).

Basu, Aparna (1974). *The growth of Education and Political Development in India -1898 to 1920.* Delhi: Oxford University Press. Essays in the History of Indian Education; Concept Publishing Company, Bali Nagar, New Delhi, 1982.

Beg, Mirza Yar Jung Sanil Ullah (1925). *Educational Problems in India.* Hyderabad: Balreddy and company.

Bernier, F. (1925). *Travels in the Mughal Empire.* translated by Archibald Constable, London 1916.

Bhargava, K. D. (1981). *A Survey of Islamic Culture and Institutions.* Allahabad: Kitab Mahal.

Bilgrami, H. H. (1981). *Call from the Minaret-Islamic Values and Education.* London: Islamic Council of Europe.

B**ogra, Bahar-ud-din** (1885). *The Bengal Mussalmans.* Calcutta.

Briggs, H. G. (1849). *The Cities of Gujrashtra.* Bombay.

Brijbhushan, Jamila (1980). *Muslim Women - In Purdah and out of it.* New Delhi: Vikas Publishing House.

Brill, E. J. (1953). *Shorter Encyclopedia of Islam-"Madrasa".* Leiden.

Cash, Wilson (1925). *The Moslem World in Revaluation.* London: Edinburgh House Press.

Chaube, S. P. (1965). *Survey of Educational problems and Experiments in India*. Allahabad: Kitab Mahal.

Chaudhry, Abdul Ghafur (1982). *Some Aspects of Islamic Education*. Lahore: Universal Books.

Chaudhry, Syed Nawab Ali (1900). *Vernacular Education in Bengal*. Calcutta.

Christopher, John B. (1972). *The Islamic Tradition.* New York: Harper and Row Publisher.

Cole, Percihval R. (1931). *A History of Educational Thought*. London: Oxford University Press.

Engineer, A. A. (1985). *Indian Muslims and Educational Secular Prespective,* July1-15.

Engineer, Ashgar Ali (2003). *Indian Muslim Problems of India*. New Delhi: Ajanta Publications.

Engineer Asghar Ali (1982). *Status of Women in Islam.* New Delhi: Ajanta Publication.

Engineer Asghar Ali (1996). "Understanding Islam". *Economic and political weekly,* January,13-20

Engineer, Asghar Ali (1984). *Islam and Revolution*. New Delhi: Ajanta Publications.

Faheemuddin (2004). *Modernization of Muslim Education in India*. Delhi: Adhyana Publication.

Fanshawe, H. C. (1902). *Delhi-Past and Present*. London.

Farnacois Bernier (1916). *Travels in the Moghul Empire, A.D.1656-1666s* 2nd Edition revised by -Vincent -A. Smith , London , Oxford University Press

Faruqi, I. H. Azad (1982). *The Tarjuman Al-Quran*. New Delhi: Vikas Publishing House Pvt. Ltd.

Faruqi, Ziya-ul-Hasan (1963). *The Deoband School and the demand for Pakistan.* London: Asia Publishing House.

Ferishta. (1829). *Tarikh-i-Ferishta,* Translated by John Briggs, Volume 4, London.

Francklin, W. (1979). *History of Shah Alam.* New Delhi: Classical Publications.

Franda, Marcus. *Education for Young Muslims The Crescent school of Old Delhi.* Field Staff Reports, (L.T.P).

Fransis, Robinson (2007). *Islam, South Asia and the West.* New Delhi, Oxford.

Fyzee, Asaf A. A. (1981). *A Modern Approach to Islam.* Calcutta: Oxford University Press.

Gardon, D Newby (2004). *A concise Encyclopaedia of Islam,* England: One World, Oxford

Gauhar, Altaf (1952). *Islamic Society and the West-A study of the Impact Western Civilization on Moslem Culture in the Near East.* London: Oxford University Press.

Gibb H. A. R. (1954). *Mohammadanism.* Oxford University Press, London.The Challenge of Islam; Islamic council of Europe, 24 Grosvenor Gardens, London, 1978. Studies on the civilization of Islam; Routledge and Kegan Paul, London, 1962. Whither Islam? A Survey of Modern Movement in the Moslem World; Victor Gollances Ltd., London, 1932.

Gibb, H. A. R. (1953). *Shorter Encyclopedia of Islam.*; E. J. Brill, Leiden.Kramers, J. H.

Govt. of India (2001). *Census of India*

Gruenbaum, Gustave-e-Von (1955). *Unity and Variety in Education in Muslim Civilization.* University of Chicago.

Gupta, Raghuraj (1977). *Hindu Muslim Relations; Ethnographic and Folk Culture Society.* Mahanagar, Luchnow.

Hai, S. Abdul (1977). *India During Muslim rule*. translated by Mohammad-uddin Ahmed, Lucknow: Academy of Islamic Research and Publications.

Hameed, Hakim (1981). *Islam at a Glance*. New Delhi: Vikas Publishing House.

Hamid Saiyad (1986). *National Policy on Education Higher Education with special Reference to Muslims*. New Delhi: Hamdard Education Society.

Hamid, Abdul (1918). *Miftah-ul-Kunuz-A list of the Arabic Manuscripts*. Patna: Khuda Bakhsh Library.

Hanifi, M. Jamil (1974). *Islam and the Transformation of Culture*. Bombay: Asia Publishing House.

Haque, M. A. (1917). *History of the Muslim Education in Bengal*. Calcutta.

Hardy, P. (1972). *The Muslims of British India*. London: Cambridge University Press.

Harman, S. (1977). *Plight of Muslim in Indian*. London: D. L. Publications.

Hartog, Philip (1939). *Some Aspects of Indian Education Past and Present*. London: Oxford University Press.

Hasan, M. (1996). *Madarsa Education Present scenario and the Muslim community people democracy*, Vol. XXVI

Haseena Hashia (1998). *Muslim Women in Indian scince Indepedence*.

Delhi: Institute of objective studies.

Hell, Joseph (1926). *The Arab Civilization*, translated into English from German by Khuda Bakhsh, London: Heffer and Sons.

Hitti, P. K. (1946). *A History of the Arabs*. London: Macmillan and Company.

Hitti, P. K. (1948). *The Arabs: A Short History*. London: McMillian & Co.

Hossein, Syed Amir (1880). *Muhammadan Education in Bengal*. Calcutta.

Hossian, M. (1957). *Islam Versus Christianity*. Calcutta: Modern Book.

Hunter, W. W. (1886). *The Indian Musalmans*. 2nd Edition, London,(L.T.P.).

Hunter, W. W. (1969). *The Indian Mussalmans*. Varnasi: Indological Book House.

Huque, M. Aziz-ul (1917). *History and Problems of Muslim Education in Bengal.* Calcutta: Thacker, Spink and Company.

Husain S. Abid (1965). *The Destiny of Indian Muslims*. Bombay: Asia Publishing House.

Husain, Agha Mahdi, (1977). *Futuhu's Salatin or Shah Nama-i-Hind of Isami.* Vol. 3, New York: Asia (Editor) Publishing House.

Husain, S. E. (1968). I*ndian Muslims Challenges and Opportunity*. Bombay.

Husaini, S. A. Q. (1976). *Arab Administration*. Delhi: Idarah-i-Adabiyat-i-Delli, Reprint.

Hussain, M. G. (2004). *Muslim Youth and Madrasa Education in Purnea District of Bihar*. New Delhi: Institute of Objective Studies.

Hussain, S. E. (1968). *The Indian Muslims*. Lalvani Bombay.

Ibrashi (1964). *Studies in Islam Series-Education in Islam*. translated by Muhammad Atiya El-Ismail Kashmiri, The Supreme Council for Islamic Affairs, Cairo, U.A.R.

Ikram, S. M. (1964). *Muslim Civilization in India*. New York: Columbia University Press.

Imam, Zafar (Editor) (1975). *Muslims in India*. New Delhi: Orient Longman Ltd.

Indu Menon (1988). *Status of Muslim Women in India*. Delhi: Uppal Publishing House.

Iqbal Mohammad (1980). *The Reconstruction of Religious Thought in Islam.* New Delhi: New Taj Office, Reprint.

Iqbal, Mohammad (1977). *The Mission of Islam*. New Delhi: Vikas Publishing House.

Ishtiaque Ahmed (2007). *Educational Empowerment of Muslim Girls*. Lucknow: New Royal book company.

Ishwari Prasad (1933). *A History of the Muslim rule in India*. Allahabad: Indian Press.

Ivanow, W. *A Concise of Descriptive Catalogue of the Persian Manuscripts*; Asiatic Society Library of Bengal, Bibliotheca Indica, Baptist Mission Press, Calcutta 1924, and I and II supplements of 1928 and 1929, (L.T.P.).

Jaffar, S. M. (1936). *The Moghul Empire from Babar to Aurangzeb*. Peshawar: S. Muhammed Sadiq khan.

Jaffar, S. M. (1972). *Education in Muslim Indian.* Delhi: Idarah-i-Adabiyat-i-Delli, Reprint.

Jain, Sushila (1986). *Muslims and Modernization*. Jaipur: Rawat Publications.

Jain, M. S. (1965). *The Aligarh Movement*; Its Origin and Development-1858 -1906, Agra: Sri Ram Mehra Publications.

Jamal Malik (2008). *Madrasas in South Asia: Teaching Terror*? London, Routledge

Jameelah, Maryem (1982). *Islam Versus Ahl-al-Kitab-Past and Present*. Delhi: Taj Company.

James, H. R. (1917). *Education and Statesmanship in India-1797-1910.* New York: Longman, Green and Company.

Jouher (1972). *Tezkereh-al-Vakiat or Private Memoirs*. Translated by Charles Stewart, Delhi: Idarah-i-Adabiyat-i-Delli, Reprint.

Jung Al-Haj (1926). *A Dissertation on the Administration of Muslim Law.* Allahabad: Mohammad -ullah Ibn-S -Ullah S. Jung.

Kamal Uddin Khwaja (1981). *Islam and Civilization; the working Muslim Mission and Literacy Trust,* Lahore: Mosques working.

Karandikar, M. A. (1968). *Islam in India's Trasition to Modernity,* New Delhi: Orient Longman.

Karim, Abdul (1900). *Mohammedan Education in Bengal.* Calcutta.

Kaur, Kuldeep (1990). *Madrasa Education in India: A study of its past and present,* Centre for Research in Rural &Industrial Development.

Kaur, Kuldeep (2013). *Contribution of Islamic Education to Science, Social Science and Literature in India*

Kazi, S. G. (1960). *Place of Minorities in India with Special Reference to their Educational Problems*. Bombay: Times of India Press.

Keay, F. E. (1954). *Indian Education in Ancient and Later Times an Inquiry into its Origin, Development and Ideals.* Calcutta: Oxford University Press.

Keay, F. E. (1984). *A History of Education in India.* Calcutta.

Keene, H. G. (1971). *The fall of the Mughal Empire*. Delhi: Oriental Publishers, Reprint.

Khan,Inamullah (1937). *Islamic Contributions to Modern Civilization Rangoon School of Islamics*, Rangoon.

Khan, Nawabzada (1945). Pakistan Literature Series No. 7 Muslim Educational Problems, Liaquat Ali, Ashraf Publications, Kashmiri Bazaar, Lahore.

Khwaja, Jamal (1977). *Quest for Islam-A Philosopher's Approach*. New Delhi: Allied Publishers.

Kuldip Kaur (1990). *Madrasa Education in India: A Study of its past and present*. Candigarh: Centre for Research in Rural & Industrial devolopment.

Kuldip Kaur (1995). *Madrasa Education in India: A Study of its past and present*. Chandigarh, Centre for Research in Rural & Industrial devolopment.

Laird, M. A. (1972). *Missionaries and Education in Bengal - 1793-1837.* London: Oxford University Press.

Lanepool, Stanley (1883). *Studies in a Mosque.* London: W. H. Allen and Company.

Latif, Syed Abdul (1977). *Bases of Islamic Culture.* Delhi: Idrah-i-Adabiyat -i-Delli, Reprint, 1977.

Lavan, Spencer (1974). *The Ahmadiya Movement - A History and Perspective.* Delhi: Mandiar Book services.

Levy, Reuben (1932). *An Introduction of the Society of Islam.* London: Williams and Nargote Limited.

Limaye, P. M. (1945). *Education in India Today.* Poona: Aryabhushan Press.

Lokhandwalla, S. T. (1972). *India and Contemporary Islam-Proceedings of a Seminar.* Shimla: Indian Institute of Advanced Study.

Madrasa Reforms : Indian Muslim Voices. Mumbai: Vikas Addhyayan Kendra, 2008.

Mahammad, Syed (1985). *History of English Education in India its Rise, Development, Progress, present Education and prospects being a Narrative of the various phases of Educational Policy and Measures Adopted under the British rule from its Beginning to the Present Period-1871-1893.* Aligarh: Honorary Secretary of the Muhammadan Anglo Oriental College.

Majali, A. S. (1972). *The Development of Higher Education in the Arab World.* University of Essex.

Mandal, S. R. (1994). *Education Status of Muslims problems, Prospects and prentices.* New Delhi: Inter India Pub.

Marghoobur (1977). *Dar-ul-Ulum Deoband on the Path of Dar-ul-Ulum.* New Delhi: Information and Rehman Broadcasting Bureau, 1977.

Mathur, Y. B. (1972). *Muslim and Changing India.* New Delhi: Trimurti Publications.

Mayhew, Arthur (1926). *The Education of India.* London: Feber and Gwyer Limited.

Metcalf, Barbara Daly (1982). *Islamic Revival in British India-Deoband-1860-1900.* New Jersey: Princeton University Press.

Miftahi, Maulana (1984). *Dar-ul-Ulum Deoband*. translated by Prof. Alique A Siddiqui; Centenary Celebration, Deoband: Mohammad Zafir-ud-di Office, Dar-ul-Ulum.

Miller, Roland (1976). *Mappila Muslims of Kerala-A Study in Islamic Trends*. New Delhi: Orient Longman.

Mitra, Sukumar (1972). *History of India from Earliest Times to the 20th Century*. Delhi: Trinagar.

Moazzam, Anwar (1981). *Islam and Contemporary Muslim world*. New Delhi: Light and Life Publishers.

Mohammad, Tayyab Qari (1980). *Centenary Celebration Office Dar-ul-Ulum*. Deo-band.

Mohini Anjum (1992). *Muslim Women in India*. New Delhi: Radant Publishers.

Mott. John R. (Editor) (1925). *The Muslim World of Today*. London: Hodder the Stoughton Limited.

Mufti, Muzaffar Hussain (1981). *Mazahir-ul-Ulum, Saharanpur-A World Centre of Knowledge and Learning*; Department of Information and Publication, Mazahir-ul-Ulum, Saharanpur, 1981.Madrasa Mazahir-ul-Ulum one of the Centers of Islamic Culture and Education in the Muslim World; Mazahir-ul-Ulum, Saharanpur, 1980.

Muhammad Ali, Maulana (1921). *A Scheme of Studies for the National Muslim Educational Institutions in India*. Bombay.

Muhammad, Yasin (1958). *A Social History of Islamic India-1605-1748*. Lucknow: The Upper India Publishing House.

Mujeeb, M. (1984). *Islamic Influence on Indian Society*. Meenakshi Prakashan, Begum Bridge, Meerut.The Indian Muslims; London, 1967. Traditional Values; Meenakshi Prakashan, Begum Bridge, Meerut, 1971.

Muqtadir, Khan M., *Catalogue of Persian and Arabic Manuscripts in Oriental Library*, Bankipur, Patna, XVII Volumes and an Index, 1910-1939, (L.T.P.).

Mushir-ul-Haq (1977). *Islam in Secular Indian; Indian Institute of Advanced study*, Shimla.

Muzzammil, M. (2003). *A Study of Health studies of Muslim Women in India*, Delhi: Anmol Publications.

Nadvi, S. Suleman (1938). *Islami Nizam-i-Talim or Muslim Educational System.* Azamgarh: Dar-ul-Musannifin.

Nadvi, Syed. *Muslim Thought and its source.* Mohammad Ashraf.

Nadwi (1963). *Allama :The Education of Hindus Under Muslim Rule*; Academy and Educational Research, All Pakistan Educational Conference, Karachi, 1963.

Nadwi, S. Abul (1960). *Cultural Aggression in Free India*; Anjuman-i-Talimaat-i-Deen, Basti, Uttar Pradesh.

Nafis, Ahmad (1959). *Muslim Contribution to Geography.* Lahore: Mohammad Ashraf.

Naik, J. P. (1977). *A Students History of Education in India-1800-1973.*

Nakosteen, M. (1964). *History of Islamic Origins of Western Education 800-1350.* A. D. with an introduction to Medieval Muslim Education; Colorado: Boulder.

Narendranath, Law (1916). *Promotions of Learning in India: During Muhammadan Rule by Muhammadans*, London: Longman & Green.

Nasr, Saiyid Hussain (1968). *Science and Civilization in Islam.* Cambridge.

Nasr, Saiyid Hussain (1977). *Contributions to Islamic culture.* Tehran: Imperial Iranian Academy of Philosophy.

Omer Khalid (1995). *Indian Muslims since Independence.* Delhi: Vikas Publishing House.

Shriwastawa, Kum Kum (2006). *The Status of Muslim Women.* Delhi: N Series Publicattions.

Shabbir Khan (1996). *Status of Women in Islam.*, New Delhi: APN Publications.

Sheikh Iqbal, Mohammad Sheikh (1982). *Ideals of Islam and other Essays*. Delhi: Idarah-i-Adabiyat-Iqbal Talal Javed Sheikh-i-Delli.

Siddiqui, A. (2001). *Implementation of the Modernization of Madrasa Education Scheme in Delhi.* New Delhi: Jamia Millia Islamia.

Singh, Attar (Editor) (1976). *Socio-cultural Impact of Islam on India*. Chandigarh: Publication Bureau, Punjab University.

Singh, A. K. (2005). *Empowerment of Muslim Women in India.*

Singh, S. K. (2003). *Minorities, The concept and status*. Delhi: Anmol publications.

Sral, Jhingran (2010). *Madrasa Education in Modern India: A Study*. Manohar Publishers

Syed, Mohammad (Editors). Abdulaziz University Jeddah.

Talath An Ashraf (1992). *Muslim Women in changing prespective*. New Delhi: Common wealth publishers.

Usha Sanyal (1996). *Devotional Political in British India*, Ahmed Reza Khan Brailawiand His Movement 1870-1920, New Delhi: Yoda Press

Vaishali, Saxena (2003). *Muslim women and legal embeddedness*.

New Delhi, Anmol Publications.

Waheed, A. *The Evolution of Muslim Education.* (L.T.P.).

Waheeduddin Khan (1996). *Indian Muslim: The Need for a positive outlook.* New Delhi.

Wasey, Akhtarul (1977). *Education of Indian Muslims-A Study of All India Muslim Educational Conference-1886-1947*. New Delhi: Press Asia International.

Wensinck, A. J. (1932). *The Muslim Creed-its Genesis and Historical Development.* London: Cambrige University Press, Fetter Lane.

Whelehead, Henry D. D. (1924). *Indian Problems in religion, Education and Politics.* London: Constable and Company Limited.

Wherry, E. M. (1976). Strachey Road, Allahabad, Barton James L

Wilson, John (1971). *Education in Religion and Emotions*. London: Heinemann Educational Books Limited.

Wojtilla, Gyula (Editor) (1983). *Contribution of Islam to World Civilization and Culture.* New Delhi: Light and Life Publishers, Pahar Ganj 1983.

Wood House, Hellen (1944). *A Survey of the History of Education.* London: Edward Arnold and Company, Butler and Tanner Limited.

Woodswall, Ruth Frances (1983). *Women in the Changing Islamic System.* New Delhi: Bihila Publishing House, Reprint.

Yogindar Sikand (2005). *Bastions of the Believers: Madrasas and Islamic Education in Indi.* Delhi: Penguin Books.

Zakaria, Rafiq (1971). *Rise of Muslims in Indian Politics-An Analysis of Development from 1885 to 1906.* Bombay: Somaiya Publications.

Zellner, Albert (1951). *Education in India-A Survey f the Lower Ganges Valley in Modern Times*. Bookman Associates, United States of America, New York.

Zellner, Aubrey. *Education in India.* New York: Bookman Associated.

Zoya Hasan (2004). *Unequal citizens in India: A study of Muslim women*

Zoya Hasan & Retu Menon (2004). *Unique citizens in India: A study of Muslim women.* Oxford University press.

Zubaid, Ahmad (1946). *The Contribution of India to Arabic Literature*. Jullunder: Maktaba-i-Din-o-Danish.

Zwemer, S. M. *The Mohammadan World of Today.* Chugh Publications

Zwemer, Samuel M. (1915). *Childhood in the Muslim World.* New York: Fleming H. revel Company.

ضمیمہ جات

APPENDIX

سوال نامہ (برائے اساتذہ)

اس سوال نامہ میں مطلوب تمام جوابات صرف تحقیق کی غرض سے حاصل کے جارہے ہیں۔ تحقیق کا مقصد بہار کے پٹنہ کمشنری کے مدارس کا اندراج، ترک مدرسہ اور حصولیابی کا مطالعہ، دینی مدارس ومکاتب کی موجودہ کیفیت کا اندازہ کرنا نیز ان میں تبدیلی کی ضرورت سے متعلق آپ کی رائے کا پتہ لگانا ہے۔ اس تحقیق کا حکومت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ سوال نامہ کے تمام جوابات پوری طرح مخفی رکھے جائیں گے۔ ہماری گزارش ہے کہ اپنے قیمتی وقت میں سے کچھ حصہ اس سوال نامہ کے لئے فارغ فرما کر تحقیقی عمل میں تعاون فرمائیں۔ شکریہ

کفیل احمد

پی ایچ.ڈی اسکالر

مانو، حیدرآباد

آپ کا نام:..

عمر: .... تعلیم:..................... تدریس کا تجربہ:............................

سال:.. عہدہ: ....

ماہانہ تنخواہ:.. روپے:.......................................

مدرسہ کا نام وپتہ: ....

1۔ مدرسہ کے اوقات وکل گھنٹے :..

2۔ مدرسہ میں کن درجات تک تعلیم دی جاتی ہے؟..

3۔ مدرسہ میں طلباء کی تعداد:................لڑکے:............لڑکیاں:.........کل تعداد:.................

4۔ مدرسہ میں طلباء کے بیٹھنے کی جگہ کتنی ہے؟ کافی/ ناکافی

5۔ کیا مدرسہ میں کتب خانہ ہے؟ ہاں/ نہیں

6۔ کیامدرسہ میں بیت الخلا و پینے کے پانی کا معقول انتظام ہے؟ ہاں/ نہیں

7۔ کیا سبھی جماعتوں میں تختہ سیاہ و دیگر امدادی سامان دستیاب ہے؟ ہاں/ نہیں

8۔ کیا مقیم طلباء کے لئے رہائش کا معقول انتظام ہے؟ ہاں/ نہیں

9۔ اساتذہ کو تنخواہ کے علاوہ ملنے والی سہولیات رہائش مکان/ کمرہ بچوں کی مفت تعلیم، مفت علاج، طعام دیگر سہولیات ہے۔

10۔ کیا آپ موجودہ تنخواہ و سہولیات سے مطمئن ہیں؟ ہاں/ نہیں

11۔ اگر نہیں تو ان میں کیا تبدیلی چاہیں گے؟ تحریر کیجئے:

12۔ آپ کے مدرسہ/ مکتب میں کون کون سے مضامین پڑھائے جاتے ہیں؟

13۔ کیا طلباء کو کوئی حرفہ یا کام بھی سکھایا جاتا ہے؟ ہاں/ نہیں

14۔ اگر ہاں تو حرفہ/ کام کا نام لکھئے؟

15۔ کیا آپ کے مکتب/مدرسہ میں جدید مضامین پڑھائے جاتے ہیں؟ ہاں/ نہیں

16۔ اگر ہاں تو جدید مضامین کے نام لکھئے: ....

17۔ اگر نہیں تو کیا آپ آپنے مدرسہ میں دینی تعلیم کے ساتھ ان جدید مضامین کو پڑھانا پسند کریں گے؟ ہاں/ نہیں

18۔ کیا آپ اپنے مدرسہ کے نصاب میں تبدیلی لانا پسند کریں گے؟ ہاں/ نہیں

19۔ نصاب میں سابقہ تبدیلی کتنے سال پہلے کی گئی تھی؟ ....سال قبل۔

20۔ اب نصابی تبدیلی کے دوران مدرسہ میں کون کون سے مضامین ختم کرنا چاہیں گے؟

21۔ اب نصابی تبدیلی کے دوران کن کن مضامین کو شامل کرنا چاہیں گے؟ ....

22۔ کیا آپ درس نظامی کی تفصیل سے پوری طرح واقف ہیں؟ ہاں/ نہیں

23۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ ابتدا درس نظامی میں جدید مضامین بھی شامل تھے؟ ہاں/ نہیں

24۔ کیا آج مدارس میں جدید مضامین پڑھائے جا سکتے ہیں؟ ہاں/ نہیں

25۔ درس نظامی کے پوری طرح زیرِ عمل نہ آنے کے اسباب پر صحیح کا نشان لگائیے:

(1) مدارس کے لئے جدید مضامین کے اساتذہ کا دستیاب نہ ہونا۔

(2) منتظمین کی عدم دلچسپی

(3) کتب کی کمی

(4) علماء کا جدید مضامین کے تئیں منفی رویہ

(5) درس نظامی آج کے حالات میں غیر موزوں

26۔ کیا مکاتب/مدارس میں جدید مضامین کی تعلیم غیر اسلامی کام ہے؟ ہاں/ نہیں

27۔ کیا جدید مضامین کی تدریس سے دینی مضامین کی تدریس پر بُرا اثر پڑے گا؟ ہاں/ نہیں

28۔ کیا اسلامی تعلیم کے ساتھ جدید مضامین کی تدریس سے مدارس عصر حاضر کے تعلیمی و سماجی تقاضوں کو بہتر شکل میں پورا کریں گے؟ ہاں/ نہیں

29۔ مدراس میں جدید مضامین کی تدریس کا کام کس کے ذریعہ بہتر ہوگا؟

(i) حکومت کے تعاون سے

(ii) مدرسہ انتظامیہ کے ذریعہ

30۔ اگر یہ کام حکومت کے تعاون سے ہونا چاہئے تو تعاون کی کیا شکلیں ہوسکتی ہیں؟

(i) حکومت سے مالی امداد حاصل کر کے

(ii) جدید مضامین کے اساتذہ حاصل کر کے

(iii) مفت نصابی کتابیں حاصل کر کے

31۔ کیا آپ ایک ایسی اسکیم سے واقف ہیں جس کے تحت جدید مضامین یعنی عام سائنس، ریاضی اور انگریزی پڑھانے کے لئے حکومت تعاون دیتی ہے؟ ہاں/ نہیں

32۔ اگر ہاں تو اس اسکیم کے کیا مقاصد ہیں؟

(i) مسلمانوں میں جدید تعلیم کا رجحان پیدا کرنا

(ii) مسلمانوں میں ابتدائی تعلیم عام کرنا

(iii) مدارس کو جدید طرز پر تبدیل کرنا

(iv) مدراس کے تعلیمی نظام کو بہتر بنانا

(v) مسلمانوں میں مکمل خواندگی لانے میں مدارس کی مدد کرنا۔

(vi) مدارس میں بالواسطہ حکومت کا تسلط قائم کرنا

(vii) دستورالہند میں مذکور سب کے لئے مفت ابتدائی تعلیم کے مقاصد کو حاصل کرنے میں مکاتب/مدارس کی مدد حاصل کرنا۔

(viii) مدارس میں دینی تعلیم کی مہم کو ضعیف بنا دینا

33۔ کیا آپ اپنے مدرسہ کی کارکردگی سے مطمئن ہیں؟ ہاں/ نہیں

34۔ اگر نہیں تو کارکردگی بہتر بنانے کے لئے آپ کا کیا مشورہ ہے؟

35۔ مکتب/مدرسہ سے فراغت کے بعد آپ کے طلباء ذیل میں سے کیا کام کرتے ہیں:

(i) اعلیٰ تعلیم حاصل کرتے ہیں

(ii) مساجد کے امام بنتے ہیں

(iii) مدرس بنتے ہیں

(iv) جدید اعلیٰ تعلیم حاصل کرتے ہیں

(v) معاشی امور میں لگ جاتے ہیں

(vi) بے روزگار رہتے ہیں

36۔ کیا مدراس کے مجموعی تعلیمی معیار کو بہتر بنانے کی ضرورت ہے؟ ہاں/ نہیں

37۔ کیا مدرسہ کونسل سے کی تشکیل ہونی چاہیے؟ ہاں/ نہیں

38۔ کیا مدرسہ کونسل سے تنخواہیں بہتر ہو جائیں گی؟ ہاں/ نہیں

39۔ کیا مدرسہ کونسل تعلیمی معیار کو سدھارنے میں مدد کرے گی؟ ہاں/ نہیں

40۔ اس کے علاوہ مدرسہ کے تعلیمی معیار کو سدھارنے کے لئے آپ کا کیا مشورہ ہے؟

TITLE

" A STUDY OF THE MADARSAS OF PATNA COMMISSIONARY OF THE BIHAR STATE WITH REFERENCE TO ENROLLMENT, DROPOUTS AND ACHIEVEMENT"

''ریاست بہار کے پٹنہ کمشنری کے مدارس میں اندراج، ترکِ مدرسہ اور حصولیابی کا مطالعہ''

INSTITUTIONAL DATA SHEET

ادارہ جاتی کوائف نامہ

Note: Please provide the following information as per your office records and to the best of your knowledge and information. The confidentiality of the data is assured. It is used for the research project purpose only.

برائے کرم درج ذیل اطلاعات آفس ریکارڈ اور اپنی معلومات صحیحہ کے مطابق فراہم کرنے کی زحمت فرمائیں

1	Name and Address of the Madrasa	:	
	مدرسہ کا نام و پتہ	:	
2	Name of the Organisation running of Madarsa	:	
	مدرسہ کس تنظیم کے تحت چل رہا ہے	:	
3	Building ownership	:	Own / Rented / Others (Pls. Specify)
	عمارت کی نوعیت	:	کرایہ/ ذاتی
4	Type of Children accommodated	:	Boys / Girls / Both
	دارالاقامہ/ مدرسہ میں رہنے والے بچے	:	لڑکے/لڑکیاں/ دونوں
5	Strength at Present as on 2012-2015	:	2012-2015 تک بچوں کی موجودہ تعداد

6 Details of Building / accomodation Available :

: عمارت وہاسٹل کی تفصیلات

i No. of domitories with area (in Sq.ft.) and dimensions :

: اجتماعی سونے کے کمروں کی تعداد (خطہ، حجم)

ii No. of classrooms with area (in Sq.ft.) and dimensions :

: کمرہ جماعت کی تعداد (خطہ، حجم)

iii Recreation room with area (in Sq. Ft.) and dimensions : Boys / Girls / Both

: تفریحی کمروں کی تعداد (خطہ، حجم)

iv Library room with area (in Sq.ft) and dimensions :

: کتب خانہ (خطہ، حجم)

v Counselling and guidance room with area (in Sq. ft.) and dimensions :

: مشورہ اور رہنمائی کا کمرہ (ضبط اور حجم)

vi Stick room/first aid room with area (in Sq. ft) and dimensions :

: ابتدائی طبی امداد مریضوں کا کمرہ (خطہ، حجم)

vii. Kitchen area with area (in Sq.ft) and dimensions. :

: مطبخ (خطہ، حجم)

viii Dinning Hall with area (in Sq. Ft.) and dimensions :

: کھانے کا کمرہ (خطہ اور حجم)

ix Store room with area (in Sq. Ft.) and dimensions :

: ذخیرہ اندوزی کا کمرہ (خطہ، حجم)

x work shop rooms with area (in Sq. Ft.) and dimensions :

: ورکشاپ (خطہ، حجم)

xi Bath rooms with area (in Sq. Ft.) and dimensions :

: حمام (خطہ، حجم)

xii Laterines with area (in Sq. Ft.) and dimensions :

: بیت الخلاء (خطہ، حجم)

xiii Urinals with area (in Sq. Ft.) and dimensions :

: پیشاب خانہ (خطہ، حجم)

vii Arrangements for washing clothes every day is available :

: روزآنہ کپڑے دھلنے کا انتظام ہے

viii Arrangements for boiling of clothes every week is made :

: ہفتہ میں ایک مرتبہ کپڑے ابلانے کی سہولت ہے

ix Sunning of bedding and clothing twice a week is done regularly :

: کپڑوں اور بستر کو ہفتہ میں دومرتبہ دھوپ میں رکھا جاتا ہے

x First Aid Room is Available :

: ابتدائی طبی امداد کا کمرہ ہے

xi Diet scale exists and followed :

کیا کھانے کی فہرست ہے اور اس پر عمل کیا جاتا ہے :

8 Staff Details (inculding Vidya Volunteers :
if any)

شعبہ/عملہ کی تفصیل بشمول ودیا رضا کار اگر وہ ہوں :

S.No. سلسلہ نشان	Name نام	Desig nation عہدہ	Qualification Acade/ Prof. اہلیت/صلاحیت		Experience No. of Years کتنے سال کا تجربہ ہے	Attended any special training/ Orientation کیا کوئی خاص تربیت حاصل کی ہے

9 Involvement of Children in the following works :

درج ذیل کاموں میں بچوں کی شمولیت :

Involvement of Children in the following works

Kitchen :

مطبخ

House Keeping :

گھریلو کام (سامان کے نقل وحمل میں)

Gardening Work :

باغبانی

Prayers :

دعائیں

Social Works :

سماجی کام

Does the staff members are recruited exclusively for the purpose of Madarsa or deputed/Transfered/Voluntarily working from any other department) :

کیا اسٹاف ممبران کی تقرری سرف مدرسہ کے لئے کھولی ہے۔
یا وہ کسی دوسرے انداز سے کام کرتے ہیں

Does the newly appointed staff trained . oriented to work in Madarsas? :

کیا نیا منتخب شدہ عملہ تربیت یافتہ ہے

Please Mention the vocational training provided to the children in the following areas (if any) :

تعطیلات میں اگر بچوں کو کوئی ٹریننگ دی گئی ہے تو بتائیں

Drawing :

تصویر کشی

Stitching ::

سلائی/کڑھائی :

Art / Craft :

دستکاری، صنعت وصرفت

Computers :

کمپیوٹرس

Mechanic :

تکنیکی امور

Preperation of cadles . inscene sticks . soaps . phenoil etc :

موم بتی صابن وغیرہ کی تیاری

Any other (Please mention details) :

Please mention the details of diet scale :

کھانے کی فہرست کی تفصیلات

14 Details of clothing provided to each child (per annum) :

ہر بچے کو دیے گئے کپڑوں کی تفصیلات (سالانہ)

15 Details of beding provided to each child (Per Annum) :

ہر بچے کو دیے گئے بستر کی تفصیلات (سالانہ)

16 Students Enrollment during 2012-15

2012 تا15 میں طلبہ کا اندراج

Year سال	وسطانیہ Boys/Girls لڑکے/لڑکیاں		فوقانیہ Boys/Girls لڑکے/لڑکیاں		مولوی Boys/Girls لڑکے/لڑکیاں		عالمیت Boys/Girls لڑکے/لڑکیاں		فضیلت Boys/Girls لڑکے/لڑکیاں		Total جملہ
2012-13											
2013-14											
2014-15											

17 No.of Students Passed / Promoted during 2012-15

2012 تا 15 طلباء کی حصولیابی کا مطالعہ

Year سال	وسطانیہ Boys/Girls لڑکے/لڑکیاں		فوقانیہ Boys/Girls لڑکے/لڑکیاں		مولوی Boys/Girls لڑکے/لڑکیاں		عالمیت Boys/Girls لڑکے/لڑکیاں		فضیلت Boys/Girls لڑکے/لڑکیاں		Total جملہ
2012-13											
2013-14											
2014-15											

18 Students Dropouts during the Academic Years 2012 TO 2015

2012 تا2015 کے درمیان میں ترکِ مدرسہ والے بچوں کی تعداد

Year سال	وسطانیہ Boys/Girls لڑکے/لڑکیاں		فوقانیہ Boys/Girls لڑکے/لڑکیاں		مولوی Boys/Girls لڑکے/لڑکیاں		عالمیت Boys/Girls لڑکے/لڑکیاں		فضیلت Boys/Girls لڑکے/لڑکیاں		Total جملہ
2012-13											
2013-14											
2014-15											

19) sources of Financial Support :

مالی تعاون کے ذرائع / وسائل

Towards Salaries

تنخواہ میں

Towards Estabishments

ادارے میں

Towards Contingencies

احتیاطی مدات میں

Boarding and Lodging

قیام وطعام میں

Sanitation and Hygience

صحت وصفائی کے امور میں

Others (if any)

دوسرے (اگر کوئی)

Any other relevant information you would like to provide regarding the academic and vocational training provided by your Madarsa to the children? Please mention below in details.

اگر تعلیمی یا پیشہ وارانہ تربیت سازی سے متعلق کوئی اطلاع آپ دینا چاہتے ہیں تو اس کا تفصیلی تذکرہ فرمائیں

Office Seal

Signature of the secretary / HM

TITLE

"A STUDY OF THE MADARSAS OF PATNA COMMISSIONARY OF THE BIHAR STATE WITH REFERENCE TO ENROLLMENT, DROPOUTS AND ACHIEVEMENT"

”ریاست بہار کے پٹنہ کمشنری کے مدارس میں اندراج‘ ترکِ مدرسہ اور حصولیابی کا مطالعہ“

INTERVIEW SCHEDULE FOR SECRETARY/HM

ملاقاتی خاکہ برائے معتمد/صدر مدرس

Note: Please provide the following information asper your office record and to the best of your knowledge and information. The confidentaiality of the data is assured. It is used for the research project purpose only.

برائے کرم درج ذیل اطلاعات آفس ریکارڈ اور اپنی معلومات کے مطابق فراہم کرنے کی زحمت فرمائیں۔آپ کے ذریعہ دی گئی معلومات مخفی رکھی جائیں گی اور اس کا استعمال صرف تحقیقی کام کے لئے کیا جائے گا۔

1 Name and Address of the Madrasa :

مدرسہ کا نام اور مکمل پتہ :

2 Name of the secretary/Principal :

سکریٹری/صدر مدرس کا نام : پٹنہ کمشنری

3 Location /Region of the Madarsa belongs : patna Comissionary

مدرسہ کس علاقہ میں واقع ہے :

4 Name of the District :

ضلع کا نام :

5 Madium of instructions (s) : Urdu/English/Hindi/Others

: ذریعہ تعلیم

6 Whether sponsored by (SSA) : Yes / No

: کیا ایس.ایس.اے سے کفالت شدہ ہے

if yes which month & year SSA support started : Month........................
Year............................

: اگر ہاں تو کس مہینہ اور سال میں ایس.ایس.اے سے تعاون حاصل کیا ہے

7 Whether Mid Day Meal is being providing :

: کیا دوپہر کے کھانے کی سہولت ہے

Provide details such as who manages / How is it going on : Boys / Girls / Both

: منتظم کا نام، انتظامی شکل

8 Whether Text Books are supplied regularly every year :

: کیا آپ کے مدرسے کے لئے ہر سال پابندی سے درسی کتب کی فراہمی کی جاتی ہے

9 Whether they are having minium SSC Qualification / Equivalent Exam :

: کیا ان کے پاس کم سے کم ایس.ایس.سی کی اہلیت ہے یا اس کے مساوی کسی دوسرے امتحان کی

10 Whether they are teaching formal subjects : Yes / No

کیا وہ سرکاری نصابی مضامین کو پڑھا رہے ہیں : ہاں/نہیں

1) English

: انگریزی

2) Maths

: حساب

: Enviornmental Sciences

: علم ماحولیات

11 No. of children appeared SSC exam or /Any other (Please give details) as on 31-01-2012 :

: 2012-15 تک SSC امتحان میں شریک بچوں کی جملہ تعداداوران کی تفصیلات بتائیے

12 Financial support, Please mention the sources and management of finances including the difficulties and constrains if any. :

: مالی تعاون: ذریعہ آمدنی کی تفصیل، اگر کوئی پریشانی ہوتو اس کی وضاحت کیجئے

....

....

....

13 Any other relevant information you would like to provide regarding your Madarsa. :

: اپنے مدرسے سے متعلق کوئی دیگر معلومات جسے آپ دینا چاہتے ہوں

....

....

....